معارِفُ الحدیث

یعنی

احادیثِ نبوی کا ایک جدید اور جامع انتخاب

اُردو ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ

جلد پنجم

کتاب الاذکار والدعوات

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی

دارالاشاعت

"کہ جہاں را صلائے عام دو" "از تجھے اسے پیغام دو"

پیشکش

اُن سب اخوانِ دینی کی خدمت میں ——— جو "نبی امی" سیدنا حضرت محمد عربی (فداہ امی وابی وروحی وقلبی) ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں

اور آپ ﷺ کی ہدایت اور اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی میں اپنی اور تمام اولادِ آدم علیہ السلام کی نجات کا یقین رکھتے ہیں

اور اس لئے آپ ﷺ کی تعلیم اور طرزِ زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں

آئیے

علم و تصور ہی کے راستے سے مجلسِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر

آپ ﷺ کے ارشادات سنیں

اور

اس چشمۂ انوار سے

اپنے تاریک دلوں کیلئے روشنی حاصل کریں

عاجز و عاصی

[illegible]

فہرست مضامین

فہرست مضامین حصہ ششم

فہرست مضامین حصہ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

حدیثِ رسول ﷺ اور اس کے علوم کے ساتھ اشتغال اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمت ہے۔ یہ مشغولیت حق تعالیٰ محض اپنے ان مقبول بندوں کو عطا فرماتے ہیں جن پر اس کی خاص رحمت اور خاص نظرِ کرم ہوتی ہے۔ اکابرِ دیوبند بالعموم اور محدثِ جلیل حضرت مولانا علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے تلامذہ بالخصوص قابلِ صد ستائش ہیں کہ انہوں نے حدیث اور علومِ حدیث کی اشاعت کا جو ولولہ اپنے شیخ کے فیضانِ صحبت سے اپنے قلوب میں پیدا کیا تھا۔ اسے نہ صرف یہ کہ ختم نہ ہونے دیا بلکہ اسے روز افزوں ترقی دے کر حدیث کی وہ عظیم خدمات انجام دی ہیں کہ رہتی دنیا تک طالبانِ علومِ حدیث خواہ ان کا تعلق علماء سے ہو یا طلباء سے یکساں طور پر مستفید ہوتے رہیں گے۔

ہمارے اکابر نے حدیث کی جو اصل خدمت عربی زبان میں کر چھوڑی ہے۔ اسے عرب و عجم میں بنظرِ استحسان دیکھا گیا ہے۔ بذل المجہود، فیض الباری شرح بخاری، الکوکب الدری، لامع الدراری، اوجز المسالک، فتح الملہم، معارف السنن، التعلیق الصبیح اور اعلاء السنن وغیرہا شروحِ حدیث کے وہ اتھاہ سمندر ہیں جن کے غواص اور اپنی بساط و استعداد کے مطابق جواہر گرانمایہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کتب کو وہ قبولِ عام عطا فرمایا ہے کہ ہر طبقہ مسلک کے علماء انہیں حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔

مگر یہ ذخائر علماء و فضلاء ہی کے لئے کار آمد تھے، عوام الناس اردو پڑھے لکھے لوگ اور علومِ جدیدہ کے حامل، علومِ حدیث کی تشنگی کس طرح دور کرتے؟

ہمارے بزرگوں نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور علومِ حدیث کو نہایت وسیع پیمانہ پر اردو میں منتقل کرنے کی طرح ڈالی۔

چنانچہ ترجمان السنۃ کی ہر چہار جلد از حضرت مولانا سید محمد بدرِ عالم مہاجر مدنیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم کا سلسلۂ فضائل اور معارف الحدیث کی پانچ جلدیں حدیثی تشریحات کا وہ عظیم سرمایہ ہیں جس نے اردو خواں اور جدید تعلیم یافتہ حضرات پر حجت تمام کر دی۔

ترجمان السنۃ اور معارف الحدیث آج تک انڈیا میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ پاکستانی صارفین مختلف حیلوں سے بمشکل وہاں سے مہیا کرتے رہے تا آنکہ نوبت یہاں تک آپہنچی کہ اب ان کتب کا انڈیا سے درآمد کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال بن گیا ہے۔ اس لئے بحمد اللہ اب پاکستان میں اس کی عکسی اشاعت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خلوص کے ساتھ اس خدمت کی توفیق رفیق کریں اور ہماری سعی کو مشکور فرمائیں۔ اللہ ولی التوفیق وبہ نستعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

مقدمہ

از مولانا سید ابوالحسن ندوی

خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کے اعجاز اور کارنامے کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:-

١. عبد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم۔
٢. عبد و معبود کے رشتہ کا استحکام و دوام۔

عبد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اور خدا، خالق اور مخلوق اور عبد و معبود کا رشتہ غلط ہو چکا تھا، مسخ و تحریف، جہالت و نادانی، جاہلیت اور وثنیت، اوہام و خرافات اور دجل و تلبیس کا شکار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے عمومی ناواقفیت اور بے خبری کا دور دورہ تھا، انتہا یہ تھی کہ ناقص معرفت کا بعض اقوام و ملل میں وجود۔ خدا کی صفات میں اس کی مخلوقات کو شریک بنایا گیا تھا۔ ایک طرف مخلوقات کی بہت سی خصوصیات اور نقائص کے ساتھ اس کو متصف کیا گیا تھا، دوسری طرف اس کی بہت سی صفات خاصہ اور کمالات الوہیت کو مخلوقات کو عطا کر دیا گیا تھا۔ جاہلیت کی بیشتر گمراہیوں، بیماریوں، محرومیوں اور خدا ناشناسیوں کا سرچشمہ یہی کمزوری تھی اور اسی کا نتیجہ عملی بت پرستی اور شرک جلی کی صورت میں برآمد ہوا۔ پھر جہاں نبوت کی بچی کچی تعلیمات کے فیض سے اور اس کے متعلق ہونے کے طفیل کسی درجہ میں معرفت صحیحہ اور توحید کا نور پایا جاتا تھا اور عبد و معبود کے درمیان تعلق کی بنیاد موجود تھی، وہاں اس تعلق کی صحیح تشکیل اور اس کے نظم و انضباط کا کوئی سامان نہ تھا۔ نبوت محمدی کا پہلا اعجاز و کارنامہ یہ ہے کہ اس نے معرفت صحیح اور عقیدۂ توحید کے ذریعہ اس تعلق کو صحیح کیا، اس کو تمام آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک کیا، اس پر تو بر تو جو حجابات اور پردے پڑ گئے تھے ان کو چاک کیا، جاہلیت کے مشرکانہ خیالات و توہمات کا استیصال۔ تنزیہ و تقدیس کو اس طرح پیش کیا کہ اس کے بعد اس کا کوئی درجہ نہیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدۂ توحید ایسا نکھر کر سامنے آیا اور "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" کے آوازے دست و جبل ایسے گونجے کہ شقاوت ابدی اور انکار و استکبار کے سوا کسی غلط فہمی و غلط روی کا امکان باقی نہ رہا۔ "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" (تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل و برہان اور تمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو جیئے وہ دلیل کی روشنی میں جیئے) یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تصحیح۔ پھر ایمان مفصل، عقائد، عبادات، فرائض، اوامر و نواہی اور اخلاق و معاملات کے ذریعہ جن کے مجموعہ کا نام "شریعت" ہے، اس رشتہ کو منظم و منضبط کیا۔ یہ تھی عبد و معبود کی اس رشتہ کی تنظیم۔

نبوت محمدی کے دوسرے شعبہ یعنی عبد و معبود کے رشتہ کے استحکام و دوام کی حقیقت یہ ہے کہ یہ رشتہ

نہایت کمزور، بے رونق، افسردہ، پژمردہ بلکہ بے جان و مردہ اور ایک سایہ سا بن کر رہ گیا تھا جس میں نہ یقین کی طاقت تھی نہ محبت کی حرارت، نہ عبد و معبود کا راز و نیاز تھا نہ سازِ دل کا سوز و ساز، نہ اپنے فقر و احتیاج، عجز و درماندگی، بے چارگی و بے بسی، بے مائیگی و بے بضاعتی کا احساس تھا نہ خدا کی صفت جود، قدرتِ کاملہ اور خزانۂ غیب کی وسعت کا علم، پوری پوری مدتوں اور وسیع وسیع رقبوں میں خدا کو خاص تہواروں اور تقریبوں، سخت مصیبتوں و پریشانیوں میں یاد کرنے اور اس سے دعا و سوال کرنے کا رواج رہ گیا تھا۔ مذاہب سے نسبت رکھنے والی قوموں میں بھی وہ افراد گنے چنے رہ گئے تھے جو ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہوں، اس کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوں اور اس سے ان کا تعلق ایک ایسا ذاتی، مخصوص اور جذباتی ہو کہ وہ اس کو اپنا حقیقی کارساز اور مشکل کشا، مجیب اور فریاد رس سمجھتے ہوں اور ان کو اس کی قدرتِ کاملہ پر ایسا بھروسہ اور اس کی محبت و شفقت پر ایسا ناز ہو جیسا کم از کم ایک بچہ کو اپنی چاہنے والی ماں یا کسی غلام کو اپنے آقا اور طاقتور بادشاہ پر ہوتا ہے۔ نبوتِ محمدی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اس تعلق کے خیال کو واقعہ اور سایہ کو اصل اور وہم کو حقیقت، زندگی میں دو چار مرتبہ یا برسوں میں کبھی کبھی ہونے والے عمل کو صبح و شام کا مشغلہ اور روز مرہ کا معمول بنا دیا بلکہ اس کو ایک مومن کے لئے ہوا اور پانی کی طرح ضروری کر دیا جس کے بغیر زندگی محال ہے اور جن کی شان یہ تھی کہ "وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا" (وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں) ان کی شان یہ ہو گئی کہ "الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ" (کہ وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹنے کی حالت میں بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں) اور جو صرف سخت مصیبت اور جان کے خطرہ ہی کے موقع پر خدا کو یاد کرنے سے آشنا تھے (وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ) (اور جب دریائی موجیں سائبانوں کی طرح ان پر چھا جاتی ہیں تو وہ عبادت اور بندگی کے پورے اخلاص کے ساتھ صرف اس کو پکارتے ہیں) ان کی شان ہو گئی۔ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا" (رات کے اوقات میں بھی ان کی کروٹیں خوابگاہوں سے الگ رہتی ہیں اور وہ امید و بیم کے ساتھ اپنے خدا سے دعائیں کرتے ہیں) جن کے لئے خدا کو یاد کرنا ایک مجاہدہ اور خلافِ طبیعت عمل تھا اور اس وقت ان کی کیفیت وہ ہوتی تھی جس کو قرآن مجید "كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ" (گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہے ہیں) کے بلیغ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے لئے خدا کو بھلانا اس کی یاد سے غافل رہنا شدید ترین مجاہدہ اور نہایت تکلیف دہ سزا بن گئی، جو ذکر و عبادت کی فضا میں اس طرح بے چین رہتے تھے جیسے پرندہ قفس میں، ان کو اگر ذکر و دعا سے باز رکھا جائے اور اس پر پابندی عائد کی جائے تو ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔

عبد و معبود کے رشتے کے اس استحکام و دوام کے لئے نبوتِ محمدی نے جو ذرائع اختیار کئے ان کے دو عنوان ہیں۔ ایک ذکر، دوسرے دعا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی جو تاکید فرمائی، اس کے جو فضائل و منافع بیان فرمائے، اس کے جن اسرار و حکم کی نقاب کشائی فرمائی[1]، اس کے بعد ذکر محض ایک فریضہ اور ضابطہ نہیں رہ جاتا بلکہ وہ زندگی کی ایک بنیادی ضرورت، فطرتِ انسانی کا ایک خاصہ، روح کی غذا اور

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں اسی کتاب کے صفحات ۳۳ تا ۴۸۔

دل کی دوا بن جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے الہام خداوندی سے جو اوقات و مواقع، جو اسباب و محرکات تجویز فرمائے اور ان کے لئے جو صیغے اور الفاظ تعلیم فرمائے وہ توحید کی تکمیل کرنے والے عبدیت کے قالب میں روح ڈالنے والے قلب کو نور سے زندگی کو سکینت و سرور سے اور فضا کو برکت و نورانیت سے بھرپور کرنے والے ہیں۔① پھر وہ اس قدر عمومی پوری زندگی کی وسعت و تنوعات اور شب و روز کے اوقات پر محیط ہیں کہ اگر ان کا ذرا بھی اہتمام کیا جائے تو پوری زندگی ایک مسلسل و مکمل ذکر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور مشکل سے کوئی وقت، کوئی کام، کوئی نقل و حرکت اور کوئی پیش آنے والی حالت و تبدیلی اس کی رفاقت و شمولیت سے محروم رہتی ہیں۔②

اس ذکر میں اگرچہ ہر وہ چیز شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا استحضار اور ہر وہ کام داخل ہے جو غفلت سے آزاد ہو کر کیا جائے اور اس کا سب سے بڑا مظہر اور اعلیٰ نمونہ دعا ہے، لیکن نبوت محمدی نے دعا کو دین کا ایک مستقل شعبہ بنا دیا اور مذاہب و ملل اور نبوت و روحانیت کی وسیع تاریخ کو سامنے رکھ کر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ نبوت محمدی نے دعا کے شعبہ کی جس طرح احیاء و تجدید اور اس کی ترقی و تکمیل فرمائی اس کو جو زندگی، قوت، وسعت، عمومیت، دل آویزی و دلکشی، تازگی و رعنائی اور توانائی و برنائی عطا فرمائی۔ وہ نہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی نہ اس کے بعد۔ درحقیقت نبوت محمدی جہاں کی اور چیزوں کی مکمل اور خاتم ہے وہاں شعبۂ دعا کی بھی اور یہ شعبہ بھی آپ کے ختم نبوت کی ایک دلیل اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ایک ثبوت ہے۔

محمد رسول اللہ (ارواحنا وعلی نفسہ الفداہ) نے محروم و مجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہم کلام کر دیا اور دعا کی یا دولت عطا فرمائی بندگی کی لذت زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی۔ اس مطرود انسانیت کو پھر اذن باریابی ملا اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانہ کی طرف یہ کہتا ہوا واپس ہوا۔

بندہ آمد بدرگاہت بگریختہ
آبروئے خود بہ عصیاں ریختہ③

نبوت محمدی کی تجدید اور اس کا عمل تکمیل اس پر ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے ہمیں دعا کرنا بھی سکھایا۔ آپ نے انسانیت کے خزانہ کو دنیا کے ادب کو دعاؤں کے ان جواہرات سے مالا مال کیا جن کی نظیر اپنی آب داری و درخشانی میں صحف سماوی کے بعد مل نہیں سکتی۔ آپ نے اپنے مالک سے ان الفاظ میں دعائیں مانگیں جن سے زیادہ موثر و بلیغ الفاظ، جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان نہیں لا سکتا۔ یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائل نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے، "عبدیت" کا نیاز ہے، محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے۔ فطرت نبوت کی معصومیت و سادگی ہے، دل درد مند و قلب مضطر کی بے تکلفی و بے ساختگی ہے۔

---

① ملاحظہ ہو از صفحہ ۹۰ تا ۹۵ ② ملاحظہ ہو کتاب از صفحہ ۹۹ تا ۱۲۲

③ مندرجہ بالا عبارت مقدمہ نگار کے رسالہ [illegible] ص ۳ سے ماخوذ ہے۔

صاحب غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے اور بارگاہ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے اور چارہ سازی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین و سرور بھی اور اس حقیقت کا اعلان بھی کہ ؏

درد با دلوئی و درمانے ہنوز

"پھر پیغمبر انسانیت نے دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان و مکان میں ان دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے حالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ہیں کہ جن کی طرف آسانی سے ہر انسان کے ذہن کا جانا مشکل ہے۔"[1]

یہی وہ حقیقتیں ہیں جن کو "معارف الحدیث" کی اس جلد پنجم میں جس کے تعارف و تقدیم کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، دلنشین، دلپذیر اور عام فہم و سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ان کی بنیاد حدیث کے صحیح و مستند ذخیرے، حتی الامکان صحاح اور حدیث کی معتبر شروح، علمائے محققین کی تحقیقات اور اپنے طویل مطالعہ و تجربہ پر رکھی گئی ہے۔ یہ محض احادیث نبویہ کا ایک انتخاب، ضروری ترجمہ اور تشریح کا کام نہیں ہے بلکہ یہ ایسے عالم کے فہم حدیث، وسعت نظر اور ذوق سلیم کا نتیجہ ہے جس نے کامل الفن اساتذہ سے (جن میں سرآمد علماء متاخرین مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سب سے نمایاں ہے) پوری محنت و توجہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا، پھر سالہا سال مدارس میں اس کا درس دیا، شراح حدیث کی محنتوں و تحقیقات سے استفادہ کیا، فراغت کے بعد سے اس وقت تک دعوت و اصلاح اور تحریر و تصنیف کے کام میں مصروف رہا اور اس طرح مسلمانوں کے مختلف طبقوں کے ذہن و دماغ، فہم و استعداد اور ان کی ضرورتوں اور الجھنوں سے اس کو وسیع اور گہری واقفیت کا موقع ملا اور "کلموا الناس علی قدر عقولهم" کی وصیت و ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔ پھر ذوقی طور پر اس جلد کے موضوع: کہ دعا سے اللہ تعالیٰ نے مصنف محترم کو خاص مناسبت اور اس سے بہرہ وافر عطا فرمایا اور اس طرح یہ موضوع ان کے لئے محض علمی اور ذہانت کا نتیجہ نہیں رہا بلکہ ذوقی و طبعی بن گیا۔ ان تمام وجوہ سے جو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں، ان کو اس موضوع پر لکھنے کا استحقاق حاصل تھا اور بلا کسی مدح و تملق کے عرض کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرنے میں بہت کامیاب ہوئے اور اس موضوع پر اردو میں ایک ایسی جامع و مفید اور موثر و دلپذیر کتاب تیار ہو گئی جس میں سینکڑوں صفحات کا عطر اور ضخیم کتابوں کا خلاصہ آگیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مولانا کو فیصلہ کن اور نپی تلی بات کرنے کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے وہ اس میں بخوبی نمایاں ہے۔ اسماء حسنیٰ اور ان کے اسرار و حکم اور صلوٰۃ و سلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس کتاب کے محاسن میں ہے۔ درود و سلام کی حکمت پر جو کچھ اس کتاب میں آگیا ہے وہ بڑا قیمتی ہے اور بیسیوں صفحات پر بھاری ہے۔[2] اس سلسلہ میں آل پر بڑی منصفانہ اور متوازن گفتگو کی گئی ہے۔ اور اس میں نقطۂ اعتدال ملحوظ رہا ہے۔[3]

---

[1] [illegible] [2] [illegible] صفحہ ۲۲۲ [3] [illegible] صفحہ ۲۲۹

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو قول فیصل کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام تجدید و اجتہاد عطا فرمایا تھا، حکمت دین اور فہم حدیث کا جو ملکہ راسخہ ان کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا اور ان کی تحقیقات میں اس زمانہ کے ذہنوں کی تشفی کا جو سامان ہے وہ کسی انصاف پسند اور عقل سلیم رکھنے والے سے مخفی نہیں۔ اس بناء پر اس کتاب کی افادیت اور علمی قدر و قیمت اور بڑھ گئی۔ شاہ صاحبؒ کے ماسوا انہوں نے حافظ ابن قیمؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجرؒ بالخصوص ان کی بے نظیر کتاب "فتح الباری" سے پورا استفادہ کیا۔ اس طرح سے یہ کتاب ان لوگوں کو جن کا مطالعہ اردو تک محدود ہے، ائمہ سلف اور محققین امت کے نتائج تحقیق سے متعارف کراتی ہے اور اس نسل اور علمائے متقدمین کے درمیان علمی رابطہ کا کام دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو اس مفید سلسلہ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص اس جلد سے جو خاص عملی اور ذوقی ہے، ذکر و دعا کی دولت حاصل کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی زندہ اور تابندہ اور قوی و گہرا تعلق کے پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوالحسن علی ندوی
۷ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ
۳۱ جولائی ۱۹۷۱ء
تکیہ شاہ علم اللہ
رائے بریلی

دیباچہ

از مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حمداً وصلاۃً

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپ ﷺ کی ہدایت و تعلیم کا ہر باب اور ہر شعبہ اہل نظر کے لئے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی روشن دلیل ہے۔ لیکن ایک خاص شعبہ کو اس لحاظ سے امتیاز حاصل ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت و خشیت' اخبات و انابت' اور اس کی رحمت اور جلال و جبروت کا وہ دائمی استحضار اور ذکر و دعا کی شکل میں اس کے ساتھ ہمہ وقتی تعلق و وابستگی جس کا اندازہ مختلف احوال و اوقات کی آپ ﷺ کی دعاؤں اور ان اذکار سے ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر جاری رہتے تھے اور جن کی آپ ﷺ دوسروں کو تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور بعد کے راویان حدیث نے آپ ﷺ کی میراث کے اس عزیز ترین حصے کو لفظ بہ لفظ محفوظ کرنے کا قریب قریب قرآن مجید کی طرح خصوصی اہتمام کیا تھا۔ اس لئے الحمد للہ وہ پورا ذخیرہ محفوظ ہے اور یہ آپ ﷺ کا وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ روشن ہے اور جس کو دیکھ کے اور جس میں غور و فکر کر کے ہر معقول عقل و فہم والا انسان اگر چاہے تو آج بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے بارے میں وہ یقین و اطمینان حاصل کر سکتا ہے جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے اس پہلو کو دیکھ کے حاصل کیا جا سکتا تھا۔

راقم سطور کو جب بھی غیر مسلموں میں سے کسی ایسے شخص سے گفتگو کرنے کا موقع ملا جس کے متعلق اندازہ ہوا کہ اللہ اس کے بندے کی فطرت سلیم ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے موضوع پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لئے آمادہ ہے' تو اس کے سامنے سب سے پہلے آپ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی تعلیم کا یہی پہلو رکھا۔ اولاً اس مسلمہ تاریخی واقعہ کا ذکر کیا کہ اب سے قریباً چودہ سو سال پہلے آپ ایک ایسے علاقہ اور ایسے ماحول میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے جو معرفت الٰہی اور خدا آشنائی کے نور سے بالکل خالی تھا اور جہاں کفر و شرک اور خدا فراموشی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی پھر آپ نے لکھنا پڑھنا بھی بالکل نہیں سیکھا بلکہ "اُمّی" رہے' یعنی ماں کے پیٹ سے جیسے بے پڑھے لکھے پیدا ہوئے تھے ویسے ہی رہے اس لئے کسی کتاب اور تحریری سرمایہ سے استفادہ کا بھی آپ کے لئے امکان نہیں تھا۔ ایسی حالت میں انسانی فطرت کے عام تجربہ کے لحاظ سے آپ کا جو حال اور جو رنگ ڈھنگ ہونا چاہئے تھا' اس کا اندازہ کرنا کسی کیلئے بھی مشکل نہیں ہے۔

اس کے بعد میں نے ان کو مختلف احوال و اوقات کی رسول اللہ ﷺ کی بعض دعائیں اور اللہ کی حمد و تسبیح'

توکل و تفویض اور استغناء و استغفار کے بعض کلمات جو آپ کی زبان مبارک پر جاری رہتے تھے اور جن کی آپ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے ترجمہ کے ساتھ سنائے اور اللہ کی توفیق کے مطابق ان کے مطالب کی کچھ وضاحت کی اور ان سے کہا کہ اب آپ عقیدت و احترام اور مخالفت و عناد کے تمام جذبات و خیالات سے اپنے دل و دماغ کو خالی کر کے سوچئے اور بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ معرفت اس کے جلال و جبروت اور اس کی رحمت کے دائمی استحضار کی یہ کیفیت اور یہ عمیق تعلق و وابستگی جو ذکر و دعا کے ان کلمات میں آپ نے محسوس کی، یہ آپ کو کہاں سے حاصل ہو گئی تھی؟ میں نے ان سے کہا کہ جو شخص ہٹ دھرمی سے کام نہ لے وہ یہ کہنے اور ماننے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاص بخشش و عنایت سے وحی اور الہام کے راستے سے آپ کو حاصل ہوا تھا اس کے سوا اور اس کی کوئی توجیہ نہ کر سکے گا۔

اس عاجز کا سو فیصدی تجربہ ہے کہ جس کے سامنے بھی یہ بات اس طرح رکھنے کا موقع ملا اس نے کم از کم اپنے انتہائی تاثر کا اظہار اور آپ کی غیر معمولی روحانی عظمت کا اعتراف ضرور کیا۔ ان میں سے بعض خوش نصیبوں کو ایمان کی بھی توفیق ملی اور انہوں نے آپ کو اللہ کا نبی و رسول مان کر آپ کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی۔

یہ تجربہ تو غیر مسلموں کے بارے میں ہوا اور بار بار ہوا۔ خود اپنا حال یہ ہے کہ اگر شیطان کبھی کوئی تشکیکی وسوسہ دل میں ڈالتا ہے تو اپنے ایمان و یقین کی تجدید اور [illegible] والی اطمینانی کیفیت اپنے باطن میں پیدا کرنے کے لئے یہی نسخہ استعمال کرتا ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ اذکار و دعوات میں تفکر کرتا ہوں، الحمد للہ اس سے ہر وسوسہ کافور ہو کر اڑ جاتا ہے اور ذہن و قلب یقین و اطمینان سے معمور ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب اللہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ امت کو رسول اللہ سے دین و شریعت کی جو نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی ہے اس کے تمام شعبوں میں ذکر و دعا کی حیثیت اصل مقصود اور مغز کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز اور حج جیسی اعلیٰ عبادات کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے کہ ان کا خاص مقصد اور ان کی روح ذکر و دعا ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ بندہ کا کوئی عمل اور اس کی کوئی قربانی خواہ دنیا میں اس کو کتنا ہی بڑا سمجھا جاتا ہو، اللہ کی نگاہ میں ذکر و دعا کے برابر نہیں۔ بلکہ جس طرح کوئی غذا معدہ کے لئے اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں نمک یا شیرینی یا ترشی کی آمیزش نہ ہو، اسی طرح اللہ کے یہاں کوئی عمل قابل قبول نہیں ہو سکتا جب تک اس میں ذکر و دعا کا عنصر شامل نہ ہو۔[1]

پھر یہ بھی معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ ذکر و دعا اللہ تعالیٰ کے قرب خصوصی اور حصول مقام ولایت کا خاص الخاص وسیلہ ہے، اور امت میں جن لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کو یہ دولت نصیب ہوئی ان کی زندگیوں میں ذکر و دعا کا عنصر غالب اور نمایاں رہا۔

---

[1] عنقریب اصل کتاب کے ابتدائی صفحات ہی میں وہ آیات و احادیث ناظرین کے سامنے آ جائیں گی جن سے ذکر و دعا کے بارے میں یہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

ذکر و دعا کے شعبہ کی اس خصوصی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے بڑی آرزو تھی۔ کہ "معارف الحدیث" کی تالیف کے سلسلہ میں اذکار و دعوات والی احادیث کے ترجمہ و تشریح کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ اس بندہ سے لے لے اور میرے اعمال نامہ میں یہ بھی درج ہو جائے۔ الحمد للہ یہ آرزو پوری ہو گئی اور چار سو صفحات کی یہ مستقل جلد "کتاب الاذکار والدعوات" تیار ہو گئی۔ میں اپنے اس حال کا اظہار بھی بہتر سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی اس عنایت و توفیق پر مجھے بے حد خوشی و شادمانی ہے۔ کاش! میں اس عظیم نعمت کا کچھ شکر ادا کر سکتا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" (یونس: ۵۸)[1]

مجھ گناہگار کو اپنے رب کریم کی رحمت سے اس کی بھی پوری امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب میرے لئے اور ان بے شمار پڑھنے والوں کے لئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میراث کی قدر اور اس سے استفادہ کریں گے جو اس میں پیش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و مغفرت کا وسیلہ بنے گی۔ "إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ شَكُورٌ"۔

اس جلد کے متعلق کچھ ضروری باتیں!

۱) اس جلد میں اذکار و دعوات سے متعلق ۳۴۴ حدیثوں کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلی جلدوں کی طرح اس جلد کی حدیثیں بھی زیادہ تر "مشکوٰۃ المصابیح" سے لی گئی ہیں۔ کچھ حدیثیں "کنز العمال" سے بھی لی گئی ہیں۔ اور تخریج میں انہی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے۔ بعض حدیثیں براہ راست کتب صحاح صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد وغیرہ سے بھی لی گئی ہیں۔

۲) جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی لی گئی ہے اس کی روایت اگرچہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی کی گئی ہو لیکن مشکوٰۃ المصابیح کے طریقہ کی پیروی میں حوالہ صرف صحیحین ہی کا دیا گیا ہے کیونکہ کسی حدیث کا ان دونوں سے کسی ایک میں ہونا بھی اس کی صحت کی کافی ضمانت ہے۔ اس پر علماء فن کا قریب قریب اتفاق ہے۔

۳) اصل مقصد چونکہ تذکیر و تفہیم ہے اس لئے حدیثوں کے ترجمہ میں نحوی ترکیب اور لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ صحیح مطلب کی وضاحت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اپنے ناظرین سے آخری گزارش و وصیت

پہلی چاروں جلدوں کے دیباچہ میں بھی یہی کی گئی تھی اور اب بھی یہی ہے۔ کہ حدیث نبی کا مطالعہ صرف اضافۂ معلومات کے لئے اور علمی سیر کے طور پر ہرگز نہ کیا جائے بلکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ کرنے کے لئے اور رشد و ہدایت حاصل کرنے اور عمل کرنے کی نیت سے کیا جائے۔ نیز درس و مطالعہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کو دل میں بیدار کیا جائے اور اس طرح ادب اور توجہ سے پڑھا یا سنا جائے کہ گویا حضور ﷺ کی مجلس مبارک میں ہم حاضر ہیں اور آپ ﷺ فرما رہے

[1] اللہ کے فضل و انعام اور اس کی رحمت پر بندوں کو خوش ہونا چاہئے۔ ۱۲

ہیں اور ہم سن رہے ہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو قلب و روح کو ان انوار و برکات اور ایمانی کیفیات کا کچھ نہ کچھ حصہ ان شاء اللہ ضرور نصیب ہوگا جو مجلس نبوی کے ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے براہ راست روحانی استفادہ کی دولت عطا فرمائی تھی۔ آخر میں پھر اللہ کی حمد ہے اور اس خدمت کے اتمام کیلئے حسن توفیق کی استدعا اور غلطیوں اور گناہوں کی معافی کی التجا!

اللہ کی رحمت اور اس کے بندوں کی دعاؤں کا محتاج و طالب

عاجز و گنہگار بندہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ — ۲۹ مارچ ۱۹۶۹ء

معارف الحدیث

حصہ پنجم

کتاب الاذکار والدعوات

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًاo
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًاo

(الاحزاب: ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو (دل وزبان سے) اللہ کو خوب یاد کیا کرو اور (خاص کر) صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

(الاعراف: ۵۶)

اور اپنی خطاؤں پر اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے (ڈرتے ہوئے اور (اس کے رحم و کرم سے) امیدیں رکھتے ہوئے اللہ سے دعائیں کیا کرو۔ خدا کی رحمت ان بندوں سے قریب ہے جو نیک کردار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسی سلسلہ معارف الحدیث میں "کتاب الطہارۃ" کے بالکل شروع میں "حجۃ اللہ البالغہ" کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے مجھے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ فلاح و سعادت کی جس شاہراہ کی طرف دعوت دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں ہزاروں احکام ہیں لیکن اپنی اس بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس ان چار اصولی عنوانوں کے تحت آ جاتے ہیں:

۱) طہارت

۲) اخبات

۳) سماحت

۴) عدالت

یہ لکھنے کے بعد شاہ صاحبؒ نے ان چاروں میں سے ہر ایک کی حقیقت بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ بلاشبہ ساری شریعت ان ہی چار شعبوں میں منقسم ہے۔

جلد سوم میں (کتاب الطہارۃ) کے شروع میں حضرت شاہ صاحبؒ کے اس سلسلہ کلام کا صرف وہ حصہ تلخیص کے ساتھ نقل کیا گیا تھا۔ جس میں انہوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی تھی۔

اخبات کی حقیقت کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس کو مختصر الفاظ میں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ

"تحیر اور خوف و محبت کی کیفیات اور رضا جوئی و عنایت طلبی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ اللہ ذوالجلال والجبروت کے حضور میں ظاہر و باطن سے اپنی بندگی و نیازمندی اور محتاجی و رحمت طلبی کا اظہار ہے۔"

اسی کا دوسرا معروف عام عنوان عبادت ہے اور وہی انسانوں کی تخلیق کا خاص مقصد ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۝

حضرت شاہ صاحبؒ نے سعادت کے ان چاروں شعبوں پر "حجۃ اللہ البالغہ" مقصد دوم میں ابواب الاحسان کے ذیل میں بھی کلام فرمایا ہے وہاں فرماتے ہیں کہ:

"ان میں سے پہلی چیز یعنی طہارت کی تحصیل کیلئے وضو اور غسل وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری بنیاد یعنی اخبات کی تحصیل کا خاص وسیلہ نماز اور اذکار اور قرآن مجید کی تلاوت ہے۔" [1]

بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت ذکر اللہ ہی اخبات کا مخصوص وسیلہ ہے اور نماز اور تلاوت اور اسی طرح

[1] ابواب الاحسان۔ حجۃ اللہ البالغہ (جلد دوم ص [illegible])

ذکر اللہ کی عظمت

اور

اس کی برکات

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے "ذکر اللہ" اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوتِ قرآن اور دعاء و استغفار وغیرہ سب ہی کو شامل ہے اور یہ سب اس کی خاص خاص شکلیں ہیں، لیکن خصوصیت سے عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفاتِ کمال کے بیان اور دھیان کو "ذکر اللہ" کہا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ آگے درج ہونے والی بعض احادیث سے صراحۃً معلوم ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا اور انسان کی روحانی ترقی اور ملاءِ اعلیٰ سے اس کے ربط کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔

شیخ ابن القیمؒ نے "مدارج السالکین" میں ذکر اللہ کی عظمت و اہمیت اور اس کی برکات پر ایک بڑا بصیرت افروز اور روح پرور مضمون لکھا ہے، اس کے ایک حصہ کا خلاصہ ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں۔ آگے درج ہونے والی احادیث میں ذکر اللہ کی جو عظمت بیان ہوئی ہے اس مضمون کے مطالعہ کے بعد اس کا سمجھنا ان شاء اللہ آسان ہو گا۔ فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں ذکر اللہ کی تاکید و ترغیب کے عام طور سے دس عنوانات ملتے ہیں:

(۱) بعض آیات میں اہل ایمان کو تاکید کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (الاحزاب ۳۳: ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً

اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے جی میں (یعنی دل سے) گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ۔

(۲) بعض آیات میں اللہ کو بھولنے اور اس کی یاد سے غافل ہونے سے شدت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے، یہ بھی ذکر اللہ کی تاکید ہی کا ایک عنوان ہے۔ مثلاً ارشاد ہے:

وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف ۷: ۲۰۵) "اور نہ ہو تم غفلت والوں میں سے"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ (الحشر ۵۹: ۱۹)

اور تم ان میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، پھر (اس کی پاداش میں) اللہ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیئے (اور خدا فراموشی کے نتیجہ میں وہ خود فراموش ہو گئے)۔

(۳) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ فلاح اور کامیابی اللہ کے ذکر کی کثرت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (سورۃ الجمعہ ۶۲:۱۰)

اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو، پھر تم فلاح و کامیابی کی امید کر سکتے ہو۔

(۴) بعض آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ذکر کی تعریف کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ذکر کے صلہ میں ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ کیا جائے گا اور ان کو اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں ایمان والے بندوں اور بندیوں کے چند دوسرے ایمانی اوصاف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ۳۳:۳۵)

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اس کے بندے اور اس کی بندیاں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں اور بندیوں کے لئے تیار کر رکھی ہے خاص بخشش اور عظیم ثواب۔

(۵) اسی طرح بعض آیات میں آگاہی دی گئی ہے کہ جو لوگ دنیا کی بہاروں اور لذتوں میں منہمک اور مست ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں گے وہ ناکام اور نامراد رہیں گے۔ مثلاً سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المنافقون ۶۳:۹)

اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے، اور جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہ بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

یہ تینوں عنوان بھی ذکر اللہ کی تاکید اور ترغیب کے لئے بلاشبہ بڑے مؤثر ہیں۔

(۶) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے ہمیں یاد کریں گے ہم انکو یاد کریں گے اور یاد رکھیں گے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ (البقرہ ۲:۱۵۲)

میرے بندو! تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا، اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو۔

سبحان اللہ وبحمدہ، بندے کی اس سے بڑی سعادت و کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ پوری کائنات کا خالق و مالک اس کو یاد کرے اور یاد رکھے۔

(۷) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے ذکر کو ہر چیز کے مقابلہ میں عظمت و فوقیت حاصل ہے اور اس کائنات میں وہ ہر چیز سے بالاتر اور بزرگ تر ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت ۲۹:۴۵) "اور یقین کرو کہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے"

بے شک اگر بندے کو عرفان نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اس کے لئے اس ساری کائنات سے عظیم تر ہے۔

(۸) بعض آیات میں بڑے اونچے درجہ کے اعمال کے بارے میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان کے اختتام پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے گویا ذکر اللہ ہی کو ان اعمال کا "خاتمہ" بنانا چاہئے۔ مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ. (النساء ۴: ۱۰۳)

جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر کرو (ہر حال میں) کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے۔

اور خاص کر جمعہ کی نماز کے بارے میں ارشاد ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعہ ۶۲: ۱۰)

جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو (اجازت ہے) کہ تم (مسجد سے نکل کر اپنے کام کاج کے سلسلہ میں) زمین میں چلو پھرو، اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس حالت میں بھی اللہ کا خوب ذکر کرو، پھر تم فلاح کی امید کر سکتے ہو۔

اور حج کے بارے میں ارشاد ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا. (البقرہ ۲: ۲۰۰)

پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر کے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو جیسے کہ تم (تفاخر کے طور پر) اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز اور حج جیسی اعلیٰ درجہ کی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد بھی بندوں کے لئے اللہ کے ذکر سے غافل ہونے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ ان سے فراغت کے بعد بھی اس کے دل میں اور اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے اور اسی کو ان اعمال کا خاتمہ بننا چاہئے۔

(۹) بعض آیات میں ذکر اللہ کی ترغیب اس عنوان سے دی گئی ہے کہ دانش مند اور صاحب بصیرت بندے وہی ہیں جو ذکر اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ جس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہوں وہ عقل و بصیرت سے محروم ہیں۔ مثلاً سورۂ آل عمران کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. (آل عمران ۳: ۱۹۰، ۱۹۱)

یقیناً زمین و آسمان کی تخلیق میں اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں کھلی نشانیاں ہیں ان ارباب دانش کے لئے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے کی حالت میں بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں (اور اس سے غافل نہیں ہوتے)۔

(۱۰) بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچے سے اونچے اعمال صالحہ کا مقصد اور ان کی روح ذکر اللہ ہے۔ مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد ہے:

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ ۲۰: ۱۴)　　"میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔"

فَنِسْیَانُ ذِکْرِ اللّٰہِ مَوْتُ قُلُوْبِہِمْ — وَاَجْسَامُہُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُ
وَاَرْوَاحُہُمْ فِیْ وَحْشَۃٍ مِنْ جُسُوْمِہِمْ — وَلَیْسَ لَہُمْ حَتَّی النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا اور فراموش کر دینا ان کے قلوب کی موت ہے اور ان کے جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں۔
اور ان کی روحیں سخت وحشت میں ہیں ان کے جسموں سے اور ان کے لئے قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں۔ (ملخص من کلام الشیخ ابن القیم فی مدارج السالکین)

عاجز راقم سطور عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں ذکر اللہ کی تاکید و ترغیب کے جن جن عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں ان کے علاوہ بھی بعض عنوانات سے ذکر اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ
"قلوب کو (یعنی اللہ سے رابطہ رکھنے والوں کے دلوں اور ان کی روحوں کو) اللہ کے ذکر ہی سے چین و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" (جان لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو چین اور سکون ملتا ہے۔)

ذکر اللہ کی تاثیر اور برکت کے بارے میں ایک دوسرے ربانی محقق اور صوفی صاحب "مترجم الجواہر المکیہ" کے چند فقروں کا ترجمہ بھی پڑھ لیجئے۔ آگے درج ہونے والی اس باب کی احادیث کے سمجھنے میں انشاء اللہ اس سے بھی خاص مدد ملے گی۔
فرماتے ہیں:
"قلوب کو نورانی بنانے اور اوصاف ردیہ کو اوصاف حمیدہ میں تبدیل کرنے میں سب طاعات و عبادات سے زیادہ موثر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔"
خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

بلاشبہ نماز گندی اور ناشائستہ باتوں سے روکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کا ذکر بہت ہی بڑی چیز ہے۔
اور اکابر نے فرمایا ہے کہ
"ذکر کا عمل قلب کو صاف کرنے میں بالکل ویسا ہی کام کرتا ہے جیسا کہ تانبے کو صاف کرنے اور چمکانے میں ریتی، اور باقی دوسری عبادات کا عمل قلوب کی صفائی کے بارے میں ایسا ہے جیسا کہ تانبے کے صاف کرنے میں صابن کا عمل۔" ([illegible])

اس تمہید کے بعد ذکر اللہ کی عظمت اور برکات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پڑھئے:

(۱) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْہُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَہُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ (رواہ مسلم)

تَذْكُرُ اللهَ قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوْا آللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا غَيْرُهُ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِنِّي وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهُ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوْا آللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذٰلِكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرَئِيْلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلٰئِكَةَ (رواه مسلم)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں قائم ایک حلقہ پر پہنچے تو آپ نے ان اہل حلقہ سے پوچھا۔ "تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟" انہوں نے کہا۔ "ہم بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔" حضرت معاویہؓ نے کہا۔ "کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذکر اللہ ہی کے لئے بیٹھے ہو؟" انہوں نے کہا۔ "قسم بخدا! ہمارے بیٹھنے کا کوئی اور مقصد اللہ کے ذکر کے سوا نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ "آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے کسی بدگمانی کی بناء پر آپ لوگوں سے قسم نہیں لی ہے اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جس درجہ کا تعلق اور قرب مجھے حاصل تھا اس درجہ کے تعلق والا کوئی آدمی آپ کی حدیثیں مجھ سے کم بیان کرنے والا نہیں ہے (یعنی میں روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں اس لئے اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت بہت کم حدیثیں بیان کرتا ہوں مگر اس وقت ایک حدیث ذکر کرتا ہوں اور جس کے اتباع کی پیروی میں آپ لوگوں سے قسم لی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے" آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔ "آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟" انہوں نے عرض کیا۔ "ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں اور اس نے جو ہم کو ہدایت سے نوازا اور ایمان و اسلام کی توفیق دے کر احسان عظیم فرمایا اس پر اس کی حمد و ثناء کر رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بناء پر تم سے قسم نہیں لی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبرئیل امین میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ بندوں کا ایک جگہ بیٹھ کے اخلاص کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا اس کی باتیں کرنا اس کی حمد و تسبیح کرنا اللہ کو بے حد پسند ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص فرشتوں کے سامنے ایسے بندوں کے لئے اپنی رضا کا اظہار فرماتا ہے۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

۴) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ أَنَا مَعَ عَبْدِيْ إِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ (رواه البخاري)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس

بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

تشریح اللہ تعالیٰ کی ایک معیت وہ ہے جو اس کی ذات کی ہر اچھی بری چیز کو اور ہر مؤمن و کافر کو ہر وقت حاصل ہے۔ کوئی چیز بھی کسی وقت اللہ سے دور نہیں، اللہ ہر چیز کو محیط ہے، ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اور ایک معیت رضا اور قبول والی معیت ہے۔ اس حدیث قدسی میں جس معیت کا ذکر ہے وہ یہی رضا اور قبول والی معیت ہے۔ اور حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب میرا بندہ میرا قرب اور میری رضا حاصل کرنے کے لئے میرا ذکر کرتا ہے تو اس کو میرے قرب و رضا کی دولت نصیب ہو جاتی ہے جو وہ ذکر کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دولت کی طلب اس کا ذوق و شوق اور پھر وہ دولت نصیب فرمائے۔

۴) **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔** (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے، اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا، اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا (یعنی ملائکہ کی جماعت میں اور ان کے سامنے)۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح حدیث کے پہلے جملے (انا عند ظن عبدی بی) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ میرے بارے میں جیسا یقین قائم کرے گا تو میرا معاملہ اس کے ساتھ بالکل اس کے مطابق ہو گا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رحم و کرم کا یقین کرے تو اللہ تعالیٰ کو رحیم و کریم ہی پائے گا۔ اس لئے بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا یقین رکھے اور اسی کے مطابق عمل کرے۔ حدیث کے آخری حصہ میں جو فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مجھے خلوت میں اس طرح یاد کرتا ہے کہ اس کے اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی تو میری عنایت بھی اس کے ساتھ اسی طرح مخفی ہوتی ہے۔

میان عاشق و معشوق رمزیست — کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اور جب بندہ جلوت میں اور دوسروں کے سامنے میرا ذکر کرتا ہے (جس میں دعوت اور ارشاد اور وعظ و نصیحت بھی داخل ہے) تو اس بندہ کے ساتھ اپنے تعلق اور اس کی مقبولیت کا ذکر میں فرشتوں کے سامنے بھی کرتا ہوں جس کے بعد وہ بندہ فرشتوں میں مقبول و محبوب ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس دنیا میں بھی اس کو قبول عام اور محبوبیت عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔

اس سنت اللہ کا یہ ظہور ہے کہ بہت سے عرفاء و کاملین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے خاص تعلق کا اخفا کرتے ہیں اگرچہ اللہ کے ہاں ان کو مقبولیت کا خاص الخاص مقام حاصل ہوتا ہے۔ لیکن دنیا میں ان کو پہچانا

پی نہیں جاتا اور جن کا تعلق باللہ اور محبت الی اللہ تام ہو اور جس قسم کی ہوتی ہے ان دونوں میں بھی مقبولیت سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسِيْرُ فِىْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُّقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں جمدان نامی پہاڑ پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ پہاڑ جمدان ہے، مفردون سبقت لے گئے۔ عرض کیا گیا مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور زیادہ ذکر کرنے والی بندیاں۔ (صحیح مسلم)

تشریح: جمدان ایک پہاڑی کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کے قریب ہی ایک دن کی مسافت پر ہے۔ متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس کا شعور و احساس اس حصۂ زمین کو ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے کہ کیا آج اللہ کا نام لینے والا کوئی بندہ تجھ پر سے گزرا؟" جب وہ کہتا ہے کہ ہاں گزرا تو وہ کہتا ہے کہ "تجھے بشارت ہو مبارک ہو۔" معلوم ہوتا ہے کہ جمدان پہاڑ پر سے گزرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ جو زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور بندیاں ہیں انہوں نے قبول و رضا کے بڑے مقامات حاصل کر لئے اور وہ بہت آگے بڑھ گئے، تو آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی کہ مفردون یعنی بہت زیادہ ذکر کرنے والے سبقت لے گئے۔ مفردون کے لغوی معنی ہیں اپنے کو سب سے الگ اور اکیلا اور یکا و تنہا کر لینے والے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے قرب و رضا کی طلب میں اپنے کو اس دنیا کی الجھنوں سے ہلکا کر لیں اور سب طرف سے کٹ کے اکیلے اللہ کے ہو جائیں، یہی مقام تفرید ہے اور یہی قرآن مجید کی خاص اصطلاح میں تبتل ہے (واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا) پس "الذاکرون اللہ کثیرا والذاکرات" کے مصداق وہی بندے ہیں جن کا یہ حال ہو اور جنہوں نے ہر طرف سے کٹ کر اللہ جل جلالہ کو اپنا قبلۂ مقصود بنا لیا ہو۔

دوسرے تمام اعمال کے مقابلہ میں ذکر اللہ کی افضلیت

۶) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِىْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ. (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے اور تمہارے درجوں کو

دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں خیر ہے اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لئے اس میں خیر ہے جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟ صحابہ نے عرض کیا: "ہاں یا رسول اللہ! ایسا قیمتی عمل ضرور بتائیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ اللہ کا ذکر ہے۔"

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تشریح: یہ حدیث دراصل قرآن مجید کی آیت "وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ" کی تشریح و تفسیر ہے۔ مطلب اس لحاظ سے کہ وہ اصلاً و بالذات مقصد اعلیٰ ہے اور اللہ کی رضا اور اس کے تقرب کا سب سے قریبی ذریعہ ہے، وہ دوسرے تمام اعمال سے بہتر اور بالاتر ہے۔ اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی خاص حالت میں اور کسی ہنگامی موقع پر صدقہ اور انفاق لوجہ اللہ یا جہاد و قتال فی سبیل اللہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہو جائے۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عمل ایک اعتبار سے افضل و اہم ہو اور دوسرے اعتبار سے کوئی دوسرا عمل زیادہ اہمیت رکھتا ہو۔ آگے درج ہونے والی حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیثوں کا مطلب مدعا بھی قریب قریب یہی ہے اور ان میں سے ہر حدیث سے دوسری حدیث کی شرح اور تائید ہوتی ہے۔

۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ؟ وَأَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ الذّٰكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَالذّٰكِرَاتُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمِنَ الْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا فَإِنَّ الذّٰكِرَ لِلّٰهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً (رواه احمد والترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! بندوں میں کون (یعنی کس عمل کا کرنے والا) سب سے افضل ہے اور قیامت میں کس کو اللہ کے ہاں زیادہ بلند درجہ ملنے والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کو زیادہ یاد کرنے والے بندے اور زیادہ یاد کرنے والی بندیاں۔ (یعنی افضلیت اور قیامت میں درجہ کی بلندی انہیں کے لئے ہے) عرض کیا گیا: "یا رسول اللہ! کیا ان لوگوں کا درجہ اس بندے سے بھی اونچا ہے جو (سر بکف ہو کر) راہ خدا میں جہاد کرے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی بندے نے (اس طرح جہاد میں جانبازی کی کہ) دشمنان حق (کفار و مشرکین) کی صفوں میں گھس کر تلوار چلائی یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ دشمنوں کے ہاتھوں سے زخمی ہو کر خون میں تر اور رنگین ہو گیا تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا بندہ درجہ میں اس سے افضل ہے۔" (مسند احمد، جامع ترمذی)

۸) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَالَ وَلَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ (رواه البیہقی فی الدعوات الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: "ہر چیز کی

صفائی کے لئے کوئی صیقل ہے اور قلوب کی صیقل (یعنی ان کی صفائی کا خاص مسالہ) ذکر اللہ ہے اور اللہ کے عذاب سے بچانے اور نجات دلانے میں اللہ کا ذکر جس قدر مؤثر ہے اتنی کوئی دوسری چیز مؤثر نہیں۔" لوگوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "ہاں! وہ جہاد بھی عذاب خداوندی سے نجات دلانے میں ذکر کے برابر مؤثر نہیں جس کا کرنے والا ایسی جانبازی سے جہاد کرے کہ تلوار چلاتے چلاتے اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے۔"

تشریح اصل حقیقت یہی ہے کہ سارے اعمال صالحہ کے مقابلہ میں "ذکر اللہ" افضل اور عند اللہ محبوب ترہے (ولذکر اللہ اکبر) بندے کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب اور اس کی وجہ سے جو سعادت اور شرف ذکر کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ کسی دوسرے عمل کے وقت نہیں ہوتا بشرطیکہ یہ ذکر عظمت اور محبت و خشیت اور دل کی توجہ کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "فاذکرونی اذکرکم" (تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) اور حدیث قدسی: "انا جلیس من ذکرنی" ..... "وانا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ" (میں اپنے ذکر کرنے والے بندے کے ساتھ اور اس کا ہم نشین رہتا ہوں) ..... اور میرا بندہ جب میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے لب میرا ذکر کرنے سے حرکت کرتے ہیں تو بس اس کے بالکل پاس اور ساتھ ہوتا ہوں) بہر حال قرآن و حدیث کے ان واضح نصوص کا مدعا یہی ہے کہ تمام اعمال صالحہ میں ذکر اللہ ہی افضل اور عند اللہ محبوب تر اور اس کے قرب و رضا کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ البتہ یہ ملحوظ رہے کہ اس ذکر میں اور نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ اس قسم کی عبادات سب داخل ہیں۔

خاص ذکر لسانی کی فضیلت

(۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ فَقَالَ طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ حضرت عبداللہ بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ "یا رسول اللہ! آدمیوں میں کون بہتر ہے؟" (یعنی کس قسم کے آدمیوں کا انجام زیادہ اچھا ہونے والا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ جن کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔" پھر انہوں نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! اعمال میں کونسا عمل افضل ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ تم دنیا کو خیر باد کہو اور اس وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔" (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح پہلے سوال کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اچھے اعمال کے ساتھ عمر جتنی زیادہ ہوگی بندہ اتنی ہی ترقی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کا اسی قدر زیادہ مستحق ہوگا۔ دوسرے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے سب سے اچھا عمل یہ بتایا کہ مرتے دم تک اور خاص کر آخری وقت میں بندہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہو۔ یعنی اس کی زبان پر ذوق اور لذت کے ساتھ اللہ کا نام ہو۔

بلاشبہ یہ عمل اور یہ حال بڑا ہی عزیز اور قیمتی ہے اور جو بندہ اس کی قدر جانتا ہو وہ سب کچھ دے کے بھی اس کو لینے کے لئے خوشی سے آمادہ ہو گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ دولت اسی بندے کو نصیب ہو گی جو زندگی میں اللہ کے ذکر سے خاص مناسبت پیدا کر لے اور ذکر اللہ اس کی روح کی غذا بن جائے۔

(۱۰) **عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اَبْوَابَ الْخَيْرِ كَثِيْرَةٌ وَّلَا اَسْتَطِيْعُ الْقِيَامَ بِكُلِّهَا فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ شَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ وَلَا تُكْثِرْ عَلَىَّ فَاَنْسٰى قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ.** (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر (ﷺ) نیکی کے ابواب (یعنی ثواب کے کام) بہت ہیں اور یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کہ میں ان سب کو بجا لاؤں لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں اور اس پر کاربند ہو جاؤں (اور بس وہی میرے لئے کافی ہو جائے) اور اس کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ بتائیں وہ بہت زیادہ بھی نہ ہو کیونکہ خطرہ ہے کہ میں اس کو یاد بھی نہ رکھ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (بس اس کا اہتمام کرو اور اس کی عادت ڈالو کہ) تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تمہاری فلاح و کامیابی کے لئے بس یہی کافی ہے کہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان رہو۔

(۱۱) **عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ.** (رواه احمد وابو يعلى)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر اتنا اور اس طرح کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ دیوانہ ہے۔

تشریح: اہل دنیا جو تعلق باللہ کی دولت سے محروم ہیں جب کسی ایسے اللہ والے کو دیکھتے ہیں جس کو یہ دولت نصیب ہے اور اس کی وجہ سے وہ دنیا کی طرف سے کسی قدر بے فکر اور اللہ کی یاد اور اس کی رضا طلبی میں منہمک ہے اور اسی کے نام کی رٹ لگا رہا ہے تو اپنے خیال کے مطابق وہ اس کو دیوانہ کہتے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود ہی دیوانے ہیں۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد　　اوست فرزانہ کہ فرزانہ نہ شد

ذکر اللہ سے غفلت کا انجام حسرت و محرومی اور دل کی قساوت

(۱۲) **عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ** (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص کہیں بیٹھا اور اس

نشست میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اس کے لئے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگی' اور اسی طرح جو شخص کہیں لیٹا اور اس میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ لیٹنا اس کے لئے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگا۔ (ابو داؤد)

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُكْثِرُ والْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِىْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اس سے دل میں قساوت (سختی اور بے حسی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ سے زیادہ دور ہے جس کے قلب میں قساوت ہو۔ (جامع ترمذی)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اللہ کے ذکر کے بغیر زبان زیادہ چلانے کا عادی ہوگا اس کے دل میں قساوت یعنی بے حسی اور بے نوری پیدا ہوگی اور وہ اللہ کے قرب اور اس کی خاص رحمت سے محروم رہے گا۔ اعاذنا اللہ منه

کلماتِ ذکر اور ان کی فضیلت و برکت

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اللہ کے ذکر کی ترغیب دی اور تاکید فرمائی اسی طرح اس کے خاص کلمات بھی تلقین فرمائے اگر یہ نہ ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ علم و معرفت کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اللہ کا ذکر اس طرح کرتے جو اس کے شایانِ شان نہ ہوتا یا جس سے بجائے حمد و ثنا کے معاذ اللہ اس کی تنقیص ہوتی۔ عارف رومی نے اپنی مثنوی میں حضرت موسیٰ اور ایک چرواہے کی جو حکایت بیان کی ہے وہ اسی کی ایک مثال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلماتِ ذکر تلقین فرمائے ہیں وہ معنوی لحاظ سے مندرجہ ذیل چند قسموں میں سے کسی ایک قسم کے ہیں: یا تو ان میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس ہے (یعنی ان کا مفہوم اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بات سے منزہ اور پاک ہے جس میں عیب و نقص کا شائبہ بھی ہو) "سبحان اللہ" کا یہی مفہوم اور مدعا ہے۔ یا ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے (یعنی ان کا مفہوم اور مدعا یہ ہے کہ ساری خوبیاں اور تمام کمالی صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اور اس لئے حمد و ثنا اسی کو سزاوار ہے۔ "الحمد للہ" کی یہی خصوصیت ہے۔ یا ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی شان یکتائی کا بیان ہے۔ چنانچہ "لا الہ الا اللہ" کی یہی شان ہے۔ یا ان میں اللہ تعالیٰ کی اس شان عالی کا اظہار ہے کہ ہم نے اس کے بارے میں منفی اور مثبت طور پر جو کچھ جانا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند و بالا اور وراء الوراء ہے۔ "اللہ اکبر" کا یہی مفہوم و مدعا ہے۔ یا ان کلمات میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ نہیں لہٰذا وہی اس کا حقدار ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اور اس پر بھروسہ کیا جائے۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کی یہی نوعیت اور خصوصیت ہے۔

اس طرح کے کلماتِ ذکر کے علاوہ مختلف اوقات اور مختلف حاجتوں کے لئے دعائیں آپ نے تعلیم

فرمائیں۔ ان کے بارے میں انشاء اللہ آگے مستقلاً لکھا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے آگے درج ہونے والی حدیثوں میں جن کلمات ذکر کی تلقین فرمائی ہے وہ اختصار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس اور تحمید و توحید اور اس کی شان کبریائی و صمدیت کے بیان میں بلاشبہ معجزانہ شان رکھتے ہیں اور اس کی معرفت کے گویا دروازے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اس سلسلہ کے رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات ذیل میں پڑھئے۔

(۱۴) **عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" اور "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (صحیح مسلم)

تشریح: اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں "أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ" کے بجائے "أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ أَرْبَعٌ" کے الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ سب کلموں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے یہ چار کلمے ہیں۔

(۱۵) **عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَأَنْ أَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس دنیا کی وہ تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی اور اس کی شعاعیں پڑتی ہیں ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" کہوں۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ان چاروں کلموں کا اجمالی مفہوم اوپر کی تمہیدی سطروں میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا ہوگا کہ یہ نہایت مختصر اور ہلکے پھلکے چار کلمے اللہ تعالیٰ کی تمام مثبت و منفی صفات کمال پر کس قدر حاوی ہیں۔ بعض عرفاء کاملین نے لکھا ہے کہ:-

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ جو اس کی تمام صفات کمال کی ترجمانی کرتے ہیں ان میں سے کسی کا مفہوم بھی ان چار کلموں سے باہر نہیں ہے۔ مثلاً "القدوس" "السلام" "الطاهر" جیسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ہر عیب و نقص کی نفی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کا مفہوم ان سب پر حاوی ہے۔ اسی طرح "الرحمن" "الرحيم" "الكريم" "العليم" "القدير" "السميع" "البصير" "العزيز" "الحكيم" جیسے وہ تمام اسماء حسنیٰ جو اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں وہ سب الحمد للہ کے احاطے میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح جو اسماء حسنیٰ اس کی وحدانیت و یکتائی اور اس کی شان لاشریکی و بے مثالی پر دلالت کرتے ہیں جیسے "الواحد" "الاحد" وغیرہ

ان کی پوری ترجمانی کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کرتا ہے۔ علیٰ ہذا العلیّ، الاعلیٰ، الکبیر، المتعال جیسے اسماء حسنیٰ جن کا مفہوم و مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کسی نے جانا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند و بالا اور وراء الوراء ہے۔ بلاشبہ "اللہ اکبر" اس حقیقت کی بہترین تعبیر ہے۔

پس جس نے دل کے شعور و یقین کے ساتھ کہا "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" اس نے اللہ کی ساری ثناء و صفت بیان کر دی اور تمام اسماء حسنیٰ میں اللہ تعالیٰ کی جن ایجابی یا سلبی صفات کمال کا بیان ہے دل سے ان سب کی شہادت دے دی اس لئے یہ چار کلمے اپنی قدر و قیمت اور عظمت و برکت کے لحاظ سے بلاشبہ اس ساری کائنات کے مقابلے میں فائق ہیں جس پر سورج کی روشنی یا اس کی شعاعیں پڑتی ہیں۔ جن قلوب کو ایمان کی دولت نصیب ہے ان کے لئے یہ حقیقت بالکل وجدانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان کی یہ دولت نصیب فرمائے۔

۱۶) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى شَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ إِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوْبَ الْعَبْدِ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے آپ ﷺ نے اس پر اپنا عصائے مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے (اور ساتھ والوں نے وہ منظر دیکھا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کلمے "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے۔ (جامع ترمذی)

تشریح نیک اعمال کی اس خاصیت کا ذکر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ان کی برکت اور تاثیر سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ ارشاد ہے: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (یقینی بات ہے کہ نیکیاں گناہوں کو صفایا کر دیتی ہیں۔)

احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز اور صدقہ وغیرہ بہت سے اعمال صالحہ کی اس تاثیر کا خصوصیت سے بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ان چار کلموں کی یہ تاثیر بیان فرمائی اور درخت کے سوکھے پتے عصا کی ایک ضرب سے جھاڑ کے صحابہ کرام کو اس کا ایک نمونہ بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے اور ان کلموں کی عظمت و تاثیر سے استفادہ کی توفیق دے۔

۱۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے روزانہ سو دفعہ کہا (سبحان اللہ وبحمدہ) اس کے قصور معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ کثرت میں سمندر کے جھاگوں

میزان اعمال میں بڑے بھاری اور خداوند مہربان کو بہت پیارے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

تشریح ان دو کلموں کا زبان پر ہلکا ہونا تو ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہونا بھی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے لیکن میزان اعمال میں بھاری ہونے والی بات کا سمجھنا شاید بعض لوگوں کے لئے آسان نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح مادی چیزیں ہلکی اور بھاری ہوتی ہیں اور ان کا وزن معلوم کرنے کے لئے آلات ہوتے ہیں جن کو میزان (ترازو یا کانٹا) کہا جاتا ہے اسی طرح بہت سی غیر مادی چیزیں بھی ہلکی اور بھاری ہوتی ہیں اور ان کا ہلکا اور بھاری پن بتانے والا آلہ ہوتا ہے۔ وہی اس کی میزان ہوتی ہے۔ مثلاً حرارت اور برودت یعنی گرمی اور ٹھنڈک کہ ظاہر ہے کہ مادی چیزیں نہیں ہیں بلکہ کیفیات ہیں لیکن ان کا ہلکا اور بھاری پن تھرمامیٹر کے ذریعہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت میں اللہ کے نام کا وزن ہوگا کلمات ذکر کا وزن ہوگا تلاوت قرآن کا وزن ہوگا نماز کا وزن ہوگا۔ ایمان کا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی محبت کا وزن ہوگا۔ اس وقت یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ بعض بہت ہلکے پھلکے سمجھے گئے بے حد وزنی ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھی بھاری اور وزنی نہ ہوگی۔" لا يثقل مع اسم الله شئ۔

اس کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی حمد و ستائش کے ساتھ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو بڑی عظمت والا ہے۔

(۲۰) عَنْ جُوَيْرِيَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِیَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّذِیْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (رواہ مسلم)

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن نماز فجر پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے، وہ اس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں۔ پھر آپ ﷺ دیر کے بعد جب چاشت کا وقت آ چکا تھا واپس تشریف لائے حضرت جویریہ اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "میں جب سے تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت سے برابر اسی حال میں اور اسی طرح پڑھ رہی ہو؟" انہوں نے عرض کیا "جی ہاں!" آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمے تین دفعہ کہے اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفے کے ساتھ تولے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا وہ کلمے یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد اس کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کے عرش عظیم کے وزن کے برابر اور

اس کی ذات پاک کی رضا کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے مطابق۔ (صحیح مسلم)

(۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی اِمْرَاَةٍ وَ بَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی اَوْ حَصًی تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ (رواه الترمذی و ابو داؤد)

(ترجمہ) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہنچے ایک بیوی کے پاس اور ان کے آگے کھجور کی بہت گٹھلیاں تھیں (یا کنکریاں تھے) وہ ان گٹھلیوں (یا کنکریوں) پر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں تم کو وہ نہ بتادوں جو تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان ہے۔ (یا فرمایا کہ اس سے افضل ہے) وہ یہ ہے کہ تم اس طرح کہو

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ... وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ... وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ... وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ

سبحان اللہ ساری مخلوق کی تعداد کے مطابق۔ سبحان اللہ ساری زمینی مخلوقات کی تعداد کے مطابق۔ سبحان اللہ زمین و آسمان کے درمیان کی ساری مخلوقات کی تعداد کے مطابق جس کو وہ ابد الآباد تک پیدا فرمانے والا ہے۔

اور (اللہ اکبر) اسی طرح اور (الحمد للہ) اسی طرح اور (لا الہ الا اللہ) اسی طرح اور (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) اسی طرح (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک طریقہ جس طرح کثرت ذکر ہے اسی طرح ایک آسان تر طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر دیے جائیں جو کثرت تعداد پر دلالت کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں حضور ﷺ نے بتلایا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض حدیثوں میں کثرت ذکر کی ترغیب دی ہے اور قریب ہی وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے روزانہ سو دفعہ "سبحان اللہ وبحمدہ" کہنے والے کو گناہوں کے معاف کئے جانے کی خوشخبری سنائی ہے۔ اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث اور اس سے پہلے والی حضرت جویریہ کی حدیث سے کثرت ذکر کی نفی یا ناپسندیدگی سمجھنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ ان دونوں حدیثوں کا منشاء اور مدعا در اصل یہ ہے کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک زیادہ آسان طریقہ یہ بھی ہے اور خاص کر وہ لوگ جو اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے ذکر اللہ کے لئے زیادہ وقت فارغ نہ کر سکیں وہ اس طریقے سے بھی بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ "جس شخص کا مقصد اپنے باطن اور

اپنی زندگی کو ذکر کے رنگ میں رنگنا ہو اس کو کثرت ذکر کا طریقہ اختیار کرنا ناگزیر ہے اور جس کا مقصد ذکر سے صرف ثواب اخروی حاصل کرنا ہو اس کو ایسے کلمات ذکر کا انتخاب کرنا چاہئے جو معنوی لحاظ سے زیادہ فائق اور وسیع تر ہوں جیسے کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں تسبیح کا رواج تو نہیں تھا لیکن بعض حضرات اس مقصد کے لئے گٹھلیاں یا کنکریاں استعمال کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس میں اور تسبیح کے دانوں کے ذریعے شمار میں کوئی فرق نہیں بلکہ تسبیح دراصل اس کی ترقی یافتہ اور سہل شکل ہے۔ جن حضرات نے تسبیح کو بدعت قرار دیا ہے بلاشبہ انہوں نے شدت اور غلو سے کام لیا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ کی خاص فضیلت

(۲۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الذِّكْرِ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ." (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے افضل ذکر "لا الٰہ الا اللہ" ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تشریح: حضرت سمرہ بن جندب والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ سب کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں: سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور حضرت جابرؓ والی اس حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کو افضل ترین کلمہ فرمایا گیا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ دنیا بھر کے دوسرے سب کلموں اور کلاموں کے مقابلے میں تو یہ چاروں کلمے افضل ہیں لیکن ان میں باہم نسبتاً "لا الٰہ الا اللہ" افضل ہے کیونکہ لا الٰہ الا اللہ باقی تینوں کلموں کے مدعا کو بھی ضمنی طور پر اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ معبود برحق صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں تو اس کے ضمن میں یہ بات خود بخود آجاتی ہے کہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہے اور تمام صفات کمال کا وہ جامع ہے اور عظمت و کبریائی میں وہ برتر ہے کیونکہ جو لاشریک معبود ہو اس میں یہ سب باتیں ہونا لازمی ہیں۔ اس لئے جس نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے گویا وہ سب کچھ بھی کہہ دیا جو سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کے ذریعے کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں "لا الٰہ الا اللہ" کلمہ ایمان ہے۔ اور اسی لئے سب پیغمبروں کی تعلیم کا پہلا سبق ہے۔ نیز اپنے اپنے تجربہ کی بناء پر عرفاء اور صوفیاء کا اس پر گویا اتفاق ہے کہ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کے اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ موثر اسی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایمانی کیفیت کو قلب میں تازہ کرنے اور ترقی دینے کے لئے اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کا حکم دیا ہے۔ (۱)

---

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جددوا ایمانکم قیل یا رسول اللہ کیف نجدد ایماننا؟ قال اکثروا من قول لا الہ الا اللہ (رواہ احمد)

۲۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاقَالَ عَبْدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰی تُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو بندہ دل کے اخلاص سے کہے لا الٰہ الا اللہ اس کیلئے لازماً آسمانوں کے دروازے کھل جائیں گے یہاں تک کہ وہ کلمہ عرش الٰہی تک پہنچے گا بشرطیکہ وہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

اس حدیث میں کلمہ لا الہ الا اللہ کی ایک خاص فضیلت و خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر اخلاص سے یہ کلمہ کہا جائے اور اللہ سے دور کرنے والے بڑے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کلمہ براہ راست عرش الٰہی تک پہنچتا ہے اور خاص مقبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ اور ترمذی ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے:

وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَیْسَ لَهَا حِجَابٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْهِ.

کلمہ لا الہ الا اللہ کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں، یہ کلمہ سیدھا اللہ کے پاس پہنچتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کے دوسرے کلموں کے مقابلے میں اس کلمہ کی یہ ایک مخصوص فضیلت اور خصوصیت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ [illegible] میں فرماتے ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" میں بہت سے خواص ہیں۔ پہلی خاصیت یہ ہے کہ وہ شرک جلی کو ختم کرتا ہے۔ دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ شرک خفی کو بھی ختم کرتا ہے اور تیسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بندے کے اور معرفت الٰہی کے درمیان حجابات کو دور کرکے حصول معرفت اور قرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۲۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْكَ بِهٖ فَقَالَ یَا مُوْسٰی قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ یَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ یَقُوْلُ هٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِهٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ كِفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (رواہ البغوی فی شرح السنۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ "اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو کوئی کلمہ تعلیم فرما جس کے ذریعے میں تیرا ذکر کروں (یا یہ کہ جس کے ذریعے میں تجھے پکاروں) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے موسیٰ" لا الہ الا اللہ "کہا کرو۔" انہوں نے عرض کیا کہ "اے میرے رب یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو وہ کلمہ چاہتا ہوں جو آپ خصوصیت سے مجھے ہی بتائیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا وہ سب کائنات جس سے آسمانوں کی آبادی ہے اور ساتوں

زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو لا الہ الا اللہ کا وزن ان سب سے زیادہ ہوگا۔

تشریح — موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندگی اور محبت کا جو خاص تعلق تھا اور اس کی بنا پر قرب خصوصی کی جو قدرتی خواہش تھی اسی کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھے ذکر کا کوئی خاص کلمہ تعلیم فرمایا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کو لا الہ الا اللہ بتایا جو افضل الذکر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری استدعا کسی خاص کلمہ کے لئے ہے جس سے مجھے ہی نوازا جائے۔ الغرض کلمہ لا الہ الا اللہ کا عموم اس کی قدر و قیمت اور عظمت کے بارے میں ان کے لئے حجاب بن گیا۔ اس لئے ان کو بتلایا گیا کہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت زمین و آسمان کی ساری کائنات کے مقابلے میں زیادہ قیمتی اور بھاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ ہے کہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ یہ نعمت عظمیٰ ہر عامی کو بھی پہنچادی ہے۔ ہم کیف انبیاء و مرسلین کے لئے بھی کوئی کلمہ "لا الہ الا اللہ" سے زیادہ قیمتی اور بابرکت نہیں ہے۔

اس بے بہا نعمت خداوندی کا شکر یہی ہے کہ اس کلمہ پاک کو اپنا ورد بنایا جائے اور اس کی کثرت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے خاص رابطہ قائم کیا جائے۔

کلمہ توحید کی عظمت و برکت

(۲۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ.

(رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے سو دفعہ کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر (نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک ساجھی نہیں فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے اور ہر چیز پر اس کی قدرت ہے) تو وہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو خطائیں محو کردی جائیں گی اور یہ عمل اس کے لئے اس دن شام تک شیطان کے حملہ سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا اور کسی آدمی کا عمل اس کے عمل سے افضل نہ ہوگا سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔

تشریح — بے شک کلمہ توحید جس میں کلمہ لا الہ الا اللہ سے کچھ اور اضافہ ہے جس سے اس کے منفی و مثبت مضمون کی مزید تشریح اور وضاحت ہوتی ہے اتنا ہی عظیم القدر اور بابرکت ہے جتنا کہ اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے۔ مرنے کے بعد ان شاء اللہ یہ چیز ہم سب کے مشاہدے میں آجائے گی۔ بعض لوگوں کو ایسی

حدیثوں کے بارے میں شکوک و شبہات ہوتے ہیں جن میں کسی کلمہ کا اتنا بڑا ثواب بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ خود انہیں اپنی زندگی میں بارہا اس کا تجربہ ہوا ہو گا کہ برائی اور فساد کا ایک کلمہ آگ لگا دیتا ہے اور اس کے منحوس اثرات برسہا برس تک کے لئے خاندانوں اور گروہوں کی زندگیوں کو جہنم بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح کبھی خلوص سے نکلا ہوا ایک اصلاحی کلمہ، خیر و فساد کی بھڑکتی آگ کو بجھانے میں ٹھنڈے پانی کا کام کرتا ہے اور بے چینیوں اور تلخیوں کو دور کر کے زندگیوں کو باغ و بہار بنا دیتا ہے۔ انسان کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک کلمہ کے جو اثرات ہماری اس دنیا میں ہوتے ہیں ان میں غور و فکر کر کے آخرت کے ان سے بڑے اور دور رس نتائج و ثمرات کا سمجھنا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کی خاص فضیلت

(۴۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟ فَقُلْتُ بَلٰی فَقَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. (رواہ مسلم و البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک دن فرمایا "میں تمہیں وہ کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "ہاں حضرت ﷺ! ضرور بتائیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "وہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: اس کلمہ کے "کنز من کنوز الجنۃ" میں سے ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص یہ کلمہ اخلاص کے ساتھ پڑھے گا اس کے لئے اس کلمہ کے بے بہا اجر و ثواب کا خزانہ اور ذخیرہ جنت میں محفوظ کیا جائے گا جس سے وہ آخرت میں ویسا ہی فائدہ اٹھا سکے گا جیسا کہ ضرورت کے موقعوں پر محفوظ خزانوں سے اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا منشا اس لفظ سے اس کلمہ کی صرف عظمت اور قدر و قیمت بتانا ہے یعنی یہ کہ جنت کے خزانوں کے جواہرات میں سے یہ ایک جوہر ہے۔ کسی چیز کو بہت قیمتی بتانے کیلئے یہ بہترین تعبیر ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے لئے سعی و حرکت اور اس کے کرنے کی قوت و طاقت بس اللہ ہی سے مل سکتی ہے کوئی بندہ خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ دوسرا ایک مطلب جو اس کے قریب ہی قریب ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "گناہ سے باز آنا اور طاعت کا بجا لانا اللہ کی مدد و توفیق کے بغیر بندے سے ممکن نہیں۔"

(۴۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرْ مِنْ قَوْلِ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" فَاِنَّهَا مِنْ کَنْزِ الْجَنَّۃِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" زیادہ پڑھا کرو کیونکہ یہ خزانۂ جنت میں سے ہے۔ (جامع ترمذی)

۲۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ.

(رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "میں تم کو وہ کلمہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے اترا ہے اور خزانۂ جنت میں سے ہے وہ ہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (جب بندہ دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے تو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "یہ بندہ (اپنی انانیت سے دستبردار ہو کر) میرا تابعدار اور بالکل فرمانبردار ہو گیا۔" (دعوات کبیر بیہقی)

تشریح اس حدیث میں کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کو "مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ" کے علاوہ "مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ" بھی فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی دراصل اس کلمہ کی عظمت کے اظہار کا ایک عنوان ہے اور مطلب یہ ہے کہ مجھ پر اس کا نزول عرش الٰہی سے ہوا ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ بعض مشائخ طریقت کا ارشاد ہے کہ: "جس طرح شرک جلی و خفی اور قلب و نفس کی دوسری کدورتیں دور کرنے اور ایمان و معرفت کا نور حاصل کرنے میں کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" خاص اثر کرتا ہے۔ اسی طرح عملی زندگی درست کرنے یعنی معصیات اور منکرات سے بچنے اور نیکی کی راہ پر چلنے میں یہ کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" خاص اثر رکھتا ہے۔"

اسمائے حسنیٰ

حقیقی معنی میں اللہ پاک کا نام یعنی اسم ذات صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے "اللہ" البتہ اس کے صفاتی نام سینکڑوں ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں، انہی کو "اسماء حسنیٰ" کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام جعفر بن محمد صادق اور سفیان بن عیینہ اور بعض دوسرے اکابر امت سے نقل کیا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام تو صرف قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں۔ اور پھر انہی حضرات سے ان کی تفصیل اور تعیین بھی نقل کی ہے۔ اس کے بعد حافظ ممدوح نے ان میں سے بعض اسماء کے متعلق یہ تبصرہ کر کے کہ یہ اپنی خاص شکل میں قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں بلکہ استخراج اور اشتقاق کے طور پر وضع کئے گئے ہیں ان کے بجائے دوسرے اسماء قرآن مجید ہی سے نکال کے بتایا ہے کہ یہ ننانوے اسماء الٰہیہ قرآن مجید میں اپنی اصل شکل میں مذکور ہیں اور ان کی پوری فہرست دی ہے جو ان شاء اللہ عنقریب نقل ہو گی۔

ہمارے ہی زمانہ کے بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا تتبع احادیث سے کیا تو دو سو سے زائد ان کو ملے۔ یہ سارے صفاتی اسماء حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے صفات کمال کے عنوانات اور اس کی معرفت کے دروازے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک بڑی جامع اور تفصیلی شکل یہ بھی ہے کہ بندہ عظمت اور محبت کے ساتھ ان اسماء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور ان کو اپنا وظیفہ بنائے۔ اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں پڑھئے!

(۲۹) **عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.** (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام یعنی ایک کم سو نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: صحیحین کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے ان ننانوے ناموں کی تفصیل اور تعیین اس روایت میں نہیں کی گئی ہے۔ عنقریب ہی ان شاء اللہ جامع ترمذی وغیرہ کی اس روایت کا ذکر آئے گا جس میں تفصیل کے ساتھ یہ ننانوے نام بیان کئے گئے ہیں۔ شارحین حدیث اور علماء کا اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اسماء الٰہیہ صرف ننانوے میں منحصر نہیں ہیں اور یہ ان کی پوری تعداد نہیں ہے، کیونکہ تتبع اور تلاش کے بعد احادیث میں اس سے بہت زیادہ تعداد مل جاتی ہے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اور مدعا صرف یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو یاد کرے گا اور ان کی نگہداشت کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ یعنی صرف ننانوے ناموں کا احصاء کر لینے پر بندہ اس بشارت کا مستحق ہو جائے گا۔

حدیث پاک کے جملہ "مَنْ اَحْصَاهَا" کی تشریح میں علماء اور شارحین نے مختلف باتیں لکھی ہیں، ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء الٰہیہ کے مطالب سمجھ کر اور ان کی معرفت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کرے گا جن کے یہ عنوانات ہیں وہ جنت میں جائے گا۔ دوسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء حسنیٰ کے تقاضوں کو پورا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ تیسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ننانوے ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور ان کے ذریعے اس سے دعا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ امام بخاری نے "مَنْ اَحْصَاهَا" کی تشریح "مَنْ حَفِظَهَا" سے کی ہے بلکہ اس حدیث کی بعض روایات میں "مَنْ اَحْصَاهَا" کی جگہ "مَنْ حَفِظَهَا" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں اس لئے اس تشریح کو ترجیح دی گئی ہے اور اسی لئے ترجمہ میں اس عاجز نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بندہ ایمان اور عقیدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے ننانوے نام محفوظ کر لے اور ان کے ذریعہ اس کو یاد کرے وہ جنت میں جائے گا۔ واللہ اعلم

(۳۰) **عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ. هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ**

اَلْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ
الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ
الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ
الْمُحْيِيْ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ
الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِيْ الْمُتَعَالِيْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ
الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيْ الْمَانِعُ الضَّارُّ
النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ

(رواہ الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں (ایک کم سو) جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔
(ان ناموں کی تفصیل یہ ہے۔)

وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں وہ ہے الرحمٰن (بڑی رحمت والا) الرحیم (نہایت مہربان) الملک (حقیقی بادشاہ اور فرمانروا) القدوس (نہایت مقدس اور پاک) السلام (جس کی ذاتی صفت سلامتی ہے) المؤمن (امن و امان عطا فرمانے والا) المہیمن (پوری نگہبانی فرمانے والا) العزیز (غلبہ اور عزت جس کی ذاتی صفت ہے اور جو سب پر غالب ہے) الجبار (صاحب جبروت ہے، ساری مخلوق اس کے زیر تصرف ہے) المتکبر (کبریائی اور بڑائی اس کا حق ہے) الخالق (پیدا فرمانے والا) الباری (ٹھیک بنانے والا) المصور (صورت گری کرنے والا) الغفار (گناہوں کا بہت زیادہ بخشنے والا) القہار (سب پر پوری طرح غالب اور قابو یافتہ جس کے سامنے سب عاجز اور مغلوب ہیں) الوہاب (بغیر کسی عوض اور منفعت کے خوب عطا فرمانے والا) الرزاق (سب کو روزی دینے والا) الفتاح (سب کے لئے رحمت اور رزق کے دروازے کھولنے والا) العلیم (سب کچھ جاننے والا) القابض، الباسط (تنگی کرنے والا، فراخی کرنے والا۔ یعنی اس کی شان یہ ہے کہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق کبھی کسی کے حالات میں تنگی پیدا کرتا ہے اور کبھی فراخی کر دیتا ہے) الخافض، الرافع (پست کرنے والا، بلند کرنے والا) المعز، المذل (عزت دینے والا، ذلت دینے والا) (یعنی کسی کو نیچا اور کسی کو اونچا کرنا، کسی کو عزت دے کر سرفراز کرنا اور کسی کو قعر ذلت میں گرا دینا اس کے قبضہ و اختیار میں ہے، اور یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہوتا ہے) السمیع البصیر (سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا) الحکم العدل (حاکم حقیقی، سراپا عدل و انصاف) اللطیف (لطافت اور لطف و کرم جس کی ذاتی صفت ہے) الخبیر (ہر بات سے باخبر) الحلیم (نہایت بردبار) العظیم (بڑی عظمت والا، سب سے بزرگ و برتر) الغفور (بہت بخشنے والا) الشکور (حسن عمل کی قدر کرنے والا اور بہتر سے بہتر جزا دینے والا) العلی، الکبیر (سب سے بالا، سب سے بڑا) الحفیظ (سب کا نگہبان) المقیت (سب کو سامان حیات فراہم کرنے والا) الحسیب

(سب کے لئے کفایت کرنے والا) الجلیل (عظیم القدر) الکریم (صاحب کرم) الرقیب (نگہبان اور محافظ) المجیب (قبول فرمانے والا) الواسع (وسعت رکھنے والا) الحکیم (سب کام حکمت سے کرنے والا) الودود (اپنے بندوں کو چاہنے والا) المجید (بزرگی والا) الباعث (اٹھانے والا' موت کے بعد مردوں کو جلانے والا) الشہید (حاضر جو سب کچھ دیکھتا ہے اور جانتا ہے) الحق (جس کی ذات اور جس کا وجود اصلاً حق ہے) الوکیل (کارساز حقیقی) القوی' المتین (صاحب قوت' اور بہت مضبوط) الولی (سرپرست مددگار) الحمید (مستحق حمد و ستائش) المحصی (سب مخلوقات کے بارے میں پوری معلومات رکھنے والا) المبدئ' المعید (پہلا وجود بخشنے والا' دوبارہ زندگی دینے والا) المحیی' الممیت (زندگی بخشنے والا' موت دینے والا) الحی (زندۂ جاوید' زندگی جس کی ذاتی صفت ہے) القیوم (خود قائم رہنے والا اور سب مخلوق کو اپنی مشیت کے مطابق قائم رکھنے والا) الواجد (سب کچھ اپنے پاس رکھنے والا) الماجد (بزرگی اور عظمت والا) الواحد' الاحد (ایک اپنی ذات میں' اور یکتا اپنی صفات میں) الصمد (سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج) القادر' المقتدر (قدرت والا' سب پر کامل اقتدار رکھنے والا) المقدم' المؤخر (جسے چاہے آگے کر دینے والا اور جسے چاہے پیچھے کر دینے والا) الاول' الآخر (سب سے پہلے اور سب سے پیچھے) (یعنی جب کوئی نہ تھا' کچھ نہ تھا' جب بھی وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ رہے گا کچھ نہ رہے گا وہ اس وقت اور اس کے بعد بھی موجود رہے گا۔) الظاہر' الباطن (بالکل آشکار اور بالکل مخفی) الوالی (مالک و کارساز) المتعالی (بہت بلند و بالا) البر (بڑا محسن) التواب (توبہ کی توفیق دینے والا اور توبہ قبول کرنے والا) المنتقم (مجرمین کو کیفر کردار کو پہنچانے والا) العفو (بہت معافی دینے والا) الرؤف (بہت مہربان) مالک الملک (سارے جہان کا مالک) ذو الجلال والاکرام (صاحب جلال اور بہت کرم فرمانے والا۔ جس کے جلال سے بندہ ہمیشہ خائف رہے اور جس کے کرم سے ہمیشہ امید رکھے) المقسط (حقدار کا حق ادا کرنے والا عادل و منصف) الجامع (ساری مخلوق کو قیامت کے دن یکجا کرنے والا) الغنی' المغنی (خود بے نیاز جس کو کسی سے کوئی حاجت نہیں' اور اپنی عطا کے ذریعہ بندوں کو بے نیاز کر دینے والا) المانع (روک دینے والا ہر اس چیز کو جس کو روکنا چاہے) الضار' النافع (اپنی حکمت اور مشیت کے تحت ضرر پہنچانے والا اور نفع پہنچانے والا) النور (سراپا نور) الہادی (ہدایت دینے والا) البدیع (بغیر مثال سابق کے مخلوق کا پیدا فرمانے والا) الباقی (ہمیشہ رہنے والا جس کو کبھی فنا نہیں) الوارث (سب کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا) الرشید (صاحب رشد و حکمت جس کا ہر فعل اور فیصلہ درست ہے) الصبور (بڑا صابر کہ بندوں کی بڑی سے بڑی نافرمانیاں دیکھتا ہے اور فوراً عذاب بھیج کر ان کو تہس نہس نہیں کر دیتا) (رواہ الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ابتدائی حصہ بالکل وہی ہے جو صحیحین کے حوالے

سے ابھی اوپر نقل ہو چکا ہے۔ البتہ اس میں ننانوے ناموں کی تفصیل بھی ہے جو صحیحین کی روایت میں نہیں ہے۔ اس بناء پر بعض محدثین اور شارحین حدیث کی یہ رائے ہے کہ حدیث مرفوع یعنی رسول اللہ ﷺ کا اصل ارشاد بس اسی قدر ہے جتنا صحیحین کی روایت میں ہے یعنی "إن لله تسعة وتسعين اسما مائة إلا واحدا من أحصاها دخل الجنة" (اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کا احصا کیا وہ جنت میں جائے گا) اور ترمذی کی اس روایت میں اور اسی طرح ابن ماجہ اور حاکم وغیرہ کی روایتوں میں جو ننانوے نام بہ تفصیل ذکر کئے گئے ہیں وہ ارشاد نبوی ﷺ کا جز نہیں ہیں، بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی شاگرد نے حدیث کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی تفسیر کے طور پر قرآن و حدیث میں وارد شدہ یہ اسماء الٰہیہ ذکر کر دیے ہیں گویا محدثین کی اصطلاح میں یہ اسماء حسنیٰ مدرج ہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم کی روایات میں ننانوے ناموں کی جو تفصیل ذکر کی گئی ہے اس میں بہت بڑا فرق اور اختلاف ہے۔ اگر یہ ننانوے اسماء حسنیٰ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم فرمائے ہوئے ہوتے تو ان میں اتنا اختلاف اور فرق ناممکن تھا۔

بہر حال یہ تو فن حدیث و روایت کی ایک بحث ہے مگر اتنی بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ترمذی کی مندرجہ بالا روایت میں اور اسی طرح ابن ماجہ وغیرہ کی روایات میں جو ننانوے اسماء حسنیٰ ذکر کئے گئے ہیں وہ سب قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ننانوے اسماء الٰہیہ کے احصاء پر (محفوظ کرنے پر) جو بشارت سنائی ہے اس کے وہ بندے یقیناً مستحق ہیں جو اخلاص اور عظمت کے ساتھ ان اسماء حسنیٰ کو محفوظ کریں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس کی لم اور اس کے سبب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "جو صفات کمال حق تعالیٰ کے لئے ثابت کی جانی چاہئیں اور جن چیزوں کی اس کی ذات پاک سے نفی کی جانی چاہئے ان ننانوے اسماء حسنیٰ میں وہ سب کچھ آجاتا ہے" اس بناء پر یہ اسماء حسنیٰ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مکمل اور صالح نصاب ہیں اور اسی وجہ سے ان کے مجموعہ میں غیر معمولی برکت ہے اور عالم قدس میں ان کو خاص قبولیت حاصل ہے اور جب کسی بندے کے اعمال نامہ میں یہ اسماء الٰہیہ ثبت ہوں تو یہ اس کے حق میں رحمت الٰہی کے فیصلے کے موجب ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

ترمذی کی مندرجہ بالا روایت میں جو ننانوے اسماء حسنیٰ ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے دو تہائی تو قرآن مجید میں مذکور ہیں باقی احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق وغیرہ جن حضرات نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام قرآن مجید میں موجود ہیں ان کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے اور اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی آخری کاوش کا بھی حوالہ دیا جا چکا ہے کہ انہوں نے صرف قرآن مجید سے وہ ننانوے اسماء الٰہیہ نکالے ہیں جو اپنی اصل شکل میں قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اگر ان محدثین اور شارحین کی بات مان لی جائے جن کی رائے ہے کہ ترمذی کی مندرجہ بالا روایت میں

جو اسماء حسنیٰ ذکر کئے گئے ہیں یہ حدیث مرفوع کا جزء نہیں ہیں بلکہ کسی راوی کی طرف سے مُدرَج ہیں (۱) یعنی حدیث کے اجمال کی تفصیل کے طور پر انہوں نے قرآن و حدیث میں وارد شدہ ان ناموں کا اضافہ کر دیا ہے تو پھر حافظ ابن حجر کی پیش کردہ وہ فہرست قابلِ ترجیح ہونی چاہئے جس کے سب اسماء بغیر کسی خاص تصرف کے قرآن مجید ہی سے لئے گئے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی وہ فہرست فتح الباری سے نقل کرتے ہیں انہوں نے اسمِ ذات اللہ کو بھی ان ننانوے ناموں میں شمار کیا ہے بلکہ اسی سے اپنی فہرست کا آغاز کیا ہے۔

ننانوے اسماءِ حسنیٰ جو سب کے سب قرآن مجید میں ہیں

اَللّٰهُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلْمَلِكُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلسَّلَامُ
اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْخَالِقُ
اَلْبَارِئُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْقَهَّارُ	اَلتَّوَّابُ	اَلْوَهَّابُ
اَلْخَلَّاقُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلْعَلِيْمُ	اَلْحَلِيْمُ	اَلْعَظِيْمُ
اَلْوَاسِعُ	اَلْحَكِيْمُ	اَلْحَيُّ	اَلْقَيُّوْمُ	اَلسَّمِيْعُ	اَلْبَصِيْرُ
اَللَّطِيْفُ	اَلْخَبِيْرُ	اَلْعَلِيُّ	اَلْكَبِيْرُ	اَلْمُحِيْطُ	اَلْقَدِيْرُ
اَلْمَوْلٰى	اَلنَّصِيْرُ	اَلْكَرِيْمُ	اَلرَّقِيْبُ	اَلْقَرِيْبُ	اَلْمُجِيْبُ
اَلْوَكِيْلُ	اَلْحَسِيْبُ	اَلْحَفِيْظُ	اَلْمُقِيْتُ	اَلْوَدُوْدُ	اَلْمَجِيْدُ
اَلْوَارِثُ	اَلشَّهِيْدُ	اَلْوَلِيُّ	اَلْحَمِيْدُ	اَلْحَقُّ	اَلْمُبِيْنُ
اَلْقَوِيُّ	اَلْمَتِيْنُ	اَلْغَنِيُّ	اَلْمَالِكُ	اَلشَّدِيْدُ	اَلْقَادِرُ
اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْقَاهِرُ	اَلْكَافِيْ	اَلشَّاكِرُ	اَلْمُسْتَعَانُ	اَلْفَاطِرُ
اَلْبَدِيْعُ	اَلْغَافِرُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاٰخِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلْبَاطِنُ
اَلْكَفِيْلُ	اَلْغَالِبُ	اَلْحَكَمُ	اَلْعَالِمُ	اَلرَّفِيْعُ	اَلْحَافِظُ
اَلْمُنْتَقِمُ	اَلْقَائِمُ	اَلْمُحْيِيْ	اَلْجَامِعُ	اَلْمَلِيْكُ	اَلْمُتَعَالُ
اَلنُّوْرُ	اَلْهَادِيْ	اَلْغَفُوْرُ	اَلشَّكُوْرُ	اَلْعَفُوُّ	اَلرَّءُوْفُ
اَلْاَكْرَمُ	اَلْاَعْلٰى	اَلْبَرُّ	اَلْحَفِيُّ	اَلرَّبُّ	اَلْاِلٰهُ

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں اسی کو راجح بتایا ہے۔ ۱۲

اَلْوَاحِدُ	اَلْاَحَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلَّذِیْ	لَمْ يَلِدْ	وَلَمْ يُوْلَدْ
		وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ	كُفُوًا اَحَدٌ		

ننانوے اسماء حسنیٰ جو ترمذی کی روایت میں مذکور ہیں اور اسی طرح یہ جو حافظ ابن حجر نے قرآن مجید سے نکالے ہیں بلاشبہ ان میں سے ہر ایک معرفت الٰہی کا دروازہ ہے۔ علمائے امت نے مختلف زمانوں میں ان کی شرح میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مہمات میں ان کے ذریعہ دعا کرنا بہت سے اہل اللہ کے خاص معمولات میں سے ہے اور اس کی قبولیت مجرب ہے۔

اسم اعظم

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بعض وہ ہیں جن کو اس لحاظ سے خاص عظمت و امتیاز حاصل ہے کہ جب انکے ذریعہ دعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے۔

ان اسماء کو حدیث میں "اسم اعظم" کہا گیا ہے لیکن صفائی اور صراحت کے ساتھ ان کو متعین نہیں کیا گیا ہے بلکہ کسی درجہ میں ان کو مبہم رکھا گیا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ "لیلۃ القدر" کو اور "جمعہ" کے دن قبولیت دعا کے خاص وقت کو مبہم رکھا گیا ہے۔ احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی اسم پاک "اسم اعظم" نہیں ہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں بلکہ متعدد اسماء حسنیٰ کو "اسم اعظم" کہا گیا ہے۔

نیز انہی احادیث سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ عوام میں اسم اعظم کا جو تصور ہے اور اس کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں اصل حقیقت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس سلسلہ کی احادیث ذیل میں پڑھی جائیں:

(۳۱) عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَا اللهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک آدمی کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کر رہا تھا "اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اسکے کہ بس تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں اکیلا اور یکتا ہے بالکل بے نیاز ہے اور سب تیرے محتاج ہیں نہ کوئی تیری اولاد نہ تو کسی کی اولاد اور نہ تیرا کوئی ہمسر" رسول اللہ نے (جب اس بندے کو یہ دعا کرتے سنا تو) فرمایا کہ اس بندے نے اللہ سے اسکے اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے جب اسکے وسیلے سے اس سے مانگا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اسکے وسیلے سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت

ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت بھی ذکر اللہ کی ایک قسم ہے اور بعض حیثیتوں سے سب سے افضل اور اعلیٰ قسم ہے۔ اس میں بندے کی مشغولیت اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تشبیہ اور مثال سے وراء الوراء ہے، لیکن ناچیز راقم سطور نے اس حقیقت کو اپنے اس ذاتی تجربہ سے خوب سمجھا ہے کہ جب کبھی کسی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ میری لکھی ہوئی کوئی کتاب قدر اور توجہ سے پڑھ رہا ہے تو دل سرور سے بھر گیا اور اس شخص سے ایک خاص تعلق اور لگاؤ پیدا ہو گیا ایسا تعلق اور لگاؤ جو بہت سے قریبی عزیزوں، دوستوں سے بھی نہیں ہوتا۔ بہرحال میں نے تو اپنے اسی تجربہ سے یہ سمجھا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے پاک کلام قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنتا اور دیکھتا ہوگا، تو اس بندہ پر اس کو کیسا پیار آتا ہوگا (الا یہ کہ اپنے کسی شدید جرم کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے پیار اور نظر کرم کا مستحق ہی نہ ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قرآن مجید کی عظمت سے آشنا کرنے اور اس کی تلاوت وغیرہ کی ترغیب دینے کے لئے مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں۔ ہم نے بھی اس سلسلہ کی احادیث کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے وہ نفع اٹھانے کی توفیق دے، جو ان کا اصل مقصد ہے۔

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت

قرآن مجید کی بے انتہا عظمت کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے، یہاں تک کہ زمینی مخلوقات میں کعبۃ اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی مقدس ہستیاں، اور عالم بالا و عالم غیب کی مخلوقات میں عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور جنت کی نعمتیں اور اللہ کے مقرب ترین فرشتے، یہ سب اپنی معلوم و مسلم عظمت کے باوجود غیر اللہ اور مخلوق ہیں۔ لیکن قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس سے الگ کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقی صفت ہے جو اس کی ذات عالی کے ساتھ قائم ہے۔ یہ اللہ پاک کا بے انتہا کرم اور اس کی عظیم تر نعمت ہے کہ اس نے اپنے رسول امین ﷺ کے ذریعے وہ کلام ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس لائق بنایا کہ اس کی تلاوت کر سکیں اور اپنی زبان سے اس کو پڑھ سکیں، پھر اس کو سمجھ کر اپنی زندگی کا راہنما بنا سکیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور کی مقدس وادی میں ایک مبارک درخت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام سنوایا تھا۔ کتنا خوش قسمت تھا وہ بے جان درخت جس کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنوانے کے لئے بطور آلہ کے استعمال فرمایا تھا۔ جو بندہ اخلاص اور عظمت و احترام کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت

کرتا ہے اس کو اس وقت شجرۂ موسوی والا یہ شرف نصیب ہوتا ہے اور گویا وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ انسان اس سے آگے کسی شرف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس مختصر تمہید کے بعد قرآن مجید کی عظمت و فضیلت کے بیان میں رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل چند حدیثیں پڑھئے:

(۳۴) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ تَعَالَى عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ. (رواه الترمذی والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دعا کرنے سے میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے اور کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو۔ (جامع ترمذی، سنن دارمی، شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: اس سلسلہ معارف الحدیث میں پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کوئی بات فرمائیں اور وہ بات قرآن مجید میں نہ ہو تو خاص عرف و اصطلاح میں ایسی حدیثوں کو "حدیث قدسی" کہتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ حدیث بھی اسی طرح کی ہے۔ اس میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں؛ ایک یہ کہ اللہ کے جس بندے کو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے ایسا شغف ہو کہ وہ دن رات اسی میں لگا رہتا ہو یعنی اس کی تلاوت میں اس کے پڑھنے میں اس کے تدبر اور تفکر میں یا اس کے سیکھنے سکھانے میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہتا ہو اور قرآن پاک میں اس ہمہ وقتی مشغولیت کی وجہ سے اس کے علاوہ اللہ کے ذکر اس کی حمد و تسبیح اور اس سے دعائیں کرنے کا موقع ہی اس کو نہ ملتا ہو تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ کچھ خسارے میں رہے گا اور ذکر و دعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ اس کو نہ پا سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسے بندوں کو میں اس سے زیادہ اور اس سے بہتر دوں گا جو ذکر کرنے والے اور دعائیں مانگنے والے اپنے بندوں کو دیتا ہوں۔"
دوسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں کے مقابلے میں ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت قائمہ ہے۔

(۳۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللهُ، وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللهُ، وَهُوَ

قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ. (الجن ۷۲: ۱، ۲)

ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔

جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب ہو گی۔ (جامع ترمذی، مسند دارمی)

تشریح: یہ حدیث قرآن کریم کی عظمت و فضیلت کے بیان میں بلاشبہ نہایت جامع حدیث ہے۔ اس میں جو کلمات اور جو جملے وضاحت طلب تھے انکی وضاحت ترجمہ ہی میں کر دی گئی ہے۔

قرآن کا معلم اور متعلم

۳۶) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سب سے بہتر اور افضل بندہ وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔" (صحیح بخاری)

تشریح: قرآن مجید کو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے جب دوسرے کلاموں پر اس طرح کی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے جس طرح کی اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا سیکھنا سکھانا دوسرے تمام اچھے کاموں سے افضل و اشرف ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم پیغمبرانہ وظیفہ وحی کے ذریعہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے لینا اس کی حکمت کو سمجھنا اور دوسروں تک اس کو پہنچانا اور اس کو سمجھانا تھا اس لئے اب قیامت تک جو بندہ قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے کو اپنا شغل اور وظیفہ بنائے گا وہ گویا رسول اللہ ﷺ کے خاص مشن کا علمبردار اور خادم ہوگا اور اس کو آنحضرت ﷺ سے خاص الخاص نسبت حاصل ہوگی۔ اس بناء پر قرآن پاک کے متعلم اور معلم کو سب سے افضل و اشرف ہونا ہی چاہئے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جبکہ قرآن مجید کا یہ سیکھنا سکھانا اخلاص کے ساتھ اور اللہ کے لئے ہو اگر بد قسمتی سے کسی دنیوی غرض کے لئے قرآن سیکھنے سکھانے کو کوئی اپنا پیشہ بنائے تو حدیث پاک میں ہے کہ وہ ان بدنصیبوں میں سے ہو گا جو سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس کا اولین ایندھن بنیں گے۔ اللّٰهم احفظنا

(یہ حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے معارف جلد دوم کے بالکل آخر میں درج ہو چکی ہے)

حامل قرآن پر رشک برحق

۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ

النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ. (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صرف دو آدمی قابل رشک ہیں (اور ان پر رشک آنا برحق ہے) ایک وہ جس کو اللہ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی پھر وہ دن اور رات کے اوقات میں اس میں لگا رہتا ہے، اور دوسرا وہ خوش نصیب آدمی جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ دن اور رات کے اوقات میں راہ خدا میں اس کو خرچ کرتا رہتا ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: دن اور رات میں قرآن پاک میں مشغول ہونے اور رہنے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے سیکھنے سکھانے میں لگا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں اور بیرون نماز اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ فکر و اہتمام کے ساتھ اس کے احکام و ہدایات پر عمل کرتا رہتا ہے۔ حدیث کے الفاظ "فھو یقوم بہ آناء اللیل وآناء النھار" اس طرح کی سب شکلوں پر حاوی ہیں۔ قرآن پاک کی عظیم نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ اس کو اپنا شغل اور اپنی زندگی کا دستور بنالے۔

قرآن کے خاص حقوق

(٣٨) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بناؤ بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے اور مزہ لے لے کر پڑھا کرو اور اس میں تدبر کرو امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پاؤ گے اور اس کا عاجل معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اور معاوضہ (اپنے وقت پر) ملنے والا ہے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جن بندوں کو قرآن کی دولت نصیب فرمائی ہے وہ اسی پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم قرآن والے ہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ قرآن مجید کے حقوق ادا کریں۔ رات اور دن کے اوقات میں اس کے حق کے مطابق اس کی تلاوت کیا کریں، اس کو اور اس کے پیغام ہدایت کو دوسروں تک پہنچائیں، اس کو مزہ لے لے کے پڑھیں، اس کے احکام، اس کی ہدایات، اس کے قصص اور نصائح پر غور و فکر کیا کریں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی فلاح کی پوری امید ہے۔ اور انہیں چاہئے کہ وہ قرآن کے اس پڑھنے اور پڑھانے اور اس کی خدمت کا معاوضہ دنیا ہی میں نہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اپنے وقت پر اس کا بڑا غیر معمولی معاوضہ اور عظیم صلہ ملنے والا ہے۔

قرآن اور قوموں کا عروج و زوال

(۳۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ (رواه مسلم)

ترجمہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس کتاب پاک (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرے گا اور بہت سوں کو نیچے گرائے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفت قائمہ اور بندوں کے لئے اس کا فرمان اور عہد نامہ ہے۔ اس کی وفاداری اور تابعداری اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور تابعداری ہے۔ اسی طرح اس سے انحراف اور بغاوت اللہ تعالیٰ سے انحراف اور سرکشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور جو امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو اس کا کوئی بھی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو قرآن مجید کو اپنا راہنما بنا کر اپنے کو اس کا تابعدار بنا دے گی اور اس کے ساتھ وہ تعلق رکھے گی جو کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سر بلند کرے گا۔ اور اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہوگی تو نیچے گرا دی جائے گی۔

اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس حدیث کی صداقت کی گواہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کی آئینہ دار ہے۔ اس حدیث میں "اقواما" کے لفظ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ عروج و زوال کے اس الٰہی قانون کا تعلق افراد سے نہیں بلکہ قوموں اور امتوں سے ہے۔ واللہ اعلم

تلاوت قرآن کا اجر و ثواب

(۴۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ "الٓمٓ" حَرْفٌ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ (رواه الترمذي والدارمي)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمائی اور یہ ایک نیکی اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق دس نیکیوں کے برابر ہے۔ (مزید وضاحت کے لئے آپ نے فرمایا) میں یہ نہیں کہتا (یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے) کہ "الٓمٓ" ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (اس طرح الٓمٓ پڑھنے والا بندہ تیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرنے کا مستحق ہوگا۔ (جامع ترمذی، مسند دارمی)

تشریح اللہ تعالیٰ کا یہ کریمانہ قانون کہ ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کے برابر ثواب عطا ہوگا۔

واضح طور پر قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام ع ۲۰)

جو بندہ ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ جو بندہ اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو حروف تہجی کے ہر حرف کی تلاوت ایک نیکی شمار ہوگی جو اجر و ثواب کے لحاظ سے دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ اسی حدیث کی بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ "ب" ایک حرف ہے "س" ایک حرف ہے "م" ایک حرف ہے۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ "ا" "ل" "م" الگ الگ حروف ہیں۔" اللہ پاک یقین کی دولت نصیب فرمائے۔ اس حدیث میں کلام پاک کی تلاوت کرنے والوں کے لئے بڑی ہی خوشخبری ہے۔ فطوبیٰ لهم

اس حدیث سے ایک واضح اشارہ یہ بھی ملا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تلاوت معنی مفہوم سمجھ کر ہی ہو کیونکہ "الم" اور سارے حروف مقطعات کی تلاوت معنی مفہوم سمجھے بغیر ہی کی جاتی ہے اور حدیث نے صراحت بتایا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ واللہ اعلم

قرآن کی تلاوت قلب کا صیقل

(۷) **عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ.** (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بنی آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ "حضور ﷺ! دلوں کے اس زنگ کے دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت"۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: قلب کا زنگ یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور آخرت کے انجام سے غافل اور بے فکر ہو جائے۔ یہ سارے چھوٹے بڑے گناہوں کی جڑ بنیاد ہے۔ اور بلاشبہ اس بیماری کی اکسیر دوا یہی ہے کہ اپنی موت کو بہت زیادہ یاد کیا جائے اس کا دھیان اور مراقبہ کیا جائے اور قرآن مجید کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خاص الخاص نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادب اور اخلاص کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔ اگر یہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شوق اور تدبر کے ساتھ ہوگی تو ان شاء اللہ قلب کے زنگ کو دور کر کے اس کو نور سے بھر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِىْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِىْ عَمِلَ بِهٰذَا. (رواه احمد و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت معاذ جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے قرآن پڑھا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ حسین ہوگی' جبکہ وہ روشنی دنیا کے گھروں میں ہو اور سورج آسمان سے ہمارے پاس ہی اتر آئے۔ (اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا) پھر تمہارا کیا گمان ہے خود اس آدمی کے بارے میں جس نے خود یہ عمل کیا ہو؟" (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے والدین کو جب ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی حسین تر ہوگی' تو سمجھ لو کہ خود اس قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا عطا فرمایا جائے گا۔

قیامت میں قرآن پاک کی شفاعت و وکالت

۴۴) عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَايَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ "قرآن پڑھا کرو' وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا۔ (خاص کر) اس کی دو اہم نورانی سورتیں البقرۃ اور آل عمران پڑھا کرو' وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کو اپنے سایہ میں لئے اس طرح آئیں گی جیسے کہ وہ ابر کے ٹکڑے ہیں یا سائبان ہیں یا صف باندھے پرندوں کے پرے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے مدافعت کریں گی۔ (آپ نے فرمایا) پڑھا کرو سورۂ بقرہ کیونکہ اس کو حاصل کرنا بڑی برکت والی بات ہے' اور اس کو چھوڑنا بڑی حسرت اور ندامت کی بات ہے' اور اہل بطالت اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن اپنے "اصحاب" کے لئے بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرے گا۔ "اصحاب قرآن" وہ سب لوگ ہیں جو قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے تعلق اور شغف کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کا وسیلہ یقین کرتے ہوئے اس سے خاص نسبت اور لگاؤ رکھیں' جس کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کثرت سے اس کی تلاوت کریں' اس میں تدبر اور تفکر اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا اہتمام رکھیں' یا اس کی تعلیم

ہدایت کو عام کرنے اور پھیلانے کی جدوجہد کریں ان سب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ قرآن ان کے حق میں شفیع ہوگا۔ ہاں اخلاص یعنی اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت شرط ہے۔

اس حدیث میں قرآن پاک کی قرأت و تلاوت کی عمومی ترغیب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی تلاوت و قرأت کی خصوصیت کے ساتھ بھی ترغیب دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ: قیامت میں اور حشر میں جب ہر شخص سایہ کا بہت ہی محتاج اور ضرورت مند ہوگا یہ دونوں سورتیں بادل یا سایہ دار چیز کی طرح یا پرندوں کے پرے کی طرح اپنے اصحاب پر سایہ کئے رہیں گی اور ان کی طرف سے وکالت اور جوابدہی کریں گی۔ اور آخر میں سورۂ بقرہ کے متعلق مزید فرمایا کہ اس کے سیکھنے اور پڑھنے میں بڑی برکت ہے اور اس سے محرومی میں بڑا خسارہ ہے۔ اور اہل بطالت اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

اس حدیث کے بعض راویوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ساحرہ (جادوگر) ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کا معمول رکھنے والے پر کبھی کسی جادوگر کا جادو نہیں چلے گا۔

سورۂ بقرہ کی اس خاصیت اور تاثیر کا اشارہ اس حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر سے بھاگنے پر مجبور ہوتا ہے ① بعض شارحین نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اہل بطالت یعنی تن آسان لوگ سورۂ بقرہ کی برکات حاصل نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان برکات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

(۱۵) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلِ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا (رواہ مسلم)

ترجمہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ "قیامت کے دن قرآن کو اور ان قرآن والوں کو لایا جائے گا جو اس پر عامل تھے۔ سورۂ بقرہ اور آل عمران (جو قرآن کی سب سے پہلی سورتیں ہیں) وہ پیش پیش ہوں گی (محسوس ہوگا) گویا کہ وہ بادل کے دو ٹکڑے ہیں یا سیاہ رنگ کے دو سائبان ہیں جن میں نور کی چمک ہے یا صف باندھے پرندوں کے دو پرے ہیں اور وہ مدافعت اور وکالت کریں گی اپنے سے تعلق رکھنے والوں کی۔ [illegible]"

تشریح اس حدیث کا مضمون قریب قریب وہی ہے جو حضرت ابو امامہ کی مندرجہ بالا حدیث کا ہے۔ ذرا تصور کیا جائے قیامت اور میدان حشر کی ہولناکیوں کا۔ کیسے خوش نصیب ہوں گے اللہ کے وہ بندے جو قرآن پاک سے خاص تعلق اور شغف اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کی برکت سے حشر کے اس پر ہول میدان میں اس شان سے آئیں گے کہ اللہ کا کلام پاک ان کا شفیع و وکیل بن کر ان کے ساتھ ہوگا اور اس کی

① ان الشیطان ینفر من البیت الذی یقرء فیہ سورۃ البقرۃ — رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ

چمکیلی اور اہم نورانی سورتیں بقرہ اور آل عمران اپنے انوار کے ساتھ ان کے سروں پر سایہ فگن ہوں گی۔ ان احادیث پر مطلع ہو جانے کے بعد بھی جو بندے اس سعادت کے حاصل کرنے میں کوتاہی کریں، بلاشبہ وہ بڑے محروم ہیں۔

خاص خاص سورتوں اور آیتوں کی برکات

بعض حدیثوں میں خاص خاص سورتوں اور آیتوں کے فضائل و برکات بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلیؓ اور حضرت نواس بن سمعانؓ کی مندرجہ بالا حدیثوں میں پورے قرآن کی فضیلت کیساتھ خاص طور سے سورۂ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسری بعض سورتوں اور خاص خاص آیتوں کے فضائل و برکات بھی مختلف مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کی بھی چند حدیثیں درج کی جا رہی ہیں۔

سورۃ الفاتحہ

(٤٦) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِاُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ يَنْزِلْ فِی التَّوْرٰةِ وَلَا فِی الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ تَقْرَءُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرٰةِ وَلَا فِی الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِیْ اُعْطِيْتُهٗ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ "کیا تمہاری خواہش ہے کہ میں تم کو قرآن کی وہ سورت سکھاؤں جس کے مرتبہ کی کوئی سورت نہ توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ قرآن ہی میں؟" ابیؓ نے عرض کیا ہاں حضور ﷺ! مجھے وہ سورت بتا دیں۔ "آپ ﷺ نے فرمایا "تم نماز میں قرأت کس طرح کرتے ہو؟" ابیؓ نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنائی (کہ میں نماز میں یہ سورت پڑھتا ہوں اور اس طرح پڑھتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ توریت، انجیل، زبور میں سے کسی میں اور خود قرآن میں بھی اس جیسی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی ہے۔ وہ "سبع من المثانی والقرآن العظیم" ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: قرآن مجید میں سورۂ حجر کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے خاص الخاص انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: "وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ" (اور ہم نے تم کو سات آیتیں وظیفے کے طور پر بار بار دہرائی جانے والی عطا کیں اور قرآن عظیم) رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ بالا حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ "سبع من المثانی والقرآن العظیم" سورۂ فاتحہ ہی ہے، اور یہ ایسی عظیم الشان اور عظیم البرکت سورت ہے کہ اس درجہ کی سورت کسی پچھلی آسمانی کتاب میں

بھی نازل نہیں کی گئی اور قرآن میں بھی اس کے درجہ کی کوئی دوسری سورت نہیں ہے۔ یہ پورے قرآن کے مضامین پر حاوی ہے۔ اسی لئے اسکو "ام القرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی لئے اسکو قرآن کا افتتاحیہ قرار دیا گیا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسکا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جس بندے کو سورۂ فاتحہ یاد ہے اور اخلاص کے ساتھ اسکا پڑھنا اس کو نصیب ہوتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی دولت اور نعمت نصیب ہے۔ چاہئے کہ وہ اسکی قدر و عظمت کو محسوس کرے اور اس کا حق ادا کرے۔

سورۂ بقرہ

۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِكُلِّ شَیْءٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَفِیْهَا اٰیَةٌ هِیَ سَیِّدَةُ اٰیِ الْقُرْاٰنِ اٰیَةُ الْكُرْسِیِّ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ہر چیز کی کوئی چوٹی ہوتی ہے (جو سب سے اونچی اور بالاتر ہوتی ہے) اور قرآن کی چوٹی سورۂ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت (آیت الکرسی) تمام آیات قرآنی کی گویا سردار ہے۔" (جامع ترمذی)

تشریح: اسلام کے بنیادی اصول و عقائد اور احکام شریعت کا جتنا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ میں کیا گیا اتنا اور ایسا قرآن پاک کی کسی دوسری سورت میں نہیں کیا گیا۔ غالباً اسی خصوصیت کی وجہ سے اس کو قرآن مجید میں سب سے مقدم رکھا گیا ہے اور غالباً اسی امتیاز کی وجہ سے اس کو اس حدیث میں "سنام القرآن" کا لقب دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

۱۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ مَقَابِرَ وَاِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ تُقْرَأُ الْبَقَرَةُ فِیْهِ لَا یَدْخُلُهُ الشَّیْطَانُ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ (یعنی جس طرح قبرستانوں میں مردے ذکر و تلاوت نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے قبرستانوں کی فضا ذکر و تلاوت کے انوار و آثار سے خالی رہتی ہے تم اس طرح اپنے گھروں کو نہ بناؤ بلکہ گھروں کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھا کرو) اور جس گھر میں (خاص کر) سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں شیطان نہیں آسکتا۔" (جامع ترمذی)

تشریح: بعض سورتوں کے اور اسی طرح بعض آیات کے کچھ خواص ہیں۔ اس حدیث میں سورۂ بقرہ کی خاص برکت اور تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جس گھر میں اس کی تلاوت کی جائے وہ شیطان کے اثرات اور تسلط سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی بعض خاص فضیلتوں کا بیان اس سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں ضمناً گزر چکا ہے۔

سورۂ الکہف

۴۹) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَیْنَ الْجُمُعَتَیْنِ. (رواه البیهقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے اس کے لئے نور روشن ہو جائے گا دو جمعوں کے درمیان۔" (دعوات کبیر للبیہقی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ کہف کو جمعہ کے دن کے ساتھ کوئی خاص مناسبت ہے جس کی وجہ سے اس دن میں اس کی تلاوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ترغیب دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن سورۂ کہف کے پڑھنے سے قلب میں ایک خاص نور پیدا ہوگا جس کی روشنی اور برکت اگلے جمعہ تک رہے گی۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے۔ "هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه"

ایک دوسری حدیث میں (جس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے) سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ "جو ان کو یاد کرے گا اور پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔" اس کی توجیہ میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ سورۂ کہف کے ابتدائی حصہ میں جو تمہیدی مضمون ہے اور اسی کے ساتھ اصحاب کہف کا جو واقعہ بیان فرمایا گیا ہے اس میں دجالی فتنہ کا پورا توڑ موجود ہے اور جس دل کو ان حقائق اور مضامین کا یقین نصیب ہو جائے جو کہف کی ان ابتدائی آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں وہ دل کسی دجالی فتنہ سے بھی متاثر نہ ہوگا۔ اسی طرح اللہ کے جو بندے ان آیتوں کی اس خاصیت اور برکت پر یقین کرتے ہوئے ان کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کریں گے اور ان کی تلاوت کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو بھی دجالی فتنوں سے محفوظ رکھے گا۔

سورۂ یٰسین

۵۰) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ الْمُزَنِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَءُوْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لئے سورۂ یٰسین پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے لہٰذا یہ مبارک سورت مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: اس حدیث میں مرنے والوں کے پاس (عند موتاکم) یٰسٓ شریف پڑھنے کے لئے جو فرمایا گیا ہے اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ مرنے والے کے پاس اس کے آخری وقت میں یہ سورت پڑھی جائے۔ اور اکثر علماء نے یہی سمجھا ہے اور اسی لئے یہی معمول ہے لیکن دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مر جانے

والے کی قبر پر یہ سورۃ پڑھی جائے تاکہ یہ اس کی مغفرت کا وسیلہ بن جائے۔

(۵۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِىْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِىْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهٗ (رواه الدارمى مرسلا)

ترجمہ: عطاء بن ابی رباح تابعی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بندہ دن کے ابتدائی حصے میں یعنی علی الصباح سورۂ یٰسین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرمائے گا۔" (سنن دارمی)

سورۂ واقعہ

(۵۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتِهٖ يَقْرَأْنَ بِهَا فِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے اسے کبھی فقر وفاقہ کی نوبت نہیں آئے گی۔ (نیچے کے راوی بیان کرتے ہیں کہ) خود حضرت ابن مسعودؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اور وہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھتی تھیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

سورۂ ملک

(۵۳) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ سُوْرَةً فِى الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِىَ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (رواه احمد والترمذى وابو داؤد والنسائى وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "قرآن کی ایک سورت نے جو صرف تیس آیتوں کی ہے اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارش کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا، اور وہ سورۃ ہے تبارک الذی بیدہ الملک۔"

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

الم تنزیل

(۵۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (رواه احمد والترمذى والدارمى)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ "الم تنزیل" اور "تبارک الذی بیدہ الملک" نہ پڑھ لیتے۔ (یعنی رات کو سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں پڑھنے کا حضور ﷺ کا معمول تھا) (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن دارمی)

سورۃ الاعلیٰ

۵۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ سورۃ (سبح اسم ربک الاعلیٰ) خاص طور سے محبوب تھی۔ (مسند احمد)

تشریح: کتاب الصلوٰۃ میں وہ حدیثیں گزر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں اور اسی طرح عیدین کی نماز میں اکثر پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول اسی لئے تھا کہ یہ سورۃ اپنے خاص مضمون اور پیغام کے لحاظ سے آپ ﷺ کو زیادہ محبوب تھی۔

سورۃ التکاثر

۵۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَلَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَءَ أَلْفَ آيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ؟ قَالُوْا وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ، قَالَ أَمَا يَسْتَطِيْعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں قرآن پاک کی پڑھ لیا کرے؟" صحابہؓ نے عرض کیا: "حضور ﷺ! کس میں یہ طاقت ہے کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھے (یعنی یہ بات ہماری استطاعت سے باہر ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کیا تم میں کوئی اتنا نہیں کر سکتا کہ سورۃ "الھٰکم التکاثر" پڑھ لیا کرے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: قرآن مجید کی بعض بہت چھوٹی سورتیں ایسی ہیں جو اپنے مضمون اور پیغام کی اہمیت کی وجہ سے سیکڑوں اور ہزاروں آیتوں کے برابر ہیں۔ انہی میں سورۃ التکاثر بھی ہے۔ اس میں دنیا پرستی اور آخرت فراموشی پر سخت ضرب لگائی گئی ہے اور آخرت کے محاسبہ اور دوزخ کے عذاب کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے کہ اگر دل بالکل مردہ نہ ہو گیا ہو تو اس میں فکر اور بیداری پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اسی لحاظ سے اس کے پڑھنے کو ہزار آیتیں پڑھنے کے قائم مقام بتایا ہے۔ آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں میں جن دوسری چھوٹی چھوٹی سورتوں کو نصف قرآن یا تہائی قرآن یا چوتھائی قرآن کے برابر بتایا گیا ہے، ان کے بارے میں بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے اور ممکن ہے ان کی تلاوت کا ثواب بھی اسی حساب سے زیادہ عطا فرمایا جائے۔ اللہ کا خزانہ ہمارے وہم و گمان سے زیادہ وسیع ہے۔

سورۃ الزلزال، سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص

۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "إِذَا زُلْزِلَتْ" تَعْدِلُ نِصْفَ

الْقُرْاٰنِ وَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَ "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ. (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "سورہ "اذا زلزلت" نصف قرآن کے برابر ہے اور "قل هو الله احد" تہائی قرآن کے برابر ہے اور "قل يا ايها الكفرون" چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: سورہ "اذا زلزلت" میں قیامت کا بیان اور اس کی منظر کشی نہایت ہی موثر انداز میں کی گئی ہے اور اسی طرح اس کی آخری آیت "فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره" میں جزاء و سزا کا بیان اختصار کے باوجود ایسے موثر پیرایہ میں کیا گیا ہے کہ اگر اس موضوع پر پوری کتاب بھی لکھی جائے تو اس سے زیادہ موثر نہ ہوگی۔ غالباً اس سورت کی اسی خصوصیت کی وجہ سے اس حدیث میں اس کو نصف قرآن کے برابر بتایا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ اخلاص (قل هو الله احد) میں انتہائی اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی تنزیہ اور اس کی صفاتی کمال جس معجزانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ بھی اس سورت کی خصوصیت ہے اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے۔ اور "قل يا ايها الكفرون" میں واشگاف طریقے پر شرک اور اہل شرک سے براءت ہے۔ [illegible]

شرک سے براءت اور بیزاری کا اعلان اور جس طرح خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے (جو دین کی جڑ بنیاد ہے) وہ اس سورت کی خصوصیت ہے اور غالباً اسی وجہ سے اس سورت کو اس حدیث میں چوتھائی قرآن کے برابر کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم

٨) عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِىْ شَيْئًا اَقُوْلُهٗ اِذَا اَوَيْتُ اِلٰى فِرَاشِىْ فَقَالَ اِقْرَأْ "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" فَاِنَّهَا بَرَآءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ (رواه الترمذى وابوداؤد والنسائى)

ترجمہ: فروہ بن نوفل اپنے والد ماجد نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے کوئی ایسی چیز پڑھنے کو بتا دیجئے جس کو میں سوتے وقت بستر پر پڑھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "قل يا ايها الكفرون" پڑھ لیا کرو اس میں شرک سے براءت ہے۔ [illegible]

٩) عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِىْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ.

(رواه مسلم ورواه البخارى عن ابى سعيد وروى الترمذى عن ابى ايوب الانصارى نحوه)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم میں سے کوئی اس سے بھی عاجز ہے کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لیا کرے؟" صحابہ نے عرض کیا کہ ایک رات میں تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔ "حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "قل هو الله احد" تہائی قرآن کے برابر ہے" (تو جس نے رات میں وہی پڑھ لی اس نے گویا تہائی قرآن پڑھ لیا) (صحیح مسلم)

اور امام بخاری نے یہی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام ترمذی نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۶۰) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّىْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ. (رواه الترمذى وروى البخارى معناه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضرت ﷺ! مجھے یہ سورۃ "قل ھو اللہ احد" خاص طور سے محبوب ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس سورت کے ساتھ تمہاری یہ محبت تم کو جنت میں پہنچا دے گی۔ (جامع ترمذی)

(الفاظ و عبارت کے کچھ فرق کے ساتھ اسی مضمون کی ایک حدیث امام بخاری نے بھی روایت کی ہے۔)

۶۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ (رواه مالك والترمذى والنسائى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو "قل ھو اللہ احد" پڑھتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اس کے لئے واجب ہو گئی ہے" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت"۔ (موطا امام مالک، جامع ترمذی، سنن نسائی)

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے تعلیم و تربیت براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھی اور جو ہر عمل میں آپ کی تقلید اور پیروی کے حریص تھے ظاہر ہے کہ جب وہ قرآن پاک کی اور خاص کر ان سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کرتے ہوں گے جن میں اللہ کی توحید اور صفات کا بیان نہایت مؤثر انداز میں کیا گیا ہے تو دوسروں کو بھی صاف محسوس ہوتا ہوگا کہ یہ ان کے دل کا حال ہے اور ان کی زبان پر اللہ بول رہا ہے۔ اس حدیث میں جن صحابیؓ کے (قل ھو اللہ احد) پڑھنے کا ذکر ہے ان کا حال اس وقت یہی ہو گا اور حضور ﷺ کو محسوس ہوا ہو گا کہ یہ پوری ایمانی کیفیت اور ایمانی ذوق کے ساتھ "قل ھو اللہ احد" پڑھ رہے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے جنت واجب ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت کا کچھ حصہ ہم کم نصیبوں کو بھی نصیب فرمائے۔

۶۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ ثُمَّ قَرَأَ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِىْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ. (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے پھر وہ (سونے سے پہلے) سو دفعہ سورۂ "قل ھو اللہ احد" پڑھے تو جب قیامت قائم ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: "اے میرے بندے! اپنے داہنے ہاتھ پر جنت میں چلا جا۔ (جامع ترمذی)

تشریح: "علی یمینک" (اپنے داہنے ہاتھ پر) کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بندہ حساب کے موقف میں جہاں ہو گا وہاں سے جنت اس کے داہنی جانب ہو گی اور اس سے فرمایا جائے گا کہ "اپنے داہنے رخ پر چل

کر جنت میں چلا جا" دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو وہ جنت کا جو داہنی جانب کا حصہ ہو گا وہ بائیں جانب کے حصہ سے افضل ہو گا اور اس بندے سے فرمایا جائے گا کہ "تو داہنی جانب والی جنت میں چلا جا" بلاشبہ بڑا سستا ہے یہ سودا کہ سونے سے پہلے صرف سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھنے پر یہ دولت نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اللہ کے بعض بندوں کو دیکھا ہے کہ ان کا رات کو سونے سے پہلے کا روزمرہ کا معمول اس سے بہت زیادہ ہے۔

معوذتین

٦٣) **عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.** (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تمہیں معلوم نہیں آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں (وہ ایسی بے مثال ہیں کہ ان کی مثل نہ کبھی دیکھی گئیں نہ سنی گئیں) "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس"۔ (صحیح مسلم)

تشریح: یہ دونوں سورتیں اس لحاظ سے بے مثال ہیں کہ ان میں اول سے آخر تک تعوذ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ شرور ظاہری سے بھی اور باطن کے شرور سے بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں شرور سے حفاظت کی بے پناہ تاثیر رکھی ہے۔ گویا عالم کے شرور سے حفاظت کے لئے یہ حصن حصین ہیں اور دونوں اختصار کے باوجود نہایت جامع اور کافی وافی ہیں۔

٦٤) **عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عُقْبَةُ تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا** (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جحفہ اور ابواء کے درمیان (یہ دونوں دو مشہور مقام تھے مدینہ اور مکہ کے درمیان) اچانک سخت آندھی آگئی اور سخت اندھیری چھا گئی رسول اللہ ﷺ یہ دونوں سورتیں (معوذتین) پڑھ کر اللہ سے پناہ مانگنے لگے اور مجھ سے ارشاد فرمانے لگے: "عقبہ تم بھی یہ دو سورتیں پڑھ کر اللہ کی پناہ لو۔ کسی پناہ لینے والے نے ان کے مثل پناہ نہیں لی (یعنی اللہ کی پناہ لینے کے لئے کوئی دعا ایسی نہیں ہے جو ان دونوں سورتوں کے مثل ہو اس خصوصیت میں یہ بے مثل اور بے مثال ہیں۔) (سنن ابی داؤد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مصیبت اور خطرے کا سامنا ہو تو معوذتین پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہئے اس سے بہتر بلکہ اس جیسا بھی کوئی دوسرا تعوذ نہیں ہے۔

٦٥) **عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ**

فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَالِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر رات کو جب آرام فرمانے کے لئے اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے (جس طرح دعا کے وقت دونوں ہاتھ ملائے جاتے ہیں) پھر ہاتھوں پر پھونکتے اور قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے جسم مبارک پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتے' سر مبارک اور چہرہ مبارک اور جسد اطہر کے سامنے کے حصے سے شروع فرماتے (اس کے بعد باقی جسم پر جہاں تک آپ کے ہاتھ جا سکتے وہاں تک ہاتھ پھیرتے) یہ آپ تین دفعہ کرتے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: رات کو سونے سے پہلے کا یہ معمول نبوی ﷺ تو بہت آسان ہے' ہم کو تم اس کا اہتمام ہم سب کو کرنا چاہئے' اس کی برکات بیان سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

چند مخصوص آیات کی فضیلت اور امتیاز

مندرجہ بالا احادیث میں جس طرح خاص خاص سورتوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں اسی طرح بعض احادیث میں بعض مخصوص آیات کی فضیلت اور ان کا امتیاز بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھی جائیں۔

آیۃ الکرسی

(۶۶) عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ "اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ان کی کنیت ابو المنذر سے مخاطب کرتے ہوئے) ان سے فرمایا "اے ابو المنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔" آپ ﷺ نے (مکرر) فرمایا "اے ابو المنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟" میں نے عرض کیا "اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم" تو آپ ﷺ نے میرا سینہ ٹھونکا (گویا اس جواب پر شاباش دی) اور فرمایا "اے ابو المنذر! تجھے یہ علم موافق آئے اور مبارک ہو۔" (صحیح مسلم)

تشریح — رسول اللہ ﷺ کے اس جواب میں ابی بن کعب نے پہلے عرض کیا کہ "اللہ و رسولہ اعلم" (اللہ اور اس کے رسول کو اس کا علم زیادہ ہے کہ کون سی آیت کتاب اللہ میں زیادہ عظمت والی ہے) یہ جواب ادب کے تقاضے کے مطابق تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وہی سوال فرمایا تو ابی بن کعب نے اپنے علم و فہم کے مطابق جواب دیا کہ میرے خیال میں تو "اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم" یعنی آیۃ الکرسی قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کی تصویب فرمائی اور شاباش دی اور اس شاباش میں ان کا سینہ آپ ﷺ نے غالباً اس لئے ٹھوکا کہ قلب (جو محل علم و معرفت ہے) وہ سینہ ہی میں ہوتا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنی میں آیۃ الکرسی سب سے زیادہ باعظمت آیت ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور صفات کمال اور اس کی شان عالی کی عظمت و رفعت جس طرح بیان کی گئی ہے وہ اس میں منفرد اور بے مثال ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں

(٦٧) عَنْ اَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِىْ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَىُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد قَالَ فَاَىُّ اٰيَةٍ فِى الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ اٰيَةُ الْكُرْسِىِّ "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَىُّ الْقَيُّوْمُ" قَالَ فَاَىُّ اٰيَةٍ يَانَبِىَّ اللّٰهِ تُحِبُّ اَنْ تُصِيْبَكَ وَاُمَّتَكَ؟ قَالَ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ اَعْطَاهَا هٰذِهِ الْاُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ۔ (رواہ الدارمی)

ترجمہ ایفع بن عبد الکلاعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! قرآن کی کون سی سورت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "قل ھو اللہ احد" اس نے عرض کیا "اور آیتوں میں قرآن کی کون سی آیت زیادہ عظمت والی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم" اس نے عرض کیا "اور قرآن کی کون سی آیت ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ کی خاص طور سے خواہش ہے کہ اس کا فائدہ اور اس کی برکات آپ کو اور آپ ﷺ کی امت کو پہنچیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (امن الرسول سے ختم سورہ تک) پھر آپ ﷺ نے فرمایا "یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ان خاص الخاص خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرش عظیم کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات رحمت اس امت کو عطا فرمائی ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور ہر خیر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ (مسند دارمی)

تشریح — قل ھو اللہ احد اور آیۃ الکرسی کی عظمت اور امتیاز کے بارے میں اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات کے متعلق جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے بلاشبہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص خزانۂ رحمت میں سے ہیں۔ شروع میں "امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون" سے "لا نفرق بین احد من رسلہ" تک ایمان کی تلقین فرمائی گئی ہے اس کے بعد "سمعنا و اطعنا" میں اسلام

اور اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لیا گیا ہے اس کے بعد "غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" میں ان کوتاہیوں کی معافی اور مغفرت کی استدعا ہے جو ایمان اور عہد اطاعت کے بعد بھی ہم بندوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ اس کے بعد "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" میں کمزور بندوں کو تسلی دی گئی ہے اور اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا بوجھ بندوں پر نہیں ڈالا جاتا اور کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جو ان کی استطاعت سے باہر ہو۔ اس کے بعد "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا" سے آخر سورت تک نہایت جامع دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ آیتیں بجائے خود رحمت الٰہی کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قدر شناسی اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

۶۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَتَمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ اُعْطِيْتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَاءَكُمْ فَاِنَّهَا صَلٰوةٌ وَقُرْبَانٌ وَدُعَاءٌ. (رواه الدارمی مرسلا)

ترجمہ: جبیر بن نفیر تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ایسی دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو اس نے اپنے اس خاص خزانے سے مجھے عطا فرمائی ہیں جو اس کے عرش عظیم کے تحت ہے۔ تم لوگ ان کو سیکھو اور اپنی خواتین کو سکھاؤ کیونکہ یہ آیتیں سراپا رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا خاص وسیلہ ہیں اور ان میں جامع دعا ہے۔ (مسند دارمی)

فائدہ ..... واضح رہے کہ جبیر بن نفیر جنہوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے تابعی ہیں انہوں نے ان صحابی کا ذکر نہیں کیا جن سے ان کو یہ حدیث پہنچی، اس لئے یہ حدیث مرسل ہے۔ اسی طرح پہلی حدیث بھی مرسل ہے کیونکہ اس کے راوی ایفع بن عبد کلاعی بھی تابعی ہیں انہوں نے بھی کسی صحابی کا حوالہ دیے بغیر اس کو روایت کیا ہے۔

۶۹) عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سورۂ بقرہ کے آخری دو آیتیں جو کوئی کسی رات میں ان کو پڑھے گا وہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: حدیث کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو شخص رات کو بقرہ کی یہ آخری آیتیں پڑھ لے گا وہ ان شاء اللہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص تہجد میں صرف یہی آیتیں پڑھ لے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔ واللہ اعلم

آل عمران کی آخری آیات

۷۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَاَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ (رواه الدارمی)

عمل پر بڑے اجر و ثواب کی بہت سی صورتیں اور بہت سے طریقے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اس امت کو بتلائے گئے ہیں' تاکہ جو لوگ اپنے خاص حالات کی وجہ سے بڑے بڑے عمل نہ کر سکیں وہ یہ چھوٹے چھوٹے عمل کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کے مستحق ہو سکیں۔

مندرجہ بالا حدیثیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے خاص خاص سورتوں اور مخصوص آیتوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں' یہ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ بہت سے بندے جو اپنے خاص حالات کی وجہ سے قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتے وہ ان مخصوص سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کے ذریعہ بڑے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کے قابل ہو جائیں۔ اس لئے ان حدیثوں کا حق ہے کہ ان پر یقین کر کے ان سورتوں اور آیات کی تلاوت کا ہم خاص طور سے اہتمام کریں' تاکہ اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف و عنایات میں ہمارا بھی حصہ ہو۔ بلاشبہ ہم بڑے محروم ہیں اگر اتنا بھی نہ کر سکیں۔

یہاں تک جو ستر حدیثیں درج ہوئی ہیں وہ [illegible] مجید سے متعلق تھیں۔

آگے وہ حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں جن کا تعلق باب دعا سے ہے' ان میں وہ بھی ہیں جن میں دعا کی عظمت و اہمیت بیان فرمائی گئی ہے' وہ بھی ہیں جن میں دعا سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں' وہ بھی ہیں جن میں اللہ کے حضور میں رسول اللہ ﷺ کی دعائیں محفوظ کر کے پیش کی گئی ہیں جو امت کے لئے آپ ﷺ کی عظیم ترین میراث ہیں۔ آخر میں استغفار اور درود شریف سے متعلق احادیث ہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے۔

عبدیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی تذلل، بندگی و سر افگندگی، عاجزی و لاچاری اور محتاجی و مسکینی کا پورا پورا اظہار، اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ سب کچھ اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے، اس کے در کی فقیری و گدائی۔ اس سب کے مجموعہ کا عنوان مقام عبدیت ہے، جو تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے اور بلاشبہ سیدنا حضرت محمد اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر فائق ہیں، اور اسی لئے افضل مخلوقات و اشرف کائنات ہیں۔ قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً گھوڑا جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی سواری اور تیز رفتاری اس کو بڑھیا گھٹیا اسی مقصد کے پہلو سے سمجھا جائے گا۔ اسی طرح گائے یا بھینس کا جو مقصد ہے یعنی دودھ کا حاصل ہونا اس کی قدر و قیمت دودھ کی کمی یا زیادتی کے حساب سے لگائی جائے گی۔ وقس علیٰ ہذا۔ انسان کی تخلیق کا مقصد اس کے پیدا کرنے والے نے عبدیت اور عبادت بتایا ہے: "وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" اس لئے سب سے افضل و اشرف انسان وہی ہو گا جو اس مقصد میں سب سے اکمل و فائق ہو۔ پس سیدنا حضرت محمد چونکہ کمال عبدیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے آپ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں آپ کے بلند ترین خصائص و کمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر آپ کو عبدی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔ معراج کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ الاسراء میں فرمایا گیا ہے: "سبحن الذي اسرى بعبده" پھر اسی سفر معراج کی آخری منزلوں کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ النجم میں فرمایا گیا: "فاوحى الى عبده ما اوحى" اور سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن حکیم کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا گیا: "تبارك الذي نزل الفرقان على عبده" اور سورۂ کہف میں فرمایا گیا: "الحمد لله الذي انزل على عبده الكتب"

حاصل کلام یہ ہے کہ بندوں کے مقامات میں سب سے بلند عبدیت کا مقام ہے، اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کے امام یعنی اس وصف خاص میں سب پر فائق ہیں۔ اور دعا چونکہ عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت (بشرطیکہ حقیقی دعا ہو) بندے کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دعا کا ہے، اور امت کو آپ کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ ان دعاؤں کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ نے کیں یا امت کو ان کی تلقین فرمائی۔

ان میں سے کچھ دعائیں ہیں جن کا تعلق خاص حالات یا اوقات اور مخصوص مقاصد و حاجات سے ہے،

اور زیادہ تر وہ ہیں جن کی نوعیت عمومی ہے۔ ان دعاؤں کی قدر و قیمت اور افادیت کا ایک عام عملی پہلو تو یہ ہے کہ ان سے دعا کرنے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس باب میں وہ رہنمائی ملتی ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی۔ اور ایک دوسرا خاص علمی اور عرفانی پہلو یہ ہے کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پاک کو اللہ تعالیٰ سے کتنی گہری اور ہمہ وقتی وابستگی تھی اور آپ کے قلب پر اس کا جلال و جمال کس قدر چھایا ہوا تھا اور اپنی اور ساری کائنات کی بے بسی اور لاچاری اور اس مالک الملک کی قدرت کاملہ اور ہمہ گیر رحمت و ربوبیت پر آپ کو کس درجہ یقین تھا کہ گویا یہ آپ کے لئے غیب نہیں شہود تھا۔ حدیث کے ذخیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سینکڑوں دعائیں محفوظ ہیں ان میں اگر تفکر کیا جائے تو کھلے طور پر محسوس ہوگا کہ ان میں سے ہر دعا معرفت الٰہی کا شاہکار اور آپ کے کمال روحانی و خدا آشنائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کے صدق تعلق کا مستقل برہان ہے اور اس لحاظ سے ہر ماثور دعا بجائے خود آپ کا ایک روشن معجزہ ہے۔

اس عاجز راقم سطور کا دستور ہے کہ جب کبھی پڑھے لکھے اور سمجھدار غیر مسلموں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا تعارف کرانے کا موقع ملتا ہے تو آپ ﷺ کی کچھ دعائیں ان کو ضرور سناتا ہوں۔ قریب قریب سو فیصد تجربہ ہے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ کی دعاؤں سے متاثر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے کمال خداری و خداشناسی میں ان کو شبہ نہیں رہتا۔

اس تمہید کے بعد پہلے چند وہ حدیثیں پڑھئے جن میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی برکتیں بیان فرمائی ہیں، یا دعا کے آداب بتائے ہیں، یا اس کے بارے میں کچھ ہدایتیں دی ہیں۔ ان کے بعد ایک خاص ترتیب کے ساتھ وہ حدیثیں درج کی جائیں گی جن میں وہ دعائیں مذکور ہیں جو مختلف موقعوں پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیں یا امت کو جن کی تلقین فرمائی۔

دعا کا مقام اور اس کی عظمت

(۷۱) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ"

(رواه احمد والترمذي وابو داؤد والنسائي وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دعا عین عبادت ہے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے سند کے طور پر یہ آیت پڑھی "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ" (تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو اور مانگو میں قبول کروں گا اور تم کو دوں گا، جو لوگ میری عبادت سے تکبر اور روگردانی کریں گے انکو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جانا ہوگا)

تشریح: اصل حدیث صرف اتنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "دعا عین عبادت ہے۔" غالباً حضور ﷺ کے

اس ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ بندے جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے جو اگر قبول ہو گئی تو بندہ کامیاب ہو گیا اور اس کو کوشش کا پھل مل گیا اور اگر قبول نہ ہوئی تو وہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ بلکہ دعا کی ایک مخصوص نوعیت ہے اور وہ یہ کہ وہ حصول مقصد کا ایک مقدس عمل ہے جس کا پھل اس کو آخرت میں ضرور ملے گا۔

جو آیت آپ ﷺ نے سند کے طور پر تلاوت فرمائی اس سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا عین عبادت ہے۔ آگے درج ہونے والی دوسری حدیث میں دعا کو عبادت کا مغز اور جوہر فرمایا گیا ہے۔

(۷۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔" (جامع ترمذی)

عبادت کی حقیقت ہے اللہ کے حضور میں خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا مظاہرہ، اور دعا کا جزو و کل اور اول و آخر اور ظاہر و باطن یہی ہے اس لئے دعا بلاشبہ عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

(۷۳) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔" (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

جب یہ معلوم ہو چکا کہ دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے اور عبادت ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے تو یہ بات خود بخود متعین ہو گئی کہ انسانوں کے اعمال و احوال میں دعا ہی سب سے زیادہ محترم اور قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اسی میں ہے۔

(۷۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِىْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْاَلَ الْعَافِيَةَ. (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اور اللہ کو سوالوں اور دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اس سے عافیت کی دعا کریں یعنی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں۔" (جامع ترمذی)

عافیت کا مطلب ہے تمام دنیوی و اخروی اور ظاہری و باطنی آفات اور بلیات سے سلامتی اور تحفظ۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتا ہے وہ برملا اس بات کا اعتراف اور اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی

حفاظت اور کرم کے بغیر وہ زندہ اور سلامت بھی نہیں رہ سکتا اور کسی چھوٹی یا بڑی مصیبت اور تکلیف سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔ پس ایسی دعا اپنی کامل عاجزی و بے بسی اور سراپا محتاجی کا مظاہرہ ہے اور یہی کمالِ عبدیت ہے اسی لئے عافیت کی دعا اللہ تعالیٰ کو سب دعاؤں سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسری بات حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا یعنی جس کو دعا کی حقیقت نصیب ہو گئی اور اللہ سے مانگنا آ گیا اس کے لئے رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل گئے۔ دعا دراصل ان دعائیہ الفاظ کا نام نہیں ہے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں ان الفاظ کو تو زیادہ سے زیادہ دعا کا لباس یا قالب کہا جا سکتا ہے۔ دعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اس کی روح کی طلب اور تڑپ ہے اور حدیث پاک میں اسی کیفیت کے نصیب ہونے کو ہی باب دعا کے کھل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب بندے کو وہ نصیب ہو جائے تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل ہی جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

۷۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ.

(رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔"

دنیا میں کوئی نہیں ہے جو سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہو، ماں باپ تک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر بچہ ہر وقت مانگے اور سوال کرے تو وہ بھی چڑ جاتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا رحیم و کریم اور بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ جو بندہ اس سے نہ مانگے وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اور مانگنے پر اسے پیار آتا ہے۔ اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ کی نگاہ میں بندے کا سب سے عزیز اور قیمتی عمل دعا اور سوال ہے۔ فلک الحمد یا ربّ العالمین و یا ارحم الراحمین!

۷۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ سے اس کا فضل مانگو (یعنی دعا کرو کہ وہ فضل و کرم فرمائے) کیونکہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید رکھتے ہوئے اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ بلا اور پریشانی کو اپنے کرم سے دور فرمائے گا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے (کیونکہ اس میں عاجزانہ اور سائلانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے)۔

دعا کی مقبولیت اور نافعیت

۷۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ

يَنْزِلُ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِالدُّعَاءِ. (رواه الترمذي ورواه احمد عن معاذ بن جبل)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دعا کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے اور ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے' پس اے خدا کے بندو دعا کا اہتمام کرو۔ (جامع ترمذی)

(اور امام احمد نے مسند میں اس حدیث کو بجائے عبداللہ بن عمر کے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو بلا اور مصیبت ابھی نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا صرف خطرہ اور اندیشہ ہے' اس سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے' انشاء اللہ نفع مند ہوگی۔ اور جو بلا یا مصیبت نازل ہو چکی ہے اس کے دفعیہ کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے' انشاء اللہ وہ بھی نافع ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو دور فرما کر عافیت نصیب فرمائے گا۔

۷۸) **عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا** (رواه الترمذي وابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہارے پروردگار میں بدرجہ غایت حیا اور کرم کی صفت ہے' جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ ان کو خالی واپس کرے (کچھ نہ کچھ عطا فرمانے کا فیصلہ ضرور فرماتا ہے)۔ (جامع ترمذی' سنن ابی داؤد)

۷۹) **عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَيُدِرُّ لَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ تَدْعُوْنَ اللهَ فِيْ لَيْلِكُمْ وَنَهَارِكُمْ فَإِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ.** (رواه ابو يعلى في مسنده)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات میں اور دن میں' کیونکہ دعا مومن کا خاص ہتھیار یعنی اس کی خاص طاقت ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ موصلی)

تشریح: دعا در اصل وہی ہے جو دل کی گہرائی سے اور اس یقین کی بنیاد پر ہو کہ زمین و آسمان کے سارے خزانے صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہیں اور وہ اپنے در کے سائلوں' مانگنے والوں کو عطا فرماتا ہے اور مجھے جب ہی ملے گا جب وہ عطا فرمائے گا اس کے در کے سوا میں کہیں سے نہیں پا سکتا۔ اس یقین اور اپنی سخت محتاجی اور کامل بے بسی کے احساس سے بندے کے دل میں جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کو قرآن مجید میں "اضطرار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ دعا کی روح ہے اور یہ واقعہ ہے کہ کوئی بندہ جب اس اندرونی کیفیت کے ساتھ کسی دشمن کے حملے سے یا کسی دوسری بلا اور آفت سے بچاؤ کے لئے یا وسعت رزق یا اس قسم کی کسی

دوسری عام و خاص حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اس کریم کا عام دستور ہے کہ وہ دعا قبول فرماتا ہے اس لئے بلاشبہ دعا ان بندوں کا بہت بڑا ہتھیار اور قیمتی خزینہ ہے جن کو ایمان و یقین کی دولت اور دعا کی روح و حقیقت نصیب ہو۔

دعا سے متعلق ہدایات

رسول اللہ ﷺ نے دعا کے بارے میں کچھ ہدایات بھی دی ہیں ضروری ہے کہ دعا کرنے والے بندے ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

۸۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اُدْعُوا اللهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا اور عطا فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل (دعا کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔" (جامع ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دعا کے وقت دل کو پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس کی کریمی پر نگاہ رکھتے ہوئے یقین کے ساتھ قبولیت کی امید رکھنی چاہئے تذبذب اور بے یقینی کے ساتھ جو دعا ہو گی وہ بے جان اور روح سے خالی ہو گی۔

۸۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهٗ اِنَّهٗ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهٗ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ: "اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے اور تو چاہے تو مجھ پر رحمت فرما اور تو چاہے تو مجھے روزی دے۔" بلکہ اپنی طرف سے عزم اور قطعیت کے ساتھ اللہ کے حضور میں اپنی مانگ رکھے۔ بے شک وہ کرے گا وہی جو چاہے گا۔ کوئی ایسا نہیں جو زور ڈال کر اس سے کرا سکے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عاجزی اور محتاجی اور فقیری اور گدائی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اپنے رب کریم سے بغیر کسی شک اور تذبذب کے اپنی حاجت مانگے اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو ایسا کر دے اس میں استغنا کا شائبہ ہے اور یہ مقام عبدیت اور دعا کے منافی ہے نیز ایسی دعا بھی جاندار دعا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ اپنی طرف سے اس طرح عرض کرے کہ: "میرے مولا! میری یہ حاجت تو پوری کر ہی دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے گا وہ اپنے ارادہ اور مشیت سے کرے گا کوئی ایسا نہیں ہے جو زور ڈال کر اس کی مشیت کے خلاف اس سے کچھ کرا لے۔

(۸۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِى الرَّخَاءِ.
(رواہ الترمذی)

ترجمہ: جو کوئی یہ چاہے کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہئے کہ عافیت اور خوش حالی کے زمانہ میں دعا زیادہ کیا کرے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: یہ تجربہ اور واقعہ ہے کہ جو لوگ صرف پریشانی اور مصیبت کے وقت ہی خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی وقت ان کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے ہیں ان کا رابطہ اللہ کے ساتھ بہت ضعیف ہوتا ہے، اور خدا کی رحمت پر ان کو وہ اعتماد نہیں ہوتا جس سے دعا میں روح اور جان پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو بندے ہر حال میں اللہ سے مانگنے کے عادی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا رابطہ قوی ہوتا ہے اور اللہ کے کرم اور اس کی رحمت پر ان کو بہت زیادہ اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے، اس لئے ان کی دعا قدرتی طور پر جاندار ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہی ہدایت دی ہے کہ بندوں کو چاہئے کہ عافیت اور خوش حالی کے دنوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ دعا کیا کریں اور مانگا کریں، اس سے ان کو وہ مقام حاصل ہوگا کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے پیش آنے پر جب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو ان کی دعا خاص طور سے قبول ہوگی۔

دعا میں جلد بازی کی ممانعت

دعا بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض و معروض کی پیشی ہے اور وہ مالک الملک اور قادر مطلق ہے، چاہے تو اسی لمحہ دعا کرنے والے بندے کو وہ عطا فرما دے جو وہ مانگ رہا ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ وہ محکوم و مجبول بندے کی خواہش کی ایسی پابندی کرے، بلکہ بسا اوقات خود اس بندے کی مصلحت اسی میں ہوتی ہے کہ اس کی مانگ جلد پوری نہ ہو۔ لیکن انسان کے خمیر میں جو جلد بازی ہے اس کی وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ جو میں مانگ رہا ہوں وہ مجھے فوراً مل جائے، اور جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ مایوس ہو کر دعا کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ یہ انسان کی وہ غلطی ہے جس کی وجہ سے وہ قبولیت دعا کا مستحق نہیں رہتا، اور گویا اس کی یہ جلد بازی ہی اس کی محرومی کا باعث بن جاتی ہے۔

(۸۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ فَيَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِىْ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہاری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ (جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر وہ قبول ہی نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بندہ اس جلد بازی اور مایوسی کی وجہ سے قبولیت کا استحقاق کھو دیتا ہے، اس لئے چاہئے کہ بندہ ہمیشہ اس کے در کا فقیر بنا رہے اور مانگتا رہے، یقین کرے کہ ارحم الراحمین کی رحمت دیر

سو یہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہوگی۔ کبھی کبھی بہت سے بندوں کی دعا جو وہ بڑے اخلاص و اضطرار سے کرتے ہیں اس لئے بھی جلدی قبول نہیں کی جاتی کہ اس دعا کا تسلسل ان کے لئے ترقی اور تقرب الی اللہ کا خاص ذریعہ ہوتا ہے اگر ان کی منشاء کے مطابق ان کی دعا جلدی قبول کرلی جائے تو اس عظیم نعمت سے وہ محروم رہ جائیں۔

حرام کھانے اور پہننے والے کی دعا قبول نہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ "یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ" وَقَالَ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ. (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مؤمن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے: "اے رسولو! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح میں خوب جانتا ہوں تمہارے اعمال۔" اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے اس نے فرمایا ہے کہ: "اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)" اس کے بعد حضور ﷺ نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد و غبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے دعا کرتا ہے "اے میرے رب اے میرے پروردگار!" اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشو و نما ہوا ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: آج بہت سے دعا کرنے والوں کے دلوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب دعا اور اس کی قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے: "ادعونی استجب لکم" (تم دعا کرو میں قبول کروں گا) تو پھر ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ اس حدیث میں اس کا پورا جواب ہے۔ آج دعا کرنے والوں میں کتنے ہیں جن کو اطمینان ہے کہ وہ جو کھا رہے ہیں جو پی رہے ہیں جو پہن رہے ہیں وہ سب حلال اور طیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

وہ دعائیں جن کی ممانعت

انسان بے صبر اور جلد گھبرا جانے والا ہے اور اس کا علم بھی بہت محدود اور ناقص ہے اس لئے بعض

تعالیٰ کا مزید تقرب حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ پس موت کی دعا اس کھلے دروازے کو بند کرنے کی دعا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں بندہ کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ البتہ اللہ کے خاص مقرب بندے جب ان کا وقت موعود قریب آتا ہے تو لقاء الٰہی کے غلبہ شوق کی وجہ سے کبھی کبھی ان سے موت کی تمنا اور دعا کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا "فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ"[1] اور آخر وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا "اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى" (اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کا طالب و سائل ہوں) اسی قبیل سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

دعا کے چند آداب

دوسرے سے پہلے اپنے لئے دعا

دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ جب کسی دوسرے کے لئے دعا کرنی ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگے اس کے بعد دوسرے کے لئے۔ اگر صرف دوسرے کے لئے مانگے گا تو اس کی حیثیت محتاج سائل کی نہ ہوگی بلکہ صرف "سفارشی" کی سی ہوگی اور یہ بات دعا مانگنے کے کسی مقام کے لئے مناسب نہیں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آپ ﷺ کسی دوسرے کے لئے دعا فرمانا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ عبدیت کاملہ کا تقاضا یہی تھا۔

۸۸) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَكَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهٗ بَدَاَ بِنَفْسِهٖ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے پھر اس شخص کے لئے دعا فرماتے۔ (جامع ترمذی)

ہاتھ اٹھا کے دعا

۸۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کے مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگا کرو اور جب دعا کر چکو تو اٹھے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔" (سنن ابی داؤد)

تشریح: دوسری بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آنے والی اور

---

[1] اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا مولا ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے اٹھا لے اس حالت میں کہ تیرا فرمانبردار بندہ ہوں اور مجھے ساتھ کر دے اپنے اچھے نیک بندوں کے۔

ہوئی (جس کا انہوں نے اظہار بھی فرمایا ہے) وہ بالکل برحق ہے۔ اس کے ساتھ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام کی رفعت اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی مقبولیت کی جو شہادت ملتی ہے وہ بجائے خود بہت بڑی سند ہے۔

وہ دعائیں جو خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں

۹۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ.

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لئے (غائبانہ) کوئی اچھی دعا کرے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ "تیری یہ دعا اللہ قبول کرے اور تیرے لئے بھی اسی طرح کا خیر عطا فرمائے۔"

تشریح: غائبانہ دعا کی خصوصی قبولیت اور برکت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کی خاص وجہ بظاہر یہ ہے کہ ایسی دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۵) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ.

(رواہ الترمذی وابو داؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین دعائیں ہیں جو خاص طور سے قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں شک ہی نہیں ہے۔ ایک اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعا۔ دوسرے مسافر اور پردیسی کی دعا۔ تیسرے مظلوم کی دعا۔"

تشریح: ان دعاؤں کی مقبولیت کا خاص راز بھی یہی ہے کہ یہ دعائیں اخلاص سے اور دل سے ہوتی ہیں۔ اولاد کے لئے ماں باپ کا خلوص تو ظاہر ہے۔ اسی طرح بے چارے پردیسی اور مظلوم کا دل شکستہ ہوتا ہے اور دل کی شکستگی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنے کی خاص طاقت ہے۔

۹۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَفْقُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ.

(رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پانچ آدمیوں کی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا جب تک وہ بدلہ نہ لے لے۔ اور حج کرنے والے کی دعا جب تک وہ لوٹ کے اپنے گھر واپس نہ آئے۔ اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی دعا جب تک وہ شہید ہو

کے دنیا سے الگ نہ ہو جائے اور بیمار کی دعا جب تک وہ شفایاب نہ ہو اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کیلئے غائبانہ دعا۔ یہ سب بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا کسی بھائی کے لئے غائبانہ دعا ہے۔ ([illegible])

تشریح دعا اگر حقیقۃً دعا ہو اور خود دعا کرنے والے کی ذات اور اس کے اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو قبولیت میں مانع ہوتی ہے تو دعا عموماً قبول ہی ہوتی ہے لیکن بندۂ مؤمن کے بعض خاص احوال یا اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے رحمت الٰہی خصوصیت سے متوجہ ہوتی ہے اور دعا کی قبولیت کا خصوصی استحقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں جن پانچ آدمیوں کی دعاؤں کا ذکر ہے ان میں سے مظلوم کی دعا اور غائبانہ دعا کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حج اور جہاد ایسے اعمال ہیں کہ جب تک بندہ ان میں مشغول ہو وہ گویا اللہ کی بارگاہ میں ہے اور اس سے قریب تر ہے۔ اسی طرح مرد مؤمن کی بیماری گناہوں سے اس کی تطہیر کا ذریعہ اور قرب الٰہی کی راہ میں اس کی غیر معمولی ترقی کا وسیلہ ہوتی ہے۔ اور بیماری کے بستر پر وہ ولایت کی منزلیں طے کرتا ہے اسلئے اس کی دعا بھی خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔

قبولیت دعا کے خاص احوال و اوقات

دعا کی قبولیت میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کے تعلق اور اس اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے جس کو قرآن مجید میں "اخلاص" اور "[illegible]" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ خاص احوال اور اوقات بھی ایسے ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی خاص طور سے امید کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے ان احوال و اوقات کی خاص طور سے نشاندہی فرمائی ہے۔

۹۷) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى فَرِيْضَةً فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ وَمَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ. (رواه الطبراني في الكبير)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو بندہ فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرے (اور دعا کرے) تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔" ([illegible])

تشریح نماز اور خاص کر فرض نماز میں اور قرآن پاک کی تلاوت کے وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر اور اس سے ہم کلام ہوتا ہے بشرطیکہ نماز اور تلاوت کی صرف صورت نہ ہو بلکہ حقیقت ہو۔ گویا یہ دونوں عمل بندۂ مؤمن کی معراج ہیں۔ پس ان دونوں کے ختم پر بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے وہ اس کی مستحق ہے کہ رحمت الٰہی خود آگے بڑھ کے اس کا استقبال کرے۔

۹۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَ الْاِقَامَةِ. ([illegible])

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی قبول ہی ہوتی ہے۔" ([illegible])

دعا رد نہیں ہوتی قبول ہی ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

۹۹) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُفْتَحُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَيُسْتَجَابُ الدُّعَاءُ فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ عِنْدَ الْتِقَاءِ الصُّفُوْفِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعِنْدَ نُزُوْلِ الْغَيْثِ وَعِنْدَ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ رُؤْيَةِ الْكَعْبَةِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "چار موقعے ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے" راہ خدا میں جنگ کے وقت اور جس وقت آسمان سے بارش ہو رہی ہو (اور رحمت کا سماں ہو) اور نماز کے وقت اور جب کعبۃ اللہ نظر کے سامنے ہو۔

۱۰۰) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةُ مَوَاطِنَ لَا تُرَدُّ فِيْهَا دَعْوَةُ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِیْ بَرِيَّةٍ حَيْثُ لَا يَرَاهُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ فَيَقُوْمُ وَيُصَلِّیْ وَرَجُلٍ يَكُوْنُ مَعَهُ فِئَةٌ فَيَفِرُّ عَنْهُ اَصْحَابُهُ فَيَثْبُتُ وَرَجُلٍ يَقُوْمُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ. (رواہ ابن منده فی مسنده)

حضرت ربیعہ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین موقعے ایسے ہیں کہ ان میں دعا کی جائے تو وہ رد نہیں ہوتی (بلکہ لازماً قبول ہی ہوتی) ایک یہ کہ کوئی آدمی ایسے جنگل بیابان میں ہو جہاں خدا کے سوا کوئی اسے دیکھنے والا نہ ہو وہاں وہ خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے (اور پھر دعا کرے) دوسرے یہ کہ کوئی شخص میدان جہاد میں (دشمن کی فوج کے سامنے) ہو اس کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں مگر وہ دشمنوں کے نرغہ میں ثابت قدم رہا ہو (اور اس حال میں دعا کرے) تیسرے وہ آدمی جو رات کے آخری حصہ میں (بستر چھوڑ کے) اللہ کے حضور میں کھڑا ہو (اور پھر دعا کرے تو ان بندوں کی یہ دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔)

۱۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ اِنَّ فِی اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ. (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے کہ "رات میں ایک خاص وقت ہے جو مومن بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرما دے گا۔ اور اس میں کسی خاص رات کی خصوصیت نہیں بلکہ اللہ کا یہ کرم ہر رات میں ہوتا ہے۔

تشریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث (معارف الحدیث کی جلد سوم میں) تہجد کے بیان میں صحیحین کے حوالہ سے ذکر کی جا چکی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سماء دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور خود ان کی طرف سے پکار ہوتی ہے کہ کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کروں کوئی ہے بخشش چاہنے والا کہ میں اس کی بخشش کا فیصلہ کروں کوئی ہے مجھ

رات کا آخری حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے دعا کی قبولیت کے جو خاص احوال و اوقات معلوم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: فرض نمازوں کے بعد، ختم قرآن کے بعد، اذان اور اقامت کے درمیان، میدان جہاد میں جنگ کے وقت، باران رحمت کے نزول کے وقت، جس وقت کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے ہو، ایسے جنگل بیابان میں نماز پڑھ کے جہاں خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، میدان جہاد میں جب کمزور ساتھیوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہو اور رات کے آخری حصے میں۔

وہ حدیثیں اپنے موقع پر پہلے ذکر کی جا چکی ہیں جن میں شب قدر میں اور عرفہ کے دن میدان عرفات میں اور جمعہ کی خاص ساعت میں اور روزہ کے افطار کے وقت، اور سفر حج اور سفر جہاد میں اور بیماری اور مسافری کی حالت میں دعاؤں کی قبولیت کی خاص توقع دلائی گئی ہے۔

لیکن یہ بات برابر ملحوظ رہنی چاہیے کہ دعا کا مطلب دعا کے الفاظ اور صرف اس کی صورت نہیں ہے بلکہ اس کی وہ حقیقت ہے جو پہلے ذکر کی جا چکی ہے، یعنی وہ اسی دانے سے اگتا ہے جس میں مغز ہو۔ اسی طرح آگے درج ہونے والی احادیث میں دعا کی قبولیت کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیے۔

دعا قبول ہونے کا مطلب اور اس کی صورتیں

بہت سے لوگ ناواقفیت سے قبولیت دعا کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ اللہ سے جو کچھ مانگے وہ اس کو مل جائے اور اگر وہ نہیں ملتا تو سمجھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ بندے کا علم بے حد ناقص ہے، بلکہ اپنی خلقت کے لحاظ سے وہ ظلوم و جہول ہے۔ بہت سے بندے ہیں جن کے لئے دولتمندی نعمت ہے، اور بہت سے ہیں جن کے لئے دولت فتنہ ہے۔ بہت سے بندے ہیں جن کے لئے حکومت اور اقتدار قرب خداوندی کا وسیلہ ہے، اور ٹھیک اسی طرح بہت سے ہیں جن کے لئے حکومت و اقتدار خدا سے دوری اور اس کے غضب کا سبب بن جاتا ہے۔ بندہ نہیں جانتا کہ کیا چیز میرے لئے بہتر ہے اور کیا میرے لئے فتنہ اور زہر ہے۔ اس لئے بسا اوقات وہ ایسی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے جو اس کے لئے بہتر نہیں ہوتی یا اس کا عطا کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکیم و دانا ہے، یہ بات اس کے علم و حکم کے خلاف ہے کہ ہر بندہ جو مانگے وہ اس کو ضرور عطا فرما دے۔ دوسری طرف اس کی کریمی کا یہ تقاضا ہے کہ جب اس کا بندہ ایک محتاج اور مسکین کی طرح اس کے حضور میں ہاتھ پھیلائے اور دعا کرے تو وہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ دعا کرنے والے بندے کو محروم نہیں لوٹاتا۔ کبھی تو اس کو وہی عطا فرما دیتا ہے جو دعا میں اس نے مانگا اور کبھی اس کی دعا کے عوض آخرت کی بیش بہا نعمتوں کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔ اور اس طرح اس کی یہ دعا اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بن جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اسباب و مسببات کا جو سلسلہ ہے اس کے حساب سے اس دعا کرنے والے بندے پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس دعا کے نتیجے میں اس آنے والی

بھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اسباب و مسببات کا جو سلسلہ ہے اس کے حساب سے اس دعا کرنے والے بندے پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس دعا کے نتیجے میں اس آنے والی بلا اور مصیبت کو روک دیتا ہے۔ بہر حال دعا کے قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا رائیگاں نہیں جاتی اور دعا کرنے والا محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت کے مطابق مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور نوازتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

١٠٢) **عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذًا نُّکْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْثَرُ.**

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو مومن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے یا تو جو اس نے مانگا ہے وہی اس کو یا تھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے یا اس کی دعا کو آخرت میں اس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اس دعا کے حساب میں روک دی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا جب بات یہ ہے (کہ ہر دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کے حساب میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے) تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خزانہ لا انتہا اور غیر فانی ہے، سارے بندے ہر وقت اس سے مانگیں اور وہ ہر ایک کے لئے عطا فرمانے کا فیصلہ کرے تو اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بندے کو جس نے دنیا میں بہت سی ایسی دعائیں کی ہوں گی جو بظاہر دنیا میں قبول نہیں ہوئی ہوں گی ان دعاؤں کے حساب میں جمع شدہ ذخیرہ آخرت میں عطا فرمائیں گے تو بندے کی زبان سے نکلے گا

یَا لَیْتَهٗ لَمْ یُعَجَّلْ لَهٗ شَیْئٌ مِّنْ دُعَائِهٖ

اے کاش! میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی اور ہر دعا کا پھل مجھے یہیں ملتا۔

ہے اور میں سب سے پہلے اس کی فرمانبرداری کرنے والا ہوں۔ اے میرے اللہ! مجھے بہترین اعمال و اخلاق کی ہدایت فرما، یہ ہدایت صرف تجھ ہی سے مل سکتی ہے اور برے اعمال و اخلاق سے مجھے بچا اور میری حفاظت فرما، یہ حفاظت بھی تو ہی فرما سکتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح اس دعا میں شروع میں تو جیسا کہ چاہئے توحید کی شہادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی و نیاز مندی اور مخلصانہ فدویت و وفاداری کا اقرار و اظہار ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے اچھے اعمال و اخلاق کی ہدایت و توفیق اور برے اعمال و اخلاق سے حفاظت اور بچاؤ کی التجا اور استدعا کی گئی ہے اور دراصل اسی ہدایت اور حفاظت پر انسان کی سعادت اور فلاح کا دارومدار ہے۔ معارف الحدیث جلد سوم میں (صفحہ — سے — تک) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث صحیح مسلم کے حوالے سے درج کی جا چکی ہے، اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد یہی افتتاحی دعا کچھ اضافہ کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے اور وہ اضافہ بڑا دلگداز ہے۔ نیز اس میں اس افتتاحی دعا کے علاوہ رکوع اور قومہ اور سجدہ اور پھر جلسہ اور قعدہ اخیرہ کی خاص پرسوز دعائیں بھی ذکر کی گئی ہیں، اور بلاشبہ نماز کی دعاؤں کے بارے میں وہ بڑی جامع حدیث ہے۔ اس کی تشریح میں یہ بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس قسم کی دعائیں زیادہ تر رات کے نوافل میں پڑھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی جو دعائیں تفصیل سے ذکر کی ہیں ان میں آپ ﷺ کی نماز کی باطنی کیفیات کا عکس صاف حد تک دیکھا جا سکتا ہے۔ حدیث کے زیادہ طویل ہونے کی وجہ سے یہاں اس کو مکرر درج نہیں کیا جا رہا ہے۔ ان چیزوں کا ذوق و شوق رکھنے والے حضرات اس کو معارف الحدیث جلد سوم میں پڑھ لیں۔

(۱۰۸) **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.** (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ (اے میرے اللہ! ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے اور تو ہی اس کا مستحق ہے، تو ہی قائم رکھنے والا ہے زمین و آسمان کا اور ان سب چیزوں کا جو ان میں ہیں (یعنی سارے عالم علوی اور سفلی کا وجود تیرے ہی ارادے سے قائم ہے) مولا! ساری حمد و ستائش کا تو ہی مستحق ہے، تو ہی نور ہے زمین و آسمان کا اور

ان سب کا جو زمین و آسمان میں ہیں (یعنی سارے عالم میں جہاں بھی نور کی کوئی کرن ہے وہ تیرے ہی نور سے ہے) اور ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے' تو فرمانروا ہے زمین و آسمان اور ان ساری کائنات کا جو زمین و آسمان میں ہے' ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے' تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے مرنے کے بعد تیرے حضور حاضری اور تیری ملاقات حق ہے اور تیرا فرمان حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سارے نبی برحق ہیں اور محمد ﷺ بھی برحق ہیں اور قیامت کا آنا برحق ہے اے اللہ! میں نے اپنے کو تیرے سپرد کر دیا اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تیرا سہارا پکڑ لیا اور پورا بھروسہ تجھ پر کر لیا اور اپنا رخ تیری طرف کر دیا اور (مخالفین حق سے) تیری ہی مدد سے میری ٹکر ہے' اور میں نے اپنا مقدمہ فیصلے کے لئے تیری ہی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے' پس اے میرے اللہ! بخش دے میرے وہ سب قصور جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے ہوئے اور جو میں نے پوشیدہ کئے اور جو اعلانیہ کئے اور جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' تو جسے چاہے آگے بڑھانے والا ہے اور جسے چاہے پیچھے ڈال دینے والا ہے' تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ صرف تو ہی معبود برحق ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح ۔۔۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں میں سے ہے جن سے آپ ﷺ کے مقام معرفت اور آپ ﷺ کی باطنی کیفیات و واردات کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰۵) **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔** (رواہ مسلم)

ترجمہ ۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے: اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ ۔۔۔ اے میرے اللہ! جبرائیل و میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار! زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے غیب اور شہود کو یکساں جاننے والے' تو ہی فیصلہ فرمائے گا بندوں کے درمیان ان کے اختلافات کے بارے میں' مجھے اپنی خاص توفیق سے اس راہ حق و ہدایت پر چلا جس کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے' تو ہی جسے چاہے گا سیدھے راستہ پر چلائے گا۔ (صحیح مسلم)

رکوع و سجود کی دعائیں

(۱۰۶) **عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ "سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ۔** (رواہ النسائی)

ترجمہ ۔۔۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو گیا' جب آپ ﷺ رکوع میں گئے تو آپ ﷺ نے اتنی دیر تک رکوع کیا جتنی دیر میں سورہ بقرہ

پڑھی ہوگی۔ اس رکوع میں آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

پاک ہے اللہ زور و قوت اور فرمانروائی والا اور عظمت کبریائی والا۔ (سنن نسائی)

تشریح: معارف الحدیث جلد سوم میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عام معمول رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھنے کا تھا اور آپ ﷺ نے اسی کی تعلیم فرمائی۔ لیکن کبھی کبھی ان کے علاوہ دوسرے تسبیح و تقدیس کے کلمات اور دوسری دعائیں بھی آپ ﷺ رکوع، سجود میں کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی متعدد احادیث وہاں ذکر کی جا چکی ہیں۔ نیز یہ بھی وہاں ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نفل نمازوں خاص کر رات کے نوافل میں بڑی بڑی طویل رکوع و سجود بھی کرتے تھے۔ یہ نماز جس میں عوف بن مالک حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوگئے اور جس میں آپ ﷺ نے بقدر سورۂ بقرہ کے طویل رکوع کیا یہ بھی نفل نماز تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم امتیوں کو کوئی ذرہ اس کیفیت کا نصیب فرمائے جو اس رکوع میں آپ ﷺ کے قلب مبارک پر طاری رہی ہوگی۔

(۱۰۷) **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.** (رواه مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات کو (میری آنکھ کھلی تو) میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا، تو میں (اندھیرے میں) آپ ﷺ کو ٹٹولنے لگی تو میرا ہاتھ آپ ﷺ کے پاؤں کے تلووں پر پڑا، اس وقت آپ ﷺ سجدے میں تھے اور آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے (جیسے کہ سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں) اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کر رہے تھے اللّٰهم اني اعوذ برضاك الخ (اے میرے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری پکڑ سے تیری پناہ لیتا ہوں میں تیری ثناء و صفت پوری طرح بیان نہیں کر سکتا (بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ) تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی ذات اقدس کے بارے میں بتلایا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۱۰۸) **عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ.** (رواه مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدے میں (کبھی کبھی) یہ دعا بھی کرتے تھے اللّٰهم اغفر لي ذنبي كله الخ (اے میرے اللہ! میرے سارے گناہ بخش دے چھوٹے بھی بڑے بھی پہلے بھی پچھلے بھی کھلے بھی اور ڈھکے چھپے بھی)۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ دونوں حدیثیں معارف الحدیث جلد سوم میں بھی ذکر کی جا چکی ہیں۔

قعدۂ اخیرہ کی بعض دعائیں

(۱۰۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوا فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ. (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا بھی کرتے تھے "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ..." (اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے سارے فتنوں سے اور گناہ کے ہر کام سے اور قرضہ کے بار سے) (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے ساتھ متصلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد عذاب نار، عذاب قبر، فتنۂ دجال اور زندگی اور موت کے سارے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگی جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ دعا آخری قعدہ میں سلام سے پہلے کی جائے۔ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث صحیح مسلم ہی کے حوالے سے معارف جلد سوم میں ذکر کی جا چکی ہے۔

(۱۱۰) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِي صَلٰوتِهِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْباً سَلِيْماً وَلِسَاناً صَادِقاً وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ. (رواه النسائي)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرتے تھے "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ" (اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں دین میں ثابت قدمی اور حق و ہدایت پر استواری و مضبوطی اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمتوں کی شکر گزاری کا اور اچھی طرح تیری عبادت گزاری کا، اور مانگتا ہوں تجھ سے وہ دل جس میں روگ نہ ہو اور وہ زبان جو صداقت شعار ہو، اور تجھ سے سائل ہوں اس خیر اور بھلائی کا جو تیرے علم میں ہے اور پناہ چاہتا ہوں اس شر اور برائی سے جس کا تجھے علم ہے اور معافی اور مغفرت مانگتا ہوں ان گناہوں کے لئے جو تجھے معلوم ہیں۔) (سنن نسائی)

(۱۱۱) عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ صَلّٰى عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ بِالْقَوْمِ صَلٰوةً أَخَفَّهَا فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْهَا فَقَالَ

اس قسم کی دعاؤں کا خاص موقع و محل یہی ہے۔ اس موقع کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی درخواست پر جو دعا ان کو تعلیم فرمائی تھی "اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا" معارف الحدیث کی جلد سوم میں ذکر کی جا چکی ہے اور اسی کی تشریح میں وہ دلائل اور قرائن لکھے جا چکے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دعاؤں کا موقع اور محل تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے ہے۔

۱۶۲) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَلِّمُنَا بَعْدَ التَّشَهُّدِ "اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ عَلَى الْخَيْرِ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو تشہد کے بعد یہ دعا سکھایا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ أَلِّفْ عَلَى الْخَيْرِ بَيْنَ قُلُوبِنَا ..." (اے اللہ! خیر اور بھلائی پر ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور ہمارے باہمی تعلقات کو درست کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نکال کے روشنی کی فضا میں لا اور ظاہر و باطن کی ساری گندگیوں سے ہمیں بچا اور دور رکھ۔ اور ہمارے کانوں ہماری آنکھوں اور ہماری بیویوں اور ہماری نسل میں برکت دے اور ہم پر عنایت فرما، تو بڑا عنایت فرما اور مہربان ہے۔ اور ہمیں تو اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا اور شایانِ شان طریقے پر ان کا استقبال کرنے والا بنا اور نعمتوں کا ہم پر اتمام فرما یعنی اپنی نعمتیں بھرپور عطا فرما۔) (سنن ابی داؤد)

نماز کے بعد کی دعائیں

۱۶۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اِجْعَلْنِيْ مُخْلِصًا لَكَ وَاَهْلِيْ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ ..." (اے میرے اللہ اے ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی اکیلا تو ہی مالک اور پروردگار ہے، تیرا کوئی شریک ساجھی نہیں۔ اے میرے اللہ اے ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے۔ اے میرے اللہ اے ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا

ہوں کہ تیرے سارے بندے (بندگی کے رشتے سے) بھائی بھائی ہیں۔ اے میرے اللہ! اے ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو ہمیشہ کے لئے دنیا اور آخرت کی ایک ایک ساعت کے لئے اپنا مخلص اور وفادار بندہ بنالے۔ اے ذوالجلال والاکرام میری التجا سن لے میری دعا قبول فرمالے اللہ ہی سب سے بڑا ہے وہی بزرگ و برتر ہے اللہ زمین و آسمان کا نور ہے (سارا جہان اسی کے نور سے قائم ہے اور منور ہے) اللہ ہی سب سے بڑا ہے وہی بزرگ و برتر ہے میرے لئے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا میرا سہارا اور بھروسا ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے وہی بزرگ و برتر ہے) (سنن ابی داؤد)

تشریح دعائیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی چیز طلب کی جائے یا کسی شر اور بلا سے اس کی پناہ مانگی جائے۔ اور دوسری وہ جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کے جلال و جبروت اور بے نہایت احسانات کو یاد کر کے اس کے حضور میں اپنی بندگی و نیازمندی اور مخلصانہ وفاداری و ممنونیت کا اظہار کرے اور اس طرح اس کی رحمت و عنایت اور اس کا قرب چاہے۔ نماز کے بعد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا جو حضرت زید بن ارقم کی روایت سے یہاں مذکور ہوئی اسی دوسری قسم کی ہے۔ اس سے پہلے جو دعائیں مذکور ہو چکی ہیں ان میں سے اکثر میں بھی یہی عنصر غالب ہے۔

(۱۱۴) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ. (رواه مسلم)

ترجمہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم یہ چاہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے داہنی جانب کھڑے ہوں آپ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہماری طرف رخ فرماتے تھے تو میں نے سنا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے "رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" (اے پروردگار! مجھے اپنے عذاب سے بچا اس دن جس دن کہ تو بندوں کو اٹھائے اور دوبارہ ان کو زندہ کرے) (صحیح مسلم)

تشریح حضرت براء کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد داہنی جانب رخ کر کے بیٹھتے تھے۔ اور حضرت سمرہ بن جندب کی ایک روایت سے جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سلام کے بعد مقتدیوں کی جانب رخ کر کے بیٹھتے تھے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مقتدیوں کی طرف رخ کر کے اس طرح بیٹھتے تھے کہ کسی قدر داہنی جانب کو بھی آپ کا رخ ہوتا تھا اس بنا پر یہ دونوں بیان بجائے خود صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۱۵) عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ" (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور فقر و فاقہ سے اور قبر کے عذاب سے) [illegible]

۱۹۶) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ الخ" (اے اللہ میرے سارے گناہ معاف فرما دے جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے اور جو چھپا کے کئے اور جو اعلانیہ کئے اور جو مجھ سے زیادتی ہوئی اور وہ گناہ بھی معاف فرما دے جن کا تجھ کو مجھ سے زیادہ علم ہے تو آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں) [illegible]

۱۹۷) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا. (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد (کبھی کبھی) یہ دعا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا" (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس علم کا جو نفع مند ہو اور ایسے اعمال کا جو تیری نگاہ میں قابل قبول ہوں اور تجھ سے سائل ہوں حلال طیب روزی کا۔) [illegible]

۱۹۸) عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ "اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَ أَحَدًا فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَالِكَ ثُمَّ مُتَّ فِيْ لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِّنْهَا وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ ذَالِكَ فَإِنَّكَ إِذَا مُتَّ يَوْمَكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِّنْهَا. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت مسلم بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خصوصیت کے ساتھ تلقین فرمائی کہ جب تم مغرب کی نماز ختم کرو تو کسی آدمی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا کرو "اللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ" (اے اللہ! مجھے دوزخ سے پناہ دے) اگر تم نے مغرب کے بعد یہ دعا کی اور اسی رات میں تم کو موت آ گئی تو دوزخ سے تمہارے بچاؤ کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اسی طرح جب تم صبح کی نماز پڑھو تو کسی آدمی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرو "اللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ" (اے اللہ! مجھے دوزخ سے پناہ دے) اگر اس دن تمہاری موت مقدر ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو دوزخ سے بچانے کا حکم ہو جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

(۱۱۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَخَذَ بِيَدِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ لَاُحِبُّكَ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ."

(رواه ابو داؤد والنسائی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کے فرمایا: "اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھا کرو: اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (اے اللہ! میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی)۔"

تشریح: نہایت مختصر ہونے کے باوجود یہ بڑی عظیم اور جامع دعا ہے۔ اس کی عظمت اور اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو اپنی محبت کا واسطہ دے کر تاکید کے ساتھ اس کی وصیت اور تلقین فرمائی، اسی طرح اس سے پہلی حدیث کی دعا اللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ کی تلقین بھی آپ ﷺ نے مسلم بن الحارث کو خصوصیت اور اہتمام سے فرمائی تھی اور وہ بھی نہایت مختصر ہے۔ اس غیر معمولی اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ کی تعلیم و تلقین کے بعد ان دعاؤں کا اہتمام نہ کرنا بڑی ناقدری اور محرومی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

ایک نہایت جامع دعا

(۱۲۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَيْلَةً حِيْنَ فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِيْ بِهَا قَلْبِيْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِيْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِيْ وَتُصْلِحُ بِهَا غَائِبِيْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِيْ وَتُزَكِّيْ بِهَا عَمَلِيْ وَتُلْهِمُنِيْ بِهَا رُشْدِيْ وَتَعْصِمُنِيْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ فِي الْقَضَاءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَاءِ وَعَيْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِيْ وَاِنْ قَصُرَ رَاْيِيْ وَضَعُفَ عَمَلِيْ افْتَقَرْتُ اِلٰى رَحْمَتِكَ فَاَسْئَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُوْرِ وَيَا شَافِيَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِيْرُ بَيْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَاْيِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِيْ مِنْ خَيْرٍ وَعَدْتَّهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ خَيْرٍ اَنْتَ مُعْطِيْهِ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ فَاِنِّيْ اَرْغَبُ اِلَيْكَ فِيْهِ وَاَسْئَلُكَهٗ بِرَحْمَتِكَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ ذَا الْحَبْلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِيْدِ اَسْئَلُكَ الْاَمْنَ يَوْمَ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِيْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ وَّاِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ سِلْمًا لِّاَوْلِيَائِكَ وَعَدُوًّا لِّاَعْدَائِكَ نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ اَحَبَّكَ وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَيْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ

نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَ نُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَ نُوْرًا مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَ نُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَ نُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَ نُوْرًا مِنْ فَوْقِیْ وَ نُوْرًا مِنْ تَحْتِیْ وَ نُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَ نُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَ نُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَ نُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز تہجد سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ ..." (اے اللہ! میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں تو محض اپنے فضل و کرم سے مجھ پر اپنی وہ خاص رحمت فرما جس سے میرا قلب تیری ہدایت سے بہرہ یاب ہو اور اپنے سارے معاملات میں مجھے تیری اس رحمت سے جمعیت نصیب ہو، اور میری ظاہری و باطنی پراگندگی اور انتشار دور ہو اور مجھ سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں میرے پاس نہیں دور اور غائب ہیں تیری رحمت سے ان کو صلاح و فلاح حاصل ہو اور جو میرے پاس حاضر و موجود ہیں ان کو تیری رحمت سے رفعت اور قدر افزائی نصیب ہو اور میرے اعمال کا تیری اس رحمت سے تزکیہ ہو اور تیری طرف سے میرے قلب میں وہی ڈالا جائے جو میرے لئے صحیح اور مناسب ہو اور جس کی چاہت مجھے، رغبت اور الفت ہو وہ مجھے تیری اس رحمت سے عطا ہو اور ہر برائی سے تو میری حفاظت فرمائے۔ اے اللہ! میرے دل کو وہ ایمان و یقین عطا فرما جس کے بعد کسی درجہ کا بھی کفر نہ ہو (یعنی کوئی بات بھی مجھ سے ایمان کے خلاف سرزد نہ ہو) اور مجھے اپنی اس رحمت سے نواز جس کے طفیل دنیا اور آخرت میں مجھے عزت و شرف کا مقام حاصل ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں قضا و قدر کے فیصلوں میں کامیابی کی اور تجھ سے مانگتا ہوں تیرے شہیدوں والا اعزاز اور تیرے نیک بخت بندوں والی زندگی اور دشمنوں کے مقابلے میں تیری حمایت اور مدد۔ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوا ہوں اگرچہ میری عقل نارسا و کوتاہ اور میرا عمل اور جد و جہد ضعیف ہے۔ اے رحیم و کریم! میں تیری رحمت کا محتاج ہوں۔ پس اے سارے امور کا فیصلہ فرمانے والے اور قلوب کے روگ دور کر کے ان کو شفا بخشنے والے مالک و مولا! جس طرح تو اپنی قدرت کاملہ سے (ایک ساتھ بہنے والے) سمندروں کو ایک دوسرے سے جدا رکھتا ہے (کہ کھاری شیریں سے الگ رہتا ہے اور شیریں کھاری سے) اسی طرح تو مجھے آتش دوزخ سے اور اس عذاب سے بچا اور دور رکھ جس کو دیکھ کے آدمی موت کی دعا مانگے گا، اور اسی طرح مجھے عذاب قبر سے بچا۔ اے میرے اللہ! تو نے جس خیر اور نعمت کا اپنے کسی بندے کے لئے وعدہ فرمایا ہو یا جو چیز اور نعمت تو کسی کو بغیر وعدے کے عطا فرمانے والا ہو اور میری عقل نارسا اس کے شعور اور اس کی طلب سے قاصر رہی ہو اور میری نیت بھی اس تمنا تک نہ پہنچی ہو اور میں نے تجھ سے اس کی استدعا بھی نہ کی ہو، تو اے میرے اللہ! تیری رحمت سے میں اس کی بھی تجھ سے التجا کرتا ہوں اور تیرے کرم کے بھروسے اس کا طالب اور شائق ہوں، تو اپنے رحم و کرم سے وہ خیر و نعمت بھی مجھے عطا فرما دے۔ میرے مولا! جس کا رشتہ مضبوط و مستحکم ہے اور جس کا

مختلف اوقات واحوال کی دعائیں

اب تک جو دعائیں مذکور ہوئیں وہ سب نماز کے اندر کی یا نماز کے بعد کی تھیں اور نماز چونکہ اپنی روح و حقیقت کے لحاظ سے خود دعاء و مناجات بلکہ اس کی مکمل ترین صورت ہے اور اس کا موضوع ہی اللہ تعالیٰ کے حضور میں اظہار عجز و نیاز اور دعاء و سوال ہے' اس لئے اس میں اس طرح کی دعائیں کامل معرفت اور کمال عبدیت کی علامت ہونے کے باوجود کوئی تعجب نہیں۔ لیکن جو دعائیں رسول اللہ ﷺ نے دوسرے اوقات خاص کر کھانے پینے' سونے جاگنے اور دوسرے بشری و حیوانی تقاضوں والے اعمال و اشغال کے اوقات کے لئے تعلیم فرمائی ہیں جن کے ذریعہ یہ اعمال و اشغال بھی سراسر روحانی و نورانی اور اللہ تعالیٰ کے تقریب کا وسیلہ بن جاتے ہیں' وہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و تعلیم کا خاص الخاص معجزہ ہے' ذیل میں انہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

صبح و شام کی دعائیں

ہر آدمی کے لئے رات کے بعد صبح ہوتی ہے اور دن ختم ہونے پر شام آتی ہے' گویا ہر صبح اور ہر شام زندگی کی ایک منزل طے ہو کر اگلی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور اپنے عملی نمونہ سے امت کو ہدایت فرمائی کہ وہ ہر صبح و شام اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ و مستحکم کرے' اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے' اپنے قصوروں کے اعتراف کے ساتھ معافی مانگے اور سائل و بھکاری بن کر رب کریم سے مناسب وقت دعائیں کرے۔

(۲۲۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّیْقَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَیْتُ قَالَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْكِهٖ" قَالَ قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ وَ اِذَا اَمْسَیْتَ وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ. (رواہ ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ "مجھے ذکر و دعا کے وہ کلمے تعلیم فرما دیجئے جن کو میں صبح و شام کہہ لیا کروں۔" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو۔ "اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ... شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْكِهٖ" (اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے' غیب و شہود کا پورا علم رکھنے والے' ہر چیز کے مالک و پروردگار۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی قابل پرستش نہیں' میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے (یعنی اس بات سے کہ وہ مجھے شرک میں مبتلا کرے۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے ابو بکر! تم اللہ سے یہ دعا کیا کرو صبح کو اور شام کو اور سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُ اَصْحَابَهٗ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ وَ اِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" [illegible]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو تلقین فرماتے تھے کہ جب رات ختم ہو کر تمہاری صبح ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کرو: [illegible] ... تا ... [illegible] (اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہماری صبح ہوتی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہماری شام، تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہم وقت آ جانے پر مریں گے اور پھر تیری ہی طرف لوٹ کر جائیں گے) اسی طرح جب شام ہو تو عرض کرو: [illegible] ... تا ... [illegible] (اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہماری شام ہوتی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہماری صبح اور تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی فیصلہ سے مریں گے اور پھر اٹھ کر تیرے ہی حضور حاضر ہوں گے۔)

رات کے اندھیرے کے بعد صبح کے اجالے کا نمودار ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ انسان عموماً دن ہی میں اپنے سارے کام کاج کرتے ہیں اگر رات کے بعد صبح نہ ہو تو گویا قیامت ہو جائے۔ اسی طرح دن کے ختم پر شام کا آنا اور رات کا شروع ہونا بھی بڑی نعمت ہے شام آ کر کاموں سے چھٹی دلاتی ہے اور آرام و راحت کا پیام لاتی ہے اگر ایک دن شام نہ آئے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عام انسانوں پر کیا گزر جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب صبح یا شام ہو تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا احساس و اعتراف کیا جائے۔ اسی کے ساتھ اس کو بھی یاد کیا جائے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے دن کی عمر ختم ہو کر رات آتی ہے اور رات کی عمر ختم ہو کر دن نکلتا ہے۔ اسی طرح اس کے حکم سے ہماری زندگی چل رہی ہے اور اسی کے حکم سے مقررہ وقت پر موت آ جائے گی اور پھر اللہ کے حضور میں پیشی ہوگی۔ الغرض روزانہ صبح و شام اللہ کی نعمت کا اعتراف اور موت اور آخرت کو یاد کیا جائے۔ نہ صبح کو اس سے غفلت ہو نہ شام کو۔

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا اَمْسٰى قَالَ "اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ." وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ الخ." [illegible]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے: [illegible] (یہ شام اس حال میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ ہی کے ہیں۔ ساری حمد و ستائش اسی اللہ کے لئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

اس کا کوئی شریک ساجھی نہیں' راج اور ملک اسی کا ہے' وہی لائق حمد و ثنا ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! یہ آنے والی رات اور جو کچھ اس رات میں ہونے والا ہے میں اس کے خیر کا تجھ سے سائل ہوں' اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پروردگار! تیری پناہ سستی اور کاہلی سے (جو امور خیر سے محرومی کا سبب بنتی ہے) تیری پناہ بالکل نکما کر دینے والے بڑھاپے سے' اور بڑائی کے برے اثرات سے تیری پناہ دنیا کے ہر فتنہ سے (اور یہاں کی ہر آزمائش سے) تیری پناہ قبر کے عذاب سے۔ اور جب صبح ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ بس ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرتے "وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ" (ہماری صبح اس حال میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ ہی کے ہیں الخ۔) (صحیح مسلم)

اس دعا میں اپنی ذات اور ساری کائنات کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا اقرار اور اس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی توحید کا اعلان ہے۔ پھر رات یا دن میں جو خیر اور برکتیں ہوں ان کا سوال ہے' اور جو کمزوریاں خیر و سعادت سے محرومی کا سبب بن جاتی ہیں ان سے پناہ طلبی ہے۔ اور آخر میں دنیا کے ہر فتنہ اور عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی جامع دعا ہے اور اس میں اپنی بندگی اور نیازمندی کا کیسا اظہار ہے۔

(۱۲۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَ اَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ." (رواہ ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب شام یا صبح ہوتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا ضرور کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ الخ" (اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت کا طالب و سائل ہوں۔ اے میرے اللہ! میں اپنے دین اور دنیا اور اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میری شرم و عار والی باتوں کی پردہ داری فرما' میرے دل کی گھبراہٹ اور تشویشات دور فرما کر مجھے امن و اطمینان نصیب فرما' اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے آگے سے اور پیچھے سے اور میرے داہنے اور بائیں اور میری اوپر کی جانب سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس بات سے کہ نیچے کی جانب سے مجھ پر کوئی آفت آئے' مجھے ہمیشہ اس سے محفوظ رکھ۔)

رسول اللہ ﷺ کی صبح شام کی دعاؤں میں یہ دعا بھی بڑی جامع ہے' انسانی ضرورت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان چند لفظوں میں نہ آ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ قدر شناسی عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

(۱۲۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰى وَاِذَا اَصْبَحَ ثَلَاثًا

"رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا" اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ اَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (رواه احمد والترمذى)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح اور شام تین دفعہ کہے "رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا" (میں راضی ہوں اللہ کو اپنا مالک و پروردگار مان کر اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمد کو نبی مان کر) تو اللہ نے اس بندے کے لئے اپنے ذمہ کر لیا ہے کہ قیامت کے دن اس کو ضرور خوش کر دے گا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح: سبحان اللہ! کتنی عظیم بشارت ہے کہ جو مومن و مسلم بندہ اس مختصر کلمہ کو صبح شام تین تین دفعہ کہہ کے اللہ و رسول ﷺ اور ان کے دین کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ اور مستحکم کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ میں قیامت کے دن اس کو راضی اور خوش کر دوں گا۔ اس بشارت کے معلوم ہو جانے کے بعد اس دولت کو حاصل کرنے سے غافل رہنا کتنا عظیم خسارہ اور کتنی بڑی محرومی ہوگی۔

۱۲۶) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ غَنَّامٍ الْبَيَاضِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ "اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ. لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ." فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ يَوْمِهِ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُمْسِيْ فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ لَيْلَتِهِ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن غنام بیاضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو بندہ صبح ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے کہ "اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ" (اے میرے اللہ اس صبح جو بھی نعمت مجھے نصیب ہے یا تیری مخلوق میں سے کسی کو بھی نصیب ہے وہ تنہا تیرے ہی کرم کا نتیجہ ہے تیرا کوئی شریک ساجھی نہیں، تیرے ہی لئے ساری حمد و ثنا اور تیرے ہی لئے شکر ہے) تو اس نے اس دن کی ساری نعمتوں کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسی طرح عرض کیا تو اس نے پوری رات کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: حق یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں کا کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا، یہ رب کریم کا صرف کرم ہے کہ ایسے حقیر سے شکر کو بھی وہ کافی قرار دیتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ "اے پروردگار! تیری نعمتیں بے شمار ہیں میں کیسے ان کا شکر ادا کروں، ارشاد ہوا کہ "تمہارا یہ محسوس کرنا کہ وہ نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں، بس یہی شکر کافی ہے۔" لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

۱۲۷) عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهُ وَنَصْرَهُ وَنُوْرَهُ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ." ثُمَّ اِذَا اَمْسٰى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب صبح ہو تو یوں کہو "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ... وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ" (صبح کی اس حالت میں ہوں۔

ہم اور ساری کائنات اللہ رب العالمین کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس دن کی خیر اور فتح و نصرت اور نور و برکت اور ہدایت کا سائل ہوں اور اس دن اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پھر جب شام ہو تو اسی طرح کہو۔

۱۲۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ "فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○" اَدْرَكَ مَافَاتَهُ فِيْ يَوْمِهِ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ اَدْرَكَ مَافَاتَهُ فِيْ لَيْلَتِهِ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو کوئی (سورہ روم کی یہ تین آیتیں) صبح ہونے پر تلاوت کرے وہ اس دن کی وہ ساری خیر و برکت پالے گا جو اس سے فوت ہوئی ہوں گی، اور اسی طرح جو کوئی شام آنے پر یہ تین آیتیں تلاوت کرے وہ اس رات کی وہ ساری خیر و برکت پالے گا جو اس سے فوت ہوئی ہوں گی۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ.

اللہ کی پاکی بیان کرو جب تمہارے لئے صبح ہو اور جب شام آئے۔ اور زمین و آسمان میں ہر وقت اس کی حمد و ثنا ہوتی ہے۔ اور پچھلے پہر اور دوپہر کے وقت بھی اس کی پاکی بیان کرو۔ وہی قادر مطلق زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے اور زمین پر مردنی طاری ہو جانے کے بعد اپنی رحمت سے اسے حیات تازہ بخشتا ہے۔ اور تم بھی اسی طرح مرنے کے بعد زندہ کر دیئے جاؤ گے۔

۱۲۹) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ "بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ. (رواه الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین دفعہ یہ دعا پڑھ لیا کرے اسے کوئی مضرت نہیں پہنچے گی اور وہ کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوگا۔ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد)

اس اللہ کے نام سے جس کے نام پاک کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور وہ

سب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح ۔۔۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی ان کے صاحبزادے ابان ہیں۔ ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا جس سے ان کا جسم متاثر تھا۔ ایک دفعہ جب وہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے ایک آدمی خاص طرح کی نظر سے ان کی طرف دیکھنے لگا وہ سمجھ گئے کہ اس کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو رہا ہے کہ جب آپ یہ حدیث اپنے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سن چکے تھے تو پھر آپ پر فالج کا حملہ کیسے ہو گیا اس حدیث میں تو اس دعا کے صبح و شام پڑھنے والے کے لئے ہر حادثہ سے حفاظت کی ضمانت بتائی گئی ہے۔ ابان نے اس آدمی سے کہا "میاں دیکھتے کیا ہو نہ میں غلط بیان کر رہا ہوں نہ حضرت عثمانؓ نے مجھ سے غلط بیان کیا تھا۔ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس میں جو وعدہ ہے وہ بھی برحق ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی معاملہ کی وجہ سے مجھے سخت غصہ تھا اس غصہ کی حالت میں اس دن وقت پر یہ دعا پڑھنا بھول گیا اسی دن یہ فالج کا حملہ ہوا یعنی تقدیر الٰہی میں فالج ہونا مقدر تھا اس لئے اسی دن بھلا دیا گیا۔" حضرت ابان کا یہ بیان بھی حدیث کے ساتھ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں مروی ہے۔ صبح شام تین دفعہ اس دعا کا پڑھنا اللہ کے نیک بندوں کے معمولات میں سے ہے اور بار بار کا تجربہ ہے اس میں آفات ارضی و سماوی سے حفاظت کی ضمانت ہے۔

(۱۳۰) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِقْرَأْ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "شام کو اور صبح کو (یعنی دن شروع ہونے پر اور رات شروع ہونے پر) قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس تین دفعہ پڑھ لیا کرو یہ ہر چیز کے واسطے تمہارے لئے کافی ہوں گی۔"
(سنن ابی داؤد)

تشریح قل ھو اللہ اور معوذتین قرآن مجید کی بہت چھوٹی سورتوں میں ہیں لیکن اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت فائق اور بالا ہیں جیسا کہ فضائل تلاوت قرآن کے سلسلہ میں پہلے بیان بھی کیا جا چکا ہے۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اور زیادہ نہ پڑھ سکیں وہ صبح و شام کم از کم یہی تین سورتیں پڑھ لیا کریں جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے یہی ان شاء اللہ کافی ہوں گی ہر مسلمان کو یہ یاد بھی ہوتی ہیں۔

خاص سونے کے وقت کی دعائیں

نیند کو موت سے بہت مشابہت ہے۔ سونے والا مردے ہی کی طرح دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے نیند بیداری اور موت کے درمیان کی ایک حالت ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ تاکید کے ساتھ ہدایت فرماتے تھے کہ جب سونے لگو تو اس سے پہلے دھیان اور اہتمام سے اللہ کو یاد کرو گناہوں سے معافی مانگو اور اس کے مناسب وقت دعائیں کرو۔ اس سلسلہ میں جو دعائیں آپ ﷺ نے تلقین فرمائیں اور جو آپ ﷺ کے معمولات میں سے تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۳۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا قَالَ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ قُلِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ" فَقِيْلَ لَهُ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بتایا کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر لیٹ جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرو: "اللھم انت خلقت نفسی تا اسئلک العفو والعافیۃ" (اے میرے اللہ! تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور تو ہی جب چاہے گا میری روح قبض کرے گا، میرا مرنا اور جینا تیرے ہی اختیار میں ہے، اگر تو مجھے زندہ رکھے تو (ہر بلا اور گناہ سے اور شر و فتنہ کی ہر بات سے) میری حفاظت فرما اور اگر تیرا فیصلہ میری موت کا ہو تو میری مغفرت فرما اور مجھے بخش دے۔ اے میرے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سائل ہوں (تو میرے لئے معافی کا اور دنیا و آخرت میں عافیت کا فیصلہ فرما) حضرت عبداللہ بن عمر نے جب یہ دعا تلقین فرمائی تو کسی نے ان سے کہا کہ "یہ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے سنی ہوگی؟" انہوں نے فرمایا "میں نے اس ہستی سے سنا ہے جو حضرت عمرؓ سے بھی بہتر تھی، میں نے یہ دعا براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: یہ مختصر دعا عبدیت کے جذبات سے بھرپور ہے اور اللہ کے حضور میں عبدیت و نیاز مندی اور اظہار عاجزی و بے بسی ہی سب سے زیادہ اس کی رحمت کو کھینچنے والی چیز ہے۔ خاص کر سوتے وقت کسی بندے کو اس طرح کی دعا کی توفیق ملنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نظر عنایت و کرم اس کی طرف متوجہ ہے۔

۱۳۲) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ لَهُ." (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آرام کے لئے بستر پر تشریف لاتے تو اس طرح اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے "الحمد للہ الذی تا ولا مؤوی لہ" (اس اللہ کی حمد اور اس کا شکر جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری پوری ضرورتیں عطا فرمائیں اور آرام کے لئے ہمیں ٹھکانا دیا، کتنے ہی ایسے بندے ہیں جن کی نہ کوئی ضروریات پوری کرنے والا ہے نہ کوئی انہیں ٹھکانا دینے والا ہے) (صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہم جو کھاتے پیتے ہیں اور جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ سب رب کریم کا عطیہ ہے۔ ہمارے کسی ہنر اور کرتب کو اس میں دخل نہیں اس لئے وہی لائق حمد و شکر ہے۔ جس نے سوتے وقت یہ دعا کی اس نے کھانے پینے اور ان سب نعمتوں کا جن سے اس نے فائدہ اٹھایا شکر ادا کر دیا۔

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے اور تین دفعہ یہ دعا کرتے "اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" (اے میرے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا قیامت کے دن جبکہ سارے بندے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: خاص سوتے وقت اس دعا کی ایک کھلی وجہ تو یہی ہے کہ سونے کو موت سے جو ایک خاص مشابہت ہے اس کی وجہ سے آپ سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت موت اور قیامت اور وہاں کے حساب اور ثواب و عذاب کو یاد کرتے تھے اور جس بندے کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گی اس کو جب موت و قیامت یاد آئے گی تو قدرتی طور پر اس کی سب سے اہم فکر اور دل کی پکار یہی ہو گی کہ وہاں عذاب سے نجات نصیب ہو۔

۱۳۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَالَ حِينَ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ "أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ" ثَلٰثَ مَرَّاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ وَرَقِ الْأَشْجَارِ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ أَيَّامِ الدُّنْيَا. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح توبہ و استغفار کرے اور تین دفعہ عرض کرے "أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ" (میں مغفرت و بخشش چاہتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی ہے زندہ جاوید ہمیشہ رہنے والا اور سب کا کارساز ہے اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور مشہور ریگستان عالج کے ذروں اور دنیا کے دنوں کی طرح بے شمار ہوں۔ (جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں سوتے وقت مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ توبہ و استغفار کرنے پر سارے گناہ بخش دیئے جانے کا مژدہ جانفزا سنایا گیا ہے۔ کتنی بڑی محرومی ہو گی اگر حضور ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کا اہتمام نہ کیا جائے۔ ہاں یہ استغفار و توبہ سچے دل سے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کا حال دیکھنے والا ہے اس کو زبان سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

۱۳۸) عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَبِي اقْرَأْ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ ثُمَّ نَمْ عَلٰى خَاتِمَتِهَا فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ. (رواه ابو داؤد والدارمی)

ترجمہ: فروہ بن نوفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے والد نوفل سے فرمایا کہ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو سورہ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ" پڑھ لیا کرو اس کے بعد سو جایا کرو اس سورت کے مضمون میں شرک سے پوری براءت ہے۔ (سنن ابی داؤد، مسند دارمی)

تشریح: ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ نوفل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مجھے کوئی چیز بتا دیجئے جو میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ان کو یہ بتلایا کہ "قل

أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ لیا کرو۔

۱۳۹) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (رواه ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دائمی معمول تھا کہ جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"، "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" یہ تینوں سورتیں پڑھ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جہاں تک آپ ﷺ کے ہاتھ پہنچ سکتے ان کو جسم مبارک پر پھیرتے، پہلے سر اور چہرے پر اور جسم کے سامنے کے حصے پر پھیرتے، تین دفعہ یہ عمل کرتے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح — اس حدیث کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آخری مرض میں جب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف زیادہ ہو گئی تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسی طرح تینوں سورتیں پڑھ کے اور اپنے ہاتھوں پر دم کر کے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیروں تو میں ایسا ہی کرتی تھی۔

فائدہ — ممکن ہے بعض لوگوں کے لئے سونے کے وقت کی بعض دوسری ماثور دعائیں یاد کرنا مشکل ہوں تو وہ کم از کم "قل" یعنی حضرت "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" تو پڑھ ہی سکتے ہیں ان کے لئے یہی سب کچھ ہے۔ بہرحال یہ معمول تو ہر ایک کو بنا لینا چاہئے جو اتنا بھی اہتمام نہ کر سکے اس کی محرومی قابل عبرت ہے۔

نیند نہ آنے کی شکایت کی دعا

۱۴۰) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ شَكَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَا يَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْأَرَقِ فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلْ "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الْأَرَضِينَ وَمَا أَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضَلَّتْ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ أَوْ أَنْ يَبْغِيَ عَلَيَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ." (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم بستر پر لیٹو تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لیا کرو: "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ ... لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ." (اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے اور ان سب چیزوں کے مالک جو ان کے نیچے واقع ہیں اور شیاطین اور ان کی گمراہ کن سرگرمیوں کے مالک! اپنی ساری مخلوق کے شر سے مجھے اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے کہ کوئی مجھ پر زیادتی اور ظلم نہ کر پائے۔ باعزت اور محفوظ ہے وہ جس کو تیری پناہ حاصل ہے۔ تیری حمد و ثنا کا مقام بلند ہے تیرے سوا کوئی لائق

بجز کوئی نہیں، بس تو ہی معبودِ برحق ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

نیند میں ڈر جانے کی دعا

۱۶۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِى النَّوْمِ فَلْيَقُلْ "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ" فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ اَوْلَادِهِ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَ فِىْ صَكٍّ وَعَلَّقَهَا فِىْ عُنُقِهِ۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی (ڈراؤنا خواب دیکھ کے) سوتے میں ڈر جائے تو یوں دعا کرے "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ تا وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ" (میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلماتِ تامات کے ذریعہ خود اس کے غضب اور عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی وساوس و اثرات سے اور اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور مجھے ستائیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "پھر شیاطین اس بندے کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔" (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے یہ حدیث ان کے صاحبزادے شعیب نے روایت کی ہے) ان کا بیان ہے کہ ہمارے والد ماجد عبداللہ بن عمروؓ کا یہ دستور تھا کہ ان کی اولاد میں جو بڑے اور بالغ ہو جاتے وہ یہ دعا ان کو تلقین فرماتے تاکہ وہ اس کو اپنا معمول بنائیں۔ اور جو بچے چھوٹے ہوتے تو یہی دعا ایک کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں (بطور تعویذ کے) ڈال دیتے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈراؤنے اور پریشان کن خواب شیطانی اثرات سے ہوتے ہیں اور اگر اس دعا کو معمول بنا لیا جائے تو ان شاء اللہ ان اثرات سے حفاظت ہوگی۔ صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا کلام یا کوئی دعا کاغذ پر لکھ کر بطور تعویذ گلے وغیرہ میں ڈال دینا کوئی غلط کام نہیں ہے۔

سو کر اٹھنے کے وقت کی دعا

۱۶۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِىْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِىْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِىْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِىْ وَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو اللہ کے حضور میں عرض کرتے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تا اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" (اے اللہ! تو ہی معبودِ برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، ہر حمد و ثنا کا تو ہی سزاوار ہے، میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سائل ہوں، اے میرے اللہ! میرے علم و معرفت میں اضافہ فرما

اور میرے دل کی حفاظت فرما کہ تیری طرف سے ہدایت ملنے کے بعد وہ کج روی اختیار کرے، اور اپنے کرم سے مجھے اپنی رحمت سے نواز تو بڑا بخشش والا اور بہت عطا فرمانے والا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح — یہ دعا مختصر ہونے کے باوجود کتنی جامع ہے اور اس کے ایک ایک جز میں عبدیت کی کیسی روح بھری ہوئی ہے، اس کا کچھ اندازہ بس وہ شخص کر سکتا ہے جو بندے کے اور اللہ کے تعلق کو کچھ جانتا سمجھتا ہو۔ بلاشبہ جب بندہ نیند سے بیدار ہو کر اخلاص اور حضورِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و عنایت اور اس کے بڑے پیار کا مستحق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس عنایت و رحمت کی سچی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱۴۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ أَوْ دَعَا أُسْتُجِيْبَ فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهُ. (رواہ البخاری)

ترجمہ — حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رات کو سو کر کسی کی آنکھ کھلے اور وہ اس وقت کہے "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" اس کے بعد کہے "اللھم اغفرلی" (اے اللہ میری مغفرت فرما، اور مجھے بخش دے) یا کوئی اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہ دعا و التجا قبول فرمائی جائے گی۔ اس کے بعد اگر (وہ ہمت کر کے اٹھ جائے اور) وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی یہ نماز بھی ضرور قبول ہوگی۔ (صحیح بخاری)

تشریح — حدیث کا مندرجہ بالا متن صحیح بخاری سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں کلمہ "الحمد للہ" "سبحان اللہ" سے پہلے ہے۔ لیکن امام بخاری کے علاوہ امام ابو داؤد اور امام ترمذی وغیرہ جن آئمہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان سب کی روایات میں "سبحان اللہ" پہلے اور "الحمد للہ" بعد میں ہے، جیسا کہ کلمہ تمجید میں ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجرؒ وغیرہ شارحین بخاری نے کہا ہے کہ بخاری کی روایت میں "الحمد للہ" کا مقدم ہو جانا کسی راوی کا تصرف ہے۔ بہر حال ان شارحین کے نزدیک بھی ان کلمات کی صحیح ترتیب وہی ہے جو سنن ابی داؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے۔ اسی بناء پر ترجمہ میں اسی ترتیب کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں بشارت سنائی گئی ہے کہ جو بندہ رات کو آنکھ کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی توحید، تمجید اور تسبیح و تحمید اور اس کی مدد کے بغیر اپنی عاجزی و بے بسی کے اعتراف کے یہ کلمے پڑھے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت و بخشش کی دعا مانگے یا کوئی اور دعا کرے تو وہ ضرور قبول فرمائی جائے، اسی طرح اس وقت وضو کر کے جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی قبول ہو گی۔ بعض اکابر کا یہ ارشاد ہے کہ جس بندے کو یہ حدیث پہنچے وہ رسول اللہ ﷺ کا خاص انعامی عطیہ سمجھے اور آپ ﷺ کی اس بشارت پر یقین کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل

کرے استغفار و دعا کی قبولیت کی یہ دولت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ بلاشبہ حضور ﷺ کے ایسے عطیات کی ناقدری بڑی محرومی ہے۔ امام بخاری سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والے امام ابو عبداللہ فربری فرماتے ہیں کہ "ایک دن رات کو سوتے سے میری آنکھ کھلی اور میں نے اللہ کی توفیق سے یہ کلمے اپنی زبان سے ادا کئے۔ اس کے بعد پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی: "وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ"① (اور ان کو توفیق و ہدایت ملی بہت اچھی بات کی اور وہ لگا دیئے گئے اللہ کے راستے پر۔)

استنجے کے وقت کی دعائیں

سونے اور کھانے پینے کی طرح بول و براز بھی انسانی زندگی کے لوازم میں سے ہے اور بلاشبہ وہ خاص وقت (جبکہ آدمی اس گندگی کے اخراج میں مشغول ہو) ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ کا نام لینا اور اس سے دعا کرنا بے ادبی کی بات ہوگی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جب کوئی بندہ قضائے حاجت کو جائے تو مشغول ہونے سے پہلے اللہ سے یہ دعا کرے اور فارغ ہونے کے بعد اس کے حضور میں یہ عرض کرے۔

۱۴۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ. (رواه ابو داؤد وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قضائے حاجت کے مقامات (شیاطین اور موذی چیزوں کے) آنے کی جگہ ہیں، پس جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کیلئے ان میں جانا چاہے تو اللہ کے حضور میں پہلے عرض کرے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنیوں سے) (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح: جس طرح مکھیاں اور دوسرے غلاظت پسند کیڑے مکوڑے غلاظت پر گرتے ہیں اسی طرح خبیث شیاطین اور بعض دوسری موذی مخلوقات غلاظت کے مقامات سے خاص دلچسپی اور مناسبت رکھتے ہیں، اسلئے رسول اللہ ﷺ نے ان مقامات میں جانے کے وقت کیلئے یہ دعا فرمائی اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی تھا کہ بیت الخلاء جاتے وقت دعا کرتے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

۱۴۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي. (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے: "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي۔" (حمد و شکر اس اللہ کیلئے جس نے

---

① فتح الباری باب فضل من تعار من اللیل فصلی۔ ص ۴۱۰ (ج ۵)۔ ۱۲

میرے اندر سے گندگی اور تکلیف والی چیز دور فرمادی اور مجھے عافیت و راحت دی۔)

تشریح پیشاب یا پاخانہ خدانخواستہ رک جائے اور فطری طریقے سے خارج نہ ہو تو اللہ کی پناہ کیسی تکلیف ہوتی ہے اور اس کے خارج کرنے کے لئے اسپتالوں میں کیا کیا تدبیریں کی جاتی ہیں اگر بندہ اس کا دھیان کرے تو محسوس کرے گا کہ فطری طریقے سے پیشاب یا پاخانہ کا خارج ہونا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت اور کتنا عظیم احسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسی احساس اور دھیان کے تحت اس موقع پر اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے تھے "الحمد لله الذي اذهب عني الاذى وعافاني" سبحان اللہ! کیسی برمحل اور کتنی عارفانہ دعا ہے۔

گھر سے نکلنے اور گھر میں آنے کے وقت کی دعا

آدمی کے لئے صبح و شام کے آنے جانے اور سونے جاگنے کی طرح گھر سے باہر نکلنا اور باہر سے گھر میں آنا بھی زندگی کے لوازم میں سے ہے اور بندہ قدم قدم پر اللہ کے رحم و کرم اور اس کی حفاظت و نگہبانی کا محتاج ہے اس لئے جب گھر سے باہر قدم نکالے یا باہر سے گھر میں آئے تو برکت و استعانت کے لئے خدا کے پاک کا نام لے اور اس سے دعا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کے لئے ذکر و دعا کے جو کلمے تعلیم فرمائے وہ مندرجہ ذیل حدیثوں میں پڑھئے۔

(۱۴۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" يُقَالُ لَهُ حَسْبُكَ هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ وَيَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ. (رواه ابو داؤد والترمذي واللفظ له)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے گھر سے نکلے اور نکلتے وقت کہے "بسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة الا بالله" (میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے کسی خیر کے حاصل کرنے یا کسی شر سے بچنے میں کامیابی اللہ ہی کے حکم سے ہو سکتی ہے) تو عالم غیب میں اس آدمی سے کہا جاتا ہے (یعنی فرشتے کہتے ہیں) "اللہ کے بندے تیرا یہ عرض کرنا تیرے لئے کافی ہے، تجھے پوری رہنمائی مل گئی اور تیری حفاظت کا فیصلہ ہو گیا۔" اور شیطان مایوس و نامراد ہو کر اس سے دور ہو جاتا ہے۔

تشریح اس مختصر حدیث کا پیغام اور روح یہ ہے کہ جب بندہ گھر سے باہر قدم نکالے تو اپنی ذات کو بالکل عاجز و ناتواں اور خدا کی حفاظت و مدد کا محتاج سمجھتے ہوئے اپنے کو اس کی پناہ میں دیدے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے گا اور شیطان اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

(۱۴۷) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ عَلَيْنَا اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا. (رواه احمد والترمذي والنسائي)

ترجمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب گھر سے نکلتے تو کہتے "بسم اللہ توکلت ... یجہل علینا" (میں اللہ کا نام لے کر نکلا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے قدم بہکیں اور ہم غلط راہ پر چلیں (یا ہم دوسروں کی گمراہی اور غلط روی کا ذریعہ بنیں) یا ہم کسی پر ظلم و زیادتی کریں یا ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کی جائے یا ہم کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آئے۔) (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی)

تشریح آدمی جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو مختلف حالات اور مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اس کے شامل حال نہ ہو اور اس کی دستگیری اور حفاظت نہ کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ظلوم و جہول بہک جائے اور کسی غلط روی میں مبتلا ہو جائے یا کسی دوسرے بندے کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بن جائے، یا کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے اور اس میں وہ کوئی ظالمانہ یا جاہلانہ حرکت کر بیٹھے، یا خود کسی کے ظلم و ستم اور جہل و نادانی کا نشانہ بن جائے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے وقت اللہ کا نام پاک لینے اور اس پر اپنے ایمان اور اعتماد و توکل تازہ کرنے کے علاوہ ان سب خطرات سے بھی اس کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے عمل سے گویا امت کو ہدایت دیتے تھے کہ آپ بھی قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اور حفاظت و دستگیری کے طالب رہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس سے پہلی حدیث میں مختصر کلمہ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" بھی ان سب خطرات سے بچنے کی دعا اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس لئے اس مقصد کے لئے وہ بھی کافی ہے۔

(۱۴۸) عَنْ اَبِىْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا" ثُمَّ يُسَلِّمْ عَلٰى اَهْلِهِ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرتا ہوا داخل ہو "اللہم اسئلک ... توکلنا" (اے خدا میں تجھ سے مانگتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کا خیر (یعنی میرا گھر میں داخل ہونا اور باہر نکلنا میرے واسطے خیر اور بھلائی کا وسیلہ بنے) ہم اللہ کا نام پاک لے کر داخل ہوتے ہیں اور اسی طرح اسی کا نام پاک لے کر باہر نکلتے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے وہی کارساز ہے) اللہ کے حضور میں یہ عرض کرنے کے بعد داخل ہونے والا آدمی گھر والوں کو سلام کرے اور کہے "السلام علیکم"

(سنن ابی داؤد)

تشریح اس تعلیم ہدایت کی روح یہی ہے کہ گھر میں آنے اور گھر سے نکلنے کے وقت بھی بندے کے دل کی نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہو، زبان پر اس کا بابرکت نام ہو اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر خیر و برکت اسی کے قبضہ

قدرت میں ہے اس سے دعا اور سوال ہو اور اسی کی کریمی و کارسازی کا بھروسا اور اعتماد ہو۔ پھر گھر کے بڑوں اور چھوٹوں پر سلام ہو جو درحقیقت ان کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے خیر اور سلامتی کی دعا ہے۔

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا

مسجد گویا خانۂ خدا اور دربارِ الٰہی ہے۔ آنے والے وہاں اس لئے آتے ہیں کہ عبادت کے ذریعہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت حاصل ہو۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ کوئی بندہ غفلت کے ساتھ نہ مسجد میں جائے اور نہ مسجد سے نکلے بلکہ جانے کے وقت بھی اور آنے کے وقت بھی اس کے دل و زبان پر مناسب دعا ہو۔ اللہ کے دربار کی حاضری کا یہ لازمی ادب ہے۔

(۱۴۹) عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ". (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے باہر آنے لگے تو عرض کرے "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" (اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں)۔ (صحیح مسلم)

تشریح: قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ "رحمت" کا لفظ خاص طور سے روحانی اور اخروی نعمتوں کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے کہ نبوت، ولایت، مقام قرب، رضا اور مغفرت، جنت وغیرہ۔ چنانچہ سورۂ زخرف میں فرمایا گیا ہے "وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ" [1] اور "فضل" کا لفظ خصوصیت کے ساتھ دنیوی نعمتوں کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے رزق کی وسعت اور خوشحالی کی زندگی وغیرہ۔ چنانچہ سورۂ جمعہ میں فرمایا گیا ہے "فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ" [2] پس مسجد چونکہ ان اعمال کی مخصوص جگہ ہے جن کے صلہ میں روحانی اور اخروی نعمتیں ملتی ہیں اسلئے مسجد میں داخلہ کے وقت کے لئے فتح ابواب رحمت کی اور مسجد سے نکلنے کے وقت کے لئے اللہ سے اس کا فضل مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

کسی مجلس سے اٹھنے کے وقت کی دعا

جب آدمی کسی مجلس میں بیٹھتا ہے تو بسا اوقات اس میں ایسی باتیں کہتا یا سنتا ہے جو ایک مومن کے لئے مناسب نہیں ہوتیں اور ان پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جب مجلس سے اٹھو تو اللہ کی حمد و تسبیح، شہادت توحید اور توبہ و استغفار کا کلمہ پڑھو، یہ مجلس کی بے احتیاطیوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

---

[1] اور تیرے پروردگار کی رحمت اس مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ ۱۲

[2] جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اللہ کی زمین میں چل پھر کر اللہ کے فضل کی تلاش و جستجو میں لگ جاؤ (جس سے تمہاری دنیوی اور معاشی ضرورتیں پوری ہوں)۔ ۱۲

(۱۵۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا كَثُرَ فِيْهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس سے بہت سی قابل مواخذہ فضول و لایعنی باتیں سرزد ہوئیں مگر اس نے اس مجلس سے اٹھتے وقت کہا "سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك" (اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی معبود برحق ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ اس کی ان سب لغزشوں کو معاف کر دے گا جو اس مجلس میں اس سے سرزد ہوئیں۔ (جامع ترمذی)

(۱۵۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ اَحَدٌ فِیْ مَجْلِسِهٖ عِنْدَ قِيَامِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّا كُفِّرَ بِهِنَّ عَنْهُ وَلَا يَقُوْلُهُنَّ فِیْ مَجْلِسِ خَيْرٍ اَوْ مَجْلِسِ ذِكْرٍ اِلَّا خُتِمَ لَهٗ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چند مختصر سے کلمے ہیں اگر کوئی بندہ کسی مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو تین دفعہ کہے تو وہ اس مجلس کی ساری لغزشوں کا کفارہ ہو جائیں گے اور اگر یہی کلمے کسی مجلس خیر یا مجلس ذکر کے آخر میں کہے جائیں تو اس مجلس کی روئداد کے نوشتہ پر ان کلموں کی مہر لگا دی جائے گی جس طرح اہم کاغذات اور دستاویزوں پر مہر لگائی جاتی ہے وہ کلمے یہ ہیں: "سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك" (سنن ابی داؤد)

تشریح: یہ بڑا ہی مختصر اور جامع کلمہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد بھی ہے اس کی توحید کی شہادت بھی ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار بھی ہے۔ اللہ کے بعض مقبول بندوں کو دیکھا کہ ہر تھوڑی دیر کے بعد اور خاص کر ہر سلسلۂ کلام کے ختم پر دل کی ایسی گہرائی سے جو اس وقت ان کے چہرے پر اور ان کی آواز میں بھی محسوس کی جاتی تھی یہی کلمے کہتے تھے جس سے سننے والوں کے دل بھی متاثر ہوتے تھے۔

بلاشبہ یہ کلمہ اپنی معنویت اور خاص ترتیب کے لحاظ سے ایسا ہی ہے کہ جب اخلاص کے ساتھ بندہ اللہ کے حضور میں یہ عرض کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اس کی طرف ضرور بالضرور متوجہ ہوگی۔ یہ کلمہ بھی رسول اللہ ﷺ کے عطا فرمائے ہوئے خاص تحفوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ اس کی قدر اور استفادہ کی توفیق دے۔

(۱۵۲) عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَلَّمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِأَصْحَابِهِ "اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا، وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں: بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ کسی مجلس سے اٹھیں اور اپنے ساتھ اپنے اصحاب کے لئے بھی یہ دعا نہ فرمائیں۔

اللهم اقسم لنا من خشيتك تا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا "(اے اللہ! ہمیں اپنے خوف اور خشیت سے اتنا حصہ دے جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے (یعنی تیرے اس خوف کی وجہ سے ہمارے قدم تیری نافرمانیوں کے لئے نہ اٹھ سکیں۔)

اور اپنی طاعت و عبادت سے اتنا حصہ عطا فرما جس سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے (یعنی جو ہمارے لئے والی جنت کا وسیلہ بن جائے۔)

اور (قضاء و قدر) کے یقین سے اتنا حصہ دے جو ہمارے لئے دنیاوی مصائب کو ہلکا کر دے' اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے اس لائق رکھ کہ اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں اور اپنی دوسری قوتوں سے کام لیتے رہیں (یعنی مرتے دم تک ہم آنکھ' کان وغیرہ تیری بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں) اور ان کو ہمارے مرنے کے بعد بھی باقی رکھ (یعنی ان سے ہم ایسے کام لیں جو ہمارے مرنے کے بعد بھی کام آئیں۔)

اور اے ہمارے مالک و مولا! جو کوئی ہم پر (یعنی تیرے ایمان والے بندوں پر) ظلم ڈھائے تو تو اس سے ہمارا بدلہ لے' اور جو کوئی ہماری دشمنی پر کمربستہ ہو تو' تو اس کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمیں ان کے مقابلہ میں غالب اور منصور فرما۔ اور ہم پر ہمارے دین میں کوئی مصیبت نہ آئے (یعنی دینی مصائب اور فتنوں سے خاص طور پر ہماری حفاظت فرما) اور اے اللہ ایسا نہ ہو کہ دنیا ہمارا مقصد اعظم اور ہمارے علم و نظر کا منتہا بن جائے۔ اور اے اللہ ہم پر بھی بے رحم دشمنوں کو مسلط نہ فرما۔

یہ دعا بھی رسول اللہ ﷺ کی نہایت جامع و بلیغ خاص معجزانہ دعاؤں میں سے ہے۔ حق یہ ہے کہ اپنے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعہ ان دعاؤں کی قدر و قیمت ظاہر کی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کرامؓ اور زمانہ مابعد کے ان سب بزرگوں کی قبروں کو منور فرمائے جنہوں نے اہتمام سے ان دعاؤں کو محفوظ رکھا اور امت کو پہنچایا اور ہمیں قدر و استفادہ کی توفیق دے۔

بازار جانے کی دعا

انسان اپنی ضروریات اور خرید و فروخت کے لئے بازار بھی جاتا ہے جہاں اس کے لئے نفع اور نقصان

دونوں کے امکانات ہیں اور ہر دوسری جگہ سے زیادہ خدا سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں اور اسی واسطے اس کو "شر البقاع" (بدترین جگہ) قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ جب ضرورت سے بازار تشریف لے جاتے تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا کا خاص اہتمام فرماتے۔

١٥٣) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ السُّوْقَ قَالَ "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً." (رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ بازار جاتے تو کہتے: "بسم الله اللهم اني اسئلك ... صفقة خاسرة" (میں اللہ کا نام لے کر بازار جاتا ہوں۔ اے اللہ! اس بازار میں اور اس کی چیزوں میں جو خیر اور بھلائی ہو اس کا میں تجھ سے سائل ہوں اور اس میں اور اس کی چیزوں میں جو شر ہو میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس بازار میں کوئی گھاٹے کا سودا کروں۔) [illegible]

بازار کی غافل فضاؤں میں اللہ کے ذکر کا غیر معمولی ثواب

١٥٤) عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَبَنٰى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (رواه الترمذي وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ بازار گیا اور اس نے (بازار کی غفلت اور شور و شر سے بھرپور فضا میں دل کے اخلاص سے) کہا: "لا اله الا الله وحده لا شريك له ... وهو على كل شيء قدير" تو اللہ کی طرف سے اس کیلئے ہزاروں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہزاروں ہزار گناہ محو کر دیے جائیں گے اور ہزاروں ہزار درجے اس کے بلند کر دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جنت میں ایک شاندار محل تیار ہوگا۔ [illegible]

تشریح: بازار بلاشبہ غفلت اور معصیات کے مراکز اور شیاطین کے اڈے ہیں۔ پس اللہ کا جو باتوفیق بندہ وہاں کی ظلمانی اور شیطانی فضاؤں میں ایسے طریقے پر اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ کا ذکر کرے جن کے ذریعہ وہاں کی ظلمتوں کا پورا توڑ ہوتا ہو تو بلاشبہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بے حد و حساب عنایت ہو۔ اسکے لئے ہزار نیکیوں کا لکھا جانا، ہزاروں ہزار گناہوں کا محو کیا جانا اور ہزاروں ہزار درجے بلند ہونا اور جنت میں ایک شاندار محل عطا ہونا اسی عنایت الٰہی کی تفصیلی تعبیر ہے۔

بازار میں آدمی کی نگاہ کے سامنے طرح طرح کی وہ چیزیں آتی ہیں جن کو دیکھ کر وہ خدا کو اور اپنے اور ساری دنیا کے فانی ہونے کو بھول جاتا ہے۔ یہ چیزیں اس کے دل کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہیں۔ کسی چیز کو وہ

سمجھتا ہے کہ یہ بڑی دلکش اور بڑی حسین ہے، کسی کو سمجھتا ہے کہ یہ بڑی نفع بخش ہے، کسی بڑے کامیاب تاجر یا صاحب دولت و حکومت کو دیکھ کر دل میں سوچنے لگتا ہے کہ اگر اس سے تعلق قائم کر لیا جائے تو سارے کام بن جائیں گے۔ بازار کی فضاؤں میں یہی وہ خیالات و وساوس ہوتے ہیں جو دلوں اور نگاہوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاوہ اور تحفظ کے لئے ہدایت فرمائی کہ بازار جاؤ تو یہ کلمہ توحید تمہاری زبانوں پر ہو:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں، اکیلا وہی معبود برحق ہے، کوئی اس کا شریک اور ساجھی نہیں، صرف اسی کا راج اور اسی کی فرمانروائی ہے، وہی حمد و ستائش کے لائق ہے، سب کی زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ زندہ جاوید ہے، اسے کبھی فنا نہیں، ساری خیر اور بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت میں ہے۔

یہ کلمہ ان گمراہانہ خیالات اور ان شیطانی وسوسوں پر براہ راست ضرب لگاتا ہے جو بازار میں انسان کے دل و دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کلمہ میں ان حقائق پر یقین کو تازہ کیا جاتا ہے:

(۱) اللہ حق جو اس کا مستحق ہے کہ اس کو دل و جان سے چاہا جائے، اس کی عبادت کی جائے اور اپنا مطلوب و مقصود حقیقی بنایا جائے صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس استحقاق میں کوئی چیز اور کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔

(۲) ساری کائنات میں صرف اسی کی فرمانروائی ہے، بلا شرکت غیرے اسی کا حکم چلتا ہے، وہی ساری کائنات کا مالک اور حاکم حقیقی ہے۔

(۳) حمد و ستائش کے لائق بھی صرف وہی ہے، اس کے علاوہ اس کی مخلوق میں جو چیزیں دل یا نگاہ کو اچھی اور قابل تعریف نظر آتی ہیں وہ اس کی مخلوقات اور مصنوعات ہیں، ان کا حسن و جمال اسی کا عطیہ ہے۔

(۴) اس کی اور صرف اسی کی شان "حی لایموت" ہے، اس کے علاوہ ہر چیز فانی ہے، اور ہر ایک کی موت و حیات اور فنا و بقا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۵) ہر خیر اور بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی کے اختیار اور قبضہ میں کچھ نہیں۔

(۶) وہ اور صرف وہی قادر مطلق ہے، ہر چیز اور ہر تبدیلی اسی کی قدرت میں ہے۔ بازار کی فضاؤں میں جو بندہ اللہ کو اس طرح یاد کرتا ہے وہ گویا شیاطین کی سرزمین میں اللہ کے نام کا علم بلند کرتا ہے اور گمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہدایت کی شمع جلا جاتا ہے۔ اس لئے بلاشبہ وہ اس غیر معمولی عنایت اور رحمت کا مستحق ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث کے لفظ "الف الف" کا ترجمہ ہم نے بجائے دس لاکھ کے "ہزاروں لاکھوں" کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان شارحین کی رائے زیادہ قرین قیاس ہے جنہوں نے کہا ہے کہ یہاں یہ لفظ معین عدد کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ غیر معمولی کثرت کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھنے کے وقت کی دعا

بسا اوقات ہماری نگاہ اللہ کے ایسے بندوں پر پڑتی ہے جو بے چارے کسی دکھ اور مصیبت میں مبتلا اور برے حال میں ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے وقت کے لئے ہدایت فرمائی کہ بندہ ایسا کوئی منظر دیکھے تو اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر کرے کہ اس نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا نہیں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حمد و شکر کی برکت سے وہ اس مصیبت سے محفوظ رکھا جائے گا۔

(۱۵۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ رَجُلٍ رَأَى مُبْتَلًى فَقَالَ "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا" إِلَّا لَمْ يُصِبْهُ ذَلِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَا كَانَ. (رواه الترمذي ورواه ابن ماجه عن ابن عمرؓ)

ترجمہ: امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کی نظر کسی مبتلائے مصیبت اور دکھی پر پڑے اور وہ کہے: "الحمد لله الذي ... تفضيلا" (حمد اللہ کے لئے جس نے مجھے عافیت دی اور محفوظ رکھا اس بلا اور مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اس نے مجھے فضیلت بخشی) تو وہ اس بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا خواہ وہ کوئی بھی مصیبت ہو۔ (جامع ترمذی)

(اور سنن ابن ماجہ میں یہی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے)

تشریح: امام ترمذی نے اس حدیث کے ساتھ ہی گویا اس کی تشریح کے طور پر امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے امام باقرؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "جب کسی مبتلائے مصیبت کو دیکھے تو پہلے اس مصیبت سے اللہ کی پناہ چاہے اس کے بعد یہ دعا اس طرح آہستہ پڑھے کہ وہ بے چارہ مبتلائے مصیبت سن نہ سکے۔" ظاہر ہے کہ اگر سن لے گا تو اس سے اس کا دل دکھے گا۔

حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی ایسے آدمی کو دیکھتے جو خدا سے غافل اور آخرت سے بے فکر ہو کر دنیا میں پھنسا ہو تو یہی دعا پڑھتے: "الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلا"

کھانے پینے کے وقت کی دعا

کھانا پینا انسان کے لوازم حیات میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کچھ کھانے یا پینے کو میسر ہوتا تو آپ ﷺ اس کو اللہ کی طرف سے اور اس کا عطیہ یقین کرتے ہوئے اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے۔

(۱۵۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (رواه ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کچھ کھاتے پیتے تو کہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (حمد و شکر اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں کھانے اور پینے کو دیا اور (اس سے بھی بڑا کرم یہ فرمایا کہ) ہمیں اپنے مسلم بندوں میں سے بنایا۔
(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

۱۵۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ" غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ کھانا کھائے اور پھر کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ" (ساری حمد اس اللہ کے لئے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری اپنی سعی و تدبیر اور قوت و طاقت کے بغیر محض اپنے فضل سے مجھے یہ عطا فرمایا) تو اس حمد و شکر کی برکت سے اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: بعض اعمال بظاہر بڑے چھوٹے سے ہوتے ہیں لیکن اللہ کی نگاہ میں وہ بہت بڑے اور اس کی میزان میں بہت بھاری ہوتے ہیں اور ان کا نتیجہ غیر معمولی نکلتا ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو بندہ کھانے کے بعد صدق دل سے یہ اعتراف کرے کہ یہ کھانا مجھے میرے پروردگار اور پالنہار نے عطا فرمایا، میرے کسی ہنر اور کسی صلاحیت اور استحقاق کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا جو کچھ عطا فرمایا وہ اس نے صرف اپنے کرم سے عطا فرمایا اور ساری حمد و ستائش کا مستحق وہی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی اس حمد کی اتنی قدر فرمائے گا کہ اس کے سارے پہلے گناہ اس کی برکت سے بخش دے گا۔ اور سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس بندے نے کپڑا پہنا اور پھر اس طرح اللہ کی حمد کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ.

ساری حمد و ستائش اس اللہ کیلئے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری سعی و تدبیر اور قوت و طاقت کے مجھے یہ عطا فرمایا۔ تو اس کے پہلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

دراصل بندے کا یہ اعتراف و احساس کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے رب کا عطیہ ہے وہ خود کسی لائق بھی نہیں ہے "عبدیت" کا جوہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اور ان اعمال میں سے ہے جن کے صدقہ میں عمر بھر کی خطائیں معاف کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم اور ان پر یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کیلئے دعا

۱۵۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَنَعَ اَبُو الْهَیْثَمِ التَّیِّهَانُ طَعَامًا فَدَعَا النَّبِیَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ فَلَمَّا فَرَغُوْا قَالَ ﷺ

أَثِيبُوا أَخَاكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا إِثَابَتُهُ؟ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَأَكَلَ طَعَامَهُ وَشَرِبَ شَرَابَهُ فَدَعَوْا لَهُ فَذَلِكَ إِثَابَتُهُ. (رواه ابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو الہیثم بن التیہان نے اپنے ہاں کھانا تیار کرایا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی دعوت کی جب سب کھانا کھا کے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے بھائی کو بدلہ دو۔" عرض کیا گیا کہ حضور ﷺ ان کو کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جب کسی بھائی کے گھر جائیں اور وہاں کھائیں پئیں اور پھر اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کریں تو بس یہی بندوں کی طرف سے اس کا بدلہ ہے۔" (سنن ابی داؤد)

١٥٩) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَجَاءَهُ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ ﷺ "أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ." (رواه ابو داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کے ہاں تشریف لائے انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پکی ہوئی روٹی اور روغن زیتون پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو تناول فرمایا اور پھر ان کے لئے اس طرح دعا فرمائی:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

اللہ کے روزہ دار بندے تمہارے ہاں افطار کیا کریں اور ابرار و صالحین تمہارے ہاں کھانا کھایا کریں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لئے دعائے خیر کیا کریں۔ (سنن ابی داؤد)

١٦٠) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ نَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى أَبِي فَقَرَّبْنَا إِلَيْهِ طَعَامًا وَوَطْبَةً فَأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِتَمْرٍ فَكَانَ يَأْكُلُهُ وَيُلْقِي النَّوَى بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ وَيَجْمَعُ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى ثُمَّ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ فَقَالَ أَبِي وَأَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ ادْعُ اللهَ لَنَا فَقَالَ "اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ." (رواه مسلم)

عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد بسر اسلمی کے مہمان ہوئے تو میرے والد نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا اور وطبہ (ایک قسم کا مالیدہ) پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں آپ ﷺ ان کو کھاتے تھے اور کلمہ والی انگلی اور درمیانی انگلی دونوں کو ملا کر کھجور کی گٹھلیاں ان میں لے کر پھینکتے جاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پینے کے لئے کوئی مشروب پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو بھی نوش فرمایا پھر آپ ﷺ تشریف لے جانے لگے تو میرے والد نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھام کے عرض کیا کہ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے تو آپ ﷺ نے دعا کی:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ (صحیح مسلم)

اے اللہ! تو نے ان کو روزی کا جو سامان عطا فرمایا ہے اس میں ان کے لئے برکت دے اور ان کو اپنی

مغفرت اور رحمت سے نوازے۔

تشریح ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے' اسی طرح جب اللہ کا کوئی بندہ کھلائے پلائے تو اس کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں کھانا کھانے کے بعد ان کے لئے جو دعا فرمائی جس کا حضرت انسؓ کی اوپر والی حدیث میں ذکر ہے یعنی "افطر عندکم الصائمون الخ" اور بسر اسلمیؓ کے ہاں کھانے کے بعد ان کے لئے آپ ﷺ نے جو دعا فرمائی جس کا عبداللہ بن بسر والی اس حدیث میں ذکر ہے یعنی "اللھم بارک لھم فیما رزقتھم الخ" ان دعاؤں کے مضمونوں میں فرق غالباً حضرت سعد بن عبادہؓ اور بسر اسلمیؓ کے دینی مقام اور درجہ کے لحاظ سے ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ آپ ﷺ کے خاص فیض یافتہ اور صف اول کے اصحاب کرامؓ میں سے تھے' ان کو آپ ﷺ نے دعا دی کہ: "اللہ تعالیٰ ایسا کرے کہ ہمیشہ تمہارے ہاں اللہ کے روزہ دار بندے افطار کیا کریں' اور اس کے صالح اور متقی بندے کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے خیر کریں۔" حضرت سعد بن عبادہؓ کے دینی مقام کے لئے ایسی ہی دعا زیادہ مناسب تھی۔ اور بسر اسلمیؓ جو اس درجہ کے نہیں تھے ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت و رحمت کی وہی دعا زیادہ مناسب تھی جو آپ ﷺ نے ان کو دی۔ واللہ اعلم

نیا لباس پہنتے وقت کی دعا

لباس بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے' اور کھانے پینے ہی کی طرح انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ: "جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو نیا کپڑا نصیب فرمائے اور وہ اس کو زیب تن کرے تو اللہ تعالیٰ کے احسان کے استحضار کے ساتھ اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے' اور جو پہنا ہوا کپڑا اس نے پرانا کر کے اتارا ہے اس کو صدقہ کر دے۔" آپ ﷺ نے بشارت دی کہ ایسا کرنے والے بندے کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پردہ داری نصیب رہے گی۔

(١٦١) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَسَانِىْ مَا اُوَارِىْ بِهٖ عَوْرَتِىْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِىْ حَيَاتِىْ" ثُمَّ عَمَدَ اِلَى الثَّوْبِ الَّذِىْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِىْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِىْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِىْ سِتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَّمَيِّتًا۔ (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جو بندہ نیا کپڑا پہنے اور کہے: "الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی۔" (حمد و شکر اس اللہ کے لئے جس نے مجھے وہ لباس عطا فرمایا جس سے میں اپنی پردہ داری کرتا ہوں اور زندگی میں وہ میرے لئے سامان زینت بنتا ہے) پھر وہ بندہ اپنا وہ لباس جو اس نے پرانا کر کے اتار دیا ہے صدقہ کر دے تو وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد اللہ کی حفاظت و نگہبانی میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ داری فرمائے گا۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آئینہ دیکھنے کے وقت کی دعا

(۱۶۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَظَرَ فِي الْمِرْآةِ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَوّٰى خَلْقِي وَأَحْسَنَ صُوْرَتِي وَزَانَ مِنِّي مَا شَانَ مِنْ غَيْرِي."

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ آئینہ دیکھتے تو کہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي … مِنْ غَيْرِي" (حمد و شکر اس اللہ کے لئے جس نے میرے جسم کو برابر موزوں بنایا اور مجھے اچھی شکل و صورت عطا فرمائی اور مجھے اس خوشنمائی سے نوازا جس سے دوسرے بہت سے بندوں کو نہیں نوازا گیا)

دوسری اکثر دعاؤں کی طرح اس دعا کی روح بھی یہی ہے کہ بندہ اپنے اندر جو حسن و خوبی اور جو جمال و کمال محسوس کرے وہ اس کو اللہ کی دین یقین کرتے ہوئے اس کی حمد اور اس کا شکر کرے اس طرح عمل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اور جذبہ عبودیت میں برابر ترقی ہوتی رہے گی اور وہ خود پسندی اور کبر نفس جیسے مہلک امراض سے محفوظ رہے گا۔

نکاح و شادی سے متعلق دعائیں

نکاح اور شادی بھی انسانی زندگی کے اہم واقعات سے ہے اور بظاہر اس کا تعلق انسان کے صرف ایک جبلی اور نفسانی تقاضا سے ہے اور اس وقت خدا فراموشی کا بڑا امکان ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے امت کو ہدایت فرمائی کہ اس موقع پر بھی تمہاری نگاہ خدا پر رہے اور یہ یقین رکھو کہ اس سلسلہ کا خیر و شر بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس سے دعا کیا کرو اس طرح آپ ﷺ نے زندگی کے اس شعبہ کو بھی خدا پرستی کے رنگ میں رنگ دیا۔

(۱۶۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً أَوِ اشْتَرٰى خَادِمًا فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ." (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ "جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو اپنے نکاح میں لائے اور بیوی بنائے یا خدمت کے لئے غلام یا باندی خریدے تو یہ دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ … وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ" (اے اللہ اس میں اور اس کی فطرت میں جو خیر اور بھلائی ہو، میں تجھ سے اس کی استدعا کرتا ہوں اور اس میں اور اس کی فطرت میں جو شر اور برائی ہو اس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۶۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ" (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شادی کرنے والے آدمی کو ان الفاظ کے ساتھ دعا اور مبارک باد دیا کرتے تھے "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ" (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے مبارک کرے اور تم پر برکتیں نازل کرے اور تم دونوں (میاں اور بیوی) کو خیر اور بھلائی پر جوڑے رکھے) یعنی دنیا اور آخرت کی ہر خیر اور بھلائی کے معاملہ میں تم دونوں کے درمیان باہم اتفاق اور تعاون رہے اور شیطان کوئی فتنہ انگیزی نہ کر سکے۔ [illegible]

مباشرت کے وقت کی دعا

(۱۶۵) **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِىَ اَهْلَهٗ قَالَ "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِىْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا.** (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی بیوی کے پاس جائے تو اس وقت اللہ کے حضور میں یہ عرض کر دیا کرے "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" (بسم اللہ، اے اللہ تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا) تو اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کے لئے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور وہ ہمیشہ شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔ [illegible]

تشریح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباشرت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اس طرح پناہ نہ مانگی (اور خدا کی طرف سے بالکل غافل ہو کر بہائم کی طرح بس اپنے نفس کا تقاضا پورا کر لیا) تو اس مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد شر شیطان سے محفوظ نہیں رہے گی۔" اس کے بعد فرماتے ہیں [illegible] (یعنی اس زمانہ میں پیدا ہونے والی نسل کے احوال، اخلاق، عادات جو عام طور سے خراب و برباد ہیں تو اس کی خاص بنیاد یہی ہے)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایات کی قدر شناسی اور ان سے فائدہ اٹھانے کی پوری توفیق دے۔

سفر پر جانے اور واپس آنے کے وقت کی دعائیں

وطن سے پردیس جانے والے کے لئے بہت سے خطرات اور طرح طرح کے امکانات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ سفر کیلئے روانہ ہوتے وقت اللہ سے کیا کیا مانگنا چاہیے اور یہ بھی کہ سفر کے موقع پر پیش آنے والے آخرت کے سب سے اہم سفر کو بھی یاد کرنا چاہیے اور اس کی تیاری سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

(۱۶۶) **عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلَى السَّفَرِ كَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا**

نَسْئَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَ التَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ. " وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپ سفر پر جاتے وقت اونٹ پر سوار ہوتے تو پہلے تین دفعہ "اللہ اکبر" کہتے اس کے بعد کہتے "سبحان الذی ... تا ... فی الاھل والمال" (پاک اور مقدس ہے وہ ذات جس نے ہماری سواری کے لئے اپنی اس مخلوق کو مسخر اور ہمارے قابو میں کر دیا ہے، اور خود ہم میں اس کی طاقت نہ تھی کہ اپنی ذاتی تدبیر و طاقت سے اس طرح قابو یافتہ ہو جاتے (بلکہ اللہ ہی نے اپنے فضل و کرم سے ایسا کر دیا ہے) اور ہم بالآخر اپنے اس مالک کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم استدعا کرتے ہیں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکوکاری اور پرہیزگاری کی اور ان اعمال کی جو تیری رضا کے باعث ہوں۔ اے اللہ! اس سفر کو ہم پر آسان کر دے اور اس کی طوالت کو اپنی قدرت و رحمت سے مختصر کر دے۔ اے اللہ! اس تو ہی ہمارا رفیق اور ساتھی ہے اس سفر میں (اور سب سے بڑا سہارا تیری ہی رفاقت کا ہے) اور ہمارے پیچھے تو ہی ہمارے اہل و عیال اور مال و جائیداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والا ہے (اس سلسلہ میں بھی ہمارا اعتماد اور بھروسہ بس تجھ ہی پر ہے) اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور زحمت سے اور اس بات سے کہ اس سفر میں کوئی رنج دہ بات دیکھوں اور اس سے کہ سفر سے لوٹ کر اہل و عیال یا مال و جائیداد میں کوئی بری بات پاؤں) اور جب آپ ﷺ سفر سے واپس ہوتے تب بھی اس کے حضور میں یہی عرض کرتے، اور آخر میں ان کلمات کا اضافہ کرتے "آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" (ہم واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی حمد و ستائش کرنے والے ہیں) (صحیح مسلم)

تشریح: اس دعا کا ایک ایک جز اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ پہلی بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہونے کے بعد سب سے پہلے تین دفعہ "اللہ اکبر" کہتے تھے۔ اس زمانہ میں خاص کر اونٹ جیسی سواری پر سوار ہونے کے بعد خود سوار کو اپنی بلندی و برتری کا جو احساس یا وسوسہ پیدا ہو سکتا تھا اسی طرح دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کی عظمت و بڑائی کا جو خیال آ سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ تین دفعہ "اللہ اکبر" کہہ کے اس پر تین ضربیں لگاتے تھے اور خود اپنے کو اور دوسروں کو جتاتے تھے کہ عظمت و کبریائی بس اللہ کے لئے ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کہتے تھے "سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین" (پاک اور مقدس ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر فرما دیا ورنہ ہم میں وہ طاقت نہ تھی کہ ایسا کر سکتے) اس میں اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار ہے کہ اس سواری کا ہمارے لئے مسخر ہو جانا اور ہم کو اس طرح اس کے استعمال کی قدرت ملنا بھی اللہ ہی کا کرم ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں: "وانا الی ربنا لمنقلبون" (یعنی جس طرح آج ہم یہ سفر کر رہے ہیں اسی طرح ایک دن اس

دنیا سے سفر کر کے ہم اپنے خدا کی طرف جائیں گے جو اصل مقصود و مطلوب ہے وہی سفر حقیقی سفر ہو گا اور اس کی فکر اور تیاری سے بندے کو کبھی غافل نہ رہنا چاہئے۔ اس کے بعد سب سے پہلی دعا آپ یہ کرتے کہ: "اے اللہ اس سفر میں مجھے نیکی اور پرہیزگاری کی اور ان اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو۔" بلاشبہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے بندوں کے لئے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے اس لئے ان کی اولین دعا یہی ہونی چاہئے۔ اس کے بعد آپ سفر میں سہولت کی اور سفر جلدی پورا ہو جانے کی دعا کرتے۔ اس کے بعد آپ اللہ کے حضور میں عرض کرتے: "اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل والمال" (یعنی اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا حقیقی رفیق و ساتھی ہے اور تیری ہی رفاقت و مدد پر میرا اعتماد ہے اور گھر بار اور اہل و عیال جن کو میں چھوڑ کے جا رہا ہوں ان کا نگہبان اور نگران بھی تو ہی ہے اور تیری ہی نگہبانی پر بھروسہ ہے۔ ان مثبت دعاؤں کے بعد آپ ﷺ سفر کی مشقت سے، دوران سفر میں پیش آنے والی کسی تکلیف دہ حادثہ کے سامنے آنے سے پناہ مانگتے جس کا حاصل یہی ہے کہ سفر میں بھی تیری رحمت سے عافیت و سہولت نصیب رہے اور واپس آ کر بھی خیر و عافیت دیکھوں۔

حدیث کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب واپسی کے لئے آپ ﷺ سفر شروع فرماتے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ یہی سب کچھ عرض کرتے اور آخر میں یہ کلمات مزید کہتے: "آيبون تائبون عابدون لربنا حامدون" یعنی اب ہم واپس ہو رہے ہیں اپنے قصوروں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں، ہم اپنے پروردگار اور مالک و مولا کی عبادت اور حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ذرا غور کیا جائے کہ جب سفر کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کی یہ کیفیات ہوتی تھیں جو ان کلمات کے قالب میں زبان مبارک پر جاری ہوتی تھیں تو خلوتوں کے خاص اوقات میں کیا حال ہوتا ہو گا۔

کیسی خوش نصیبی ہے اس امت کی جس کے پاس اس کے نبی کا چھوڑا ہوا ایسا خزانہ محفوظ ہے اور کیسی قابل عبرت بد نصیبی ہے اس امت کی جس کے ۹۹ فیصد افراد یا اس سے بھی زیادہ اس سے بے خبر اور اس لئے استفادہ سے محروم ہیں۔

(۱۹۷) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يُرِيْدُ سَفَرًا اَوْ غَيْرَهُ فَقَالَ حِيْنَ يَخْرُجُ "آمَنْتُ بِاللهِ، اِعْتَصَمْتُ بِاللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" اِلَّا رُزِقَ خَيْرَ ذٰلِكَ الْمَخْرَجِ وَصُرِفَ عَنْهُ شَرُّ ذٰلِكَ الْمَخْرَجِ۔" (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان اپنے گھر سے نکلے خواہ بارادہ سفر یا بغیر ارادہ سفر، نکلتے وقت کہے: "آمنت بالله ... لا حول ولا قوة الا بالله" (میں اللہ پر ایمان لایا، میں نے اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا، میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا اور میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سعی و حرکت اور کوئی قوت و طاقت کام نہیں کر سکتی اللہ کے حکم کے بغیر) تو اس مسلمان کو گھر سے اس نکلنے کا خیر ضرور حاصل ہو گا اور اس کے شر سے وہ محفوظ رکھا جائے گا۔ (مسند احمد)

سفر میں کسی منزل پر اترنے کے وقت کی دعا

۱۶۸) عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً فَقَالَ "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" لَمْ يَضُرَّهُ شَيْئٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: جو شخص کوئے سفر میں کسی منزل پر اترے، اور اس وقت یہ دعا کرے "اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق" (میں اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ساری مخلوقات کے شر سے) تو جب تک وہ اس منزل سے روانہ ہو جائے گا اس کو کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکے گی۔ (صحیح مسلم)

کسی بستی میں داخل ہونے کے وقت کی دعا

۱۶۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا رَاٰى قَرْيَةً يُرِيْدُ اَنْ يَّدْخُلَهَا قَالَ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا" ثَلٰثَ مَرَّاتٍ "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا". (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے، آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی بستی سامنے آتی جس میں آپ ﷺ جانے کا ارادہ رکھتے تو پہلے تین دفعہ کہتے "اللهم بارك لنا فيها" (اے اللہ ہمارے لئے اس بستی کو مبارک کر دے) اس کے بعد یہ دعا فرماتے "اللهم ارزقنا جناها ... وحبب صالحي اهلها الينا" (اے اللہ! اس بستی کی پیداوار کو ہمارا رزق بنا اور ہماری محبت اس بستی والوں کے دل میں ڈال دے اور اس میں جو تیرے صالح بندے ہوں ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔) (معجم اوسط)

تشریح: کسی نئی بستی میں جانے والے کے لئے سب سے اہم یہی تین باتیں ہو سکتی ہیں۔ سبحان اللہ کتنی مختصر، بر محل اور جامع دعا ہے۔

سفر پر جانے والے کو وصیت اور اس کیلئے دعا

۱۷۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ "اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَ هَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ". (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ارادہ سفر کا ہے حضور ﷺ مجھے کچھ وصیت اور نصیحت فرما دیں! آپ ﷺ نے فرمایا: میری وصیت تو یہ ہے کہ اللہ کا خوف اور اس کی ناراضی سے بچنے کی فکر کو لازم پکڑ لو (اس راستے میں جو بھی ٹیلہ اور بلندی

نہ ہو اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ اثناء سفر میں جب کسی بلندی پر پہنچا ہو تو «اللہ اکبر» کہو۔ پھر جب وہ آدمی روانہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے دعا کی «اللَّهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ» (اے اللہ اس کے طول مسافت کو سمیٹ کر مختصر کر دے اور سفر کو اس کے واسطے آسان فرما دے)۔ (جامع ترمذی)

(۱۷۶) **عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِيْ فَقَالَ زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى قَالَ زِدْنِيْ قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِيْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ قَالَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ.** (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! میرا ارادہ سفر کا ہے، آپ ﷺ مجھے (کچھ زادِ راہ) عنایت فرما دیجئے! (یعنی ایسی دعائیں دے دیجئے جو سفر میں میرے کام آئیں) آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تقویٰ کو تمہارا زادِ سفر بنائے (اور تمہیں پورے سفر میں یہ دولت نصیب رہے) اس شخص نے عرض کیا "حضرت! اس میں اور اضافہ فرمایئے" آپ ﷺ نے فرمایا "اور تمہارے گناہوں کی اللہ مغفرت فرمائے"۔ اس نے پھر عرض کیا "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! اس میں اور اضافہ فرمایئے" آپ ﷺ نے فرمایا "اور جہاں بھی تم پہنچو اللہ تعالیٰ خیر اور بھلائی تمہارے لئے میسر فرمائے"۔ (جامع ترمذی)

(۱۷۷) **عَنْ عَبْدِ اللهِ الْخَطْمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ.** (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ لشکر کو رخصت کرتے وقت فرماتے "أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ" (میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو اور تمہاری صفت امانت کو اور تمہارے آخری اعمال کو۔) (سنن ابی داؤد)

تشریح: یہاں "امانت" سے مراد انسان کے دل کی وہ خاص صفت اور کیفیت ہے جو اس سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے۔ مختصر لفظوں میں اس کو "بندگی کی ذمہ داریوں کے احساس" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

مؤمن کی خاص پونجی اس کی یہی صفت امانت اور اس کا دین اور دینی اعمال ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ لشکر کو رخصت کرتے وقت مجاہدین کی ان چیزوں کو خاص طور سے اللہ کی سپردگی میں دیتے تھے اور دعا فرماتے تھے کہ وہ ان کی حفاظت فرمائے۔ اسی طرح کسی شخص کو رخصت کرتے وقت بھی آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیتے اور فرماتے "أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ" (تمہارے دین تمہاری امانت اور خاتمہ والے اعمال کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہ ان کی حفاظت فرمائے۔) (رواہ الترمذی عن ابن عمر) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو رخصت کرنے کے وقت

مصافحہ فرمانا بھی آپ ﷺ کا معمول تھا۔ واللہ اعلم۔

سخت خطرے کے وقت کی دعا

۱۷۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلْ مِنْ شَيْءٍ نَقُولُهُ فَقَدْ بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ قَالَ نَعَمْ "اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا" قَالَ فَضَرَبَ اللَّهُ وُجُوهَ أَعْدَائِهِ بِالرِّيحِ هَزَمَ اللَّهُ بِالرِّيحِ. (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حضرت ﷺ! کیا اس نازک وقت کے لئے کوئی خاص دعا ہے جو ہم اللہ کے حضور میں عرض کریں، حالت یہ ہے کہ ہمارے دل مارے دہشت کے اچھل اچھل کے گلوں میں آ رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اللہ کے حضور میں یوں عرض کرو: "اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا" (اے اللہ ہماری پردہ داری فرما اور ہماری گھبراہٹ کو بے خوفی اور اطمینان سے بدل دے) ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر اللہ نے آندھی بھیج کر دشمنوں کے منہ پھیر دیے اور اس آندھی ہی سے اللہ نے ان کو شکست دی۔ (مسند احمد)

تشریح: رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم پر جو سخت سے سخت دن گزرے ہیں ان میں غزوۂ خندق کے بعض ایام بھی تھے جن کا قرآن مجید میں بھی اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا. (الاحزاب ۳۳: ۱۰-۱۱)

جب آ گئے دشمنوں کے لشکر تمہارے اوپر کی جانب سے اور نیچے کی طرف سے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے دہشت کے گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت اہل ایمان بڑی آزمائش میں پڑے اور سخت طریقے سے ہلا دئے گئے۔

انہی حالات میں ایک دن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے وہ درخواست کی تھی جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ مختصر دعا تلقین فرمائی تھی "اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا" اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی سخت آندھی بھیجی گئی جس نے سارے لشکر کو تتر بتر کر دیا اور وہ بھاگنے پر مجبور ہوئے۔

۱۷۴) عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ "اللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ". (رواه احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی دشمن گروہ کے حملہ کا خطرہ ہوتا تھا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ."

اے اللہ! ہم تجھے ان دشمنوں کے مقابلے میں کرتے ہیں تو ان کو دفع فرما اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (مسند احمد، سنن ابی داود)

فکر اور پریشانی کے وقت کی دعا

۱۷۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوتے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ... تا رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ" (کوئی مالک و معبود نہیں اللہ کے سوا جو بڑی عظمت والا اور حلیم ہے کوئی مالک و معبود نہیں اللہ کے سوا جو رب العرش العظیم ہے کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا جو رب السموات والارض اور رب العرش الکریم ہے۔) (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۱۷۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَرَبَهُ اَمْرٌ يَقُوْلُ "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ." وَقَالَ "اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی فکر اور پریشانی لاحق ہوتی تو آپ ﷺ کی دعا یہ ہوتی تھی "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ." (اے الحی القیوم! بس تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں) اور دوسروں سے) فرماتے "اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" (یا ذا الجلال والاکرام سے چمٹے رہو) یعنی (اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے استغاثہ اور فریاد کرتے رہو۔) (جامع ترمذی)

۱۷۷) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ؟ "اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا." (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا "میں تمہیں ایسے کلمے بتا دوں جو پریشانی اور فکر کے وقت تم کہا کرو۔ (ان شاء اللہ وہ تمہارے لئے باعث سکون ہوں گے) "اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا" (اللہ اللہ وہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی۔)

۱۷۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَثُرَ هَمُّهُ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وَفِيْ قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ

۱۷۹) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ الَّذِیْ دَعَا بِهَا وَهُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ." لَمْ یَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ. (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ذوالنون (اللہ کے پیغمبر یونس علیہ السلام) جب سمندر کی ایک مچھلی کا لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں پہنچ گئے تھے تو اس وقت اللہ کے حضور میں ان کی دعا اور پکار یہ تھی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (میرے مولا تیرے سوا کوئی معبود نہیں جس سے رحم و کرم کی درخواست اور مدد کی التجا کروں تو پاک اور مقدس ہے تیری طرف سے کوئی ظلم و زیادتی نہیں میں ہی ظالم اور پاپی ہوں) جو مسلمان بندہ اپنے کسی معاملہ اور مشکل میں ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول ہی فرمائے گا۔ ([illegible])

تشریح: حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا قرآن مجید (سورۂ انبیاء) میں انہی الفاظ میں مذکور ہوئی ہے۔ بظاہر تو اس میں صرف اللہ کی توحید و تسبیح اور اپنے قصور وار خطاکار ہونے کا اعتراف ہے لیکن فی الحقیقت یہ اللہ کے حضور میں اظہار ندامت اور استغفار و دعا کا بہترین انداز ہے اور اس میں اللہ کی رحمت کو کھینچنے کی خاص تاثیر ہے۔

۱۸۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَقَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ الْعَظِیْمِ فَقُوْلُوْا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ." (رواہ ابن مردویہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی بھاری اور بہت مشکل معاملہ پیش آ جائے تو کہو "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" (اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے۔) ([illegible])

تشریح: یہ بھی قرآن مجید ہی کا خاص کلمہ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ان کی قوم کے بت پرستوں نے آگ کے ڈھیر میں ڈالا تو ان کی زبان مبارک پر یہی کلمہ تھا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" مصائب و مشکلات کے موقع پر بندۂ مومن کا یہی نعرہ ہونا چاہئے۔

۱۸۱) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَالَ عَبْدٌ "اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِكْفِنِیْ كُلَّ مُهِمٍّ مِنْ حَیْثُ شِئْتَ مِنْ اَیْنَ شِئْتَ" اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی هَمَّهٗ. (رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ (کسی سخت مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو اور) اللہ کے حضور میں عرض کرے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ[illegible]

تشریح رسول اللہ ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی اس دعا کے ایک ایک کلمہ پر غور کیا جائے اس کا ہر جملہ عبدیت کی روح سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم اور ان کی قدر اور نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاکم وقت کے ظلم سے حفاظت کی دعا

بسا اوقات انسان خاص کر حق پرست انسان کو ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ وہ وقت کے ارباب اقتدار کے غصہ اور ناراضی کا نشانہ بن جاتا ہے اور ان کے ظلم و عدوان کا خطرہ فطری طور پر اس کے لئے فکر و پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے مستقل طور سے دعا تعلیم فرمائی۔

۱۸۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَخَوَّفَ اَحَدُكُمُ السُّلْطَانَ فَلْيَقُلْ "اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ كُنْ لِّيْ جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ وَّ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاَتْبَاعِهِمْ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ". (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو حاکم وقت کے ظلم و عدوان کا خطرہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ سے یوں دعا کرے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ... وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" (اے اللہ! ہفت افلاک اور عرش عظیم کے مالک! فلاں ابن فلاں (حاکم) کے شر سے اور سارے شریر انسانوں اور جنوں اور ان کے چیلوں کے شر سے میری حفاظت فرما اور مجھے اپنی پناہ میں لے کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی نہ کر سکے۔ جو تیری پناہ میں ہے وہ باعزت ہے تیری ثنا و صفت باعظمت ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں صرف تو ہی معبود برحق ہے) (المعجم الکبیر)

قرض اور تنگ دلی سے نجات کی دعا

۱۸۴) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ فَقَالَ يَا اَبَا اُمَامَةَ مَالِيْ اَرَاكَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلٰوةِ قَالَ هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِيْ وَدُيُوْنٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا اُعَلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا قُلْتَهٗ اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَقَضٰى عَنْكَ دَيْنَكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ" قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ هَمِّيْ وَقَضٰى دَيْنِيْ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک انصاری کو (جن کا نام ابوامامہ تھا) آپ ﷺ نے مسجد میں بیٹھے دیکھا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا

بات ہے کہ تم اس وقت جبکہ کسی نماز کا وقت نہیں ہے مسجد میں بیٹھے ہو؟" انہوں نے عرض کیا حضرت ﷺ مجھ پر بہت سے فکروں کا ہجوم ہے اور قرضوں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسا دعائیہ کلمہ بتاؤں جس کے ذریعہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں ساری فکروں سے نجات دیدے اور تمہارے قرضے بھی ادا کرادے؟ (ابوامامہؓ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا حضرت! ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم صبح و شام اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کرو [illegible] (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے اور عاجز پن اور [illegible] سے اور سستی و کاہلی سے اور بزدلی و کنجوسی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرضے کے بار کے غالب آجانے سے اور لوگوں کے دباؤ سے) ابوامامہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کیا (اور اس دعا کو اپنا صبح و شام کا معمول بنالیا) تو خدا کے فضل سے میری ساری فکریں ختم ہوگئیں اور میرا قرض بھی ادا ہوگیا۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: یہ صاحب واقعہ ابوامامہ مشہور صحابی ابوامامہ باہلی کے علاوہ دوسرے صحابی ہیں۔

١٨٥) عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ جَاءَهُ مُكَاتَبٌ فَقَالَ إِنِّي عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعِنِّي قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ كَبِيرٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ." (رواه الترمذي والبيهقي في الدعوات الكبير)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب ان کے پاس آیا، اس نے کہا کہ میں زر کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو رہا ہوں آپ اس میں میری مدد کیجئے! آپ نے فرمایا میں تم کو وہ دعائیہ کلمات نہ بتادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائے تھے اگر تمہارے اوپر کسی بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو اس دعا کی برکت سے اور اللہ کے حکم سے وہ ادا ہو جائیگا (وہ مختصر دعا یہ ہے) اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عمن سواك (اے میرے اللہ! مجھے حلال طریقے سے آئی روزی دے جو میرے لئے کافی ہو اور حرام کی ضرورت نہ ہو اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے سوا سے بے نیاز کردے) (جامع ترمذی، دعوات کبیر بیہقی)

تشریح: مکاتب اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کے آقا نے اس کے بارے میں طے کردیا ہو کہ اتنی رقم ادا کردو تو آزاد ہو۔ ایسا غلام جب وہ معین رقم ادا کردے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اسی طرح کا کوئی بیچارہ مکاتب آیا تھا، زر کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو رہا تھا آپ اس وقت رقم سے تو اس کی کوئی مدد نہیں کرسکے لیکن اسی مقصد کے لئے ایک خاص دعا آپ نے اس کو تعلیم فرمادی جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو تعلیم فرمائی تھی۔ معلوم ہوا کہ ضرورت مند سائل کی اگر روپیہ پیسے سے کوئی مدد نہ کی جاسکے تو اس کو اس طرح کی دعا کی طرف رہنمائی کردی جائے یہ بھی اعانت اور خدمت کی ایک صورت ہے۔

خوشی اور غم کے وقت کی دعا

۱۸۶) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَاٰى مَا يُسَرُّ بِهٖ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" وَاِذَا رَاٰى شَيْئًا مِمَّا يَكْرَهُ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ." (رواہ ابن السنی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے آپ ﷺ کو مسرت اور خوشی ہوتی تو کہتے "الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات" (حمد و ستائش اس اللہ کے لئے جس کے فضل و احسان سے اچھائیاں تکمیل پاتی ہیں) اور جب کوئی ایسی بات دیکھتے جو آپ ﷺ کو ناپسند اور ناگوار ہوتی تو کہتے "الحمد للہ علی کل حال" (ہر حال میں اللہ کی حمد اور اس کا شکر) (ابن السنی)

(تشریح) اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے چاہے اس میں ہمارے لئے مسرت اور خوشی کا سامان ہو یا رنج و غم کا وہ سب بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اور وہ حکیم مطلق ہے اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں اس لئے وہ ہر حال میں حمد و ستائش کا مستحق ہے۔

غصہ کے وقت کی دعا

۱۸۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِىْ وَجْهِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَ لَذَهَبَ غَضَبُهٗ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ." (رواہ الترمذی)

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے چہرے پر غصے کے آثار محسوس ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں ایک دعائیہ کلمہ اگر یہ آدمی اس وقت وہ کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا وہ کلمہ ہے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" (جامع ترمذی)

(تشریح) بلاشبہ اگر آدمی شعور اور دعائی کیفیت کے ساتھ سخت غصہ کی حالت میں بھی یہ کلمہ کہے اور اللہ سے پناہ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گا اور وہ غصہ کے نتائج بد سے محفوظ رہے گا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (حم السجدہ)

اور اگر (کسی وقت) شیطان کی طرف سے وسوسہ اندازی ہو (اور اس سے تمہارے اندر غصہ کی آگ بھڑک اٹھے) تو اللہ کی پناہ مانگو وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (وہ تمہیں پناہ دے گا)

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ غصہ کی طوفانی کیفیت میں جب آدمی سنجیدگی اور توازن اور اچھائی برائی کا احساس کھو بیٹھتا ہے تو بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ باتیں اسے یاد آئیں۔ ایسے وقت میں خیر خواہوں کو چاہیے

کہ وہ عظمت سے اس کو اس طرف متوجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کی یہ زریں ہدایت یاد دلائیں۔

عیادت کے وقت کی دعائیں

بیماروں کی عیادت اور خدمت کو رسول اللہ ﷺ نے اونچے درجہ کی نیکی اور ایک طرح کی مقبول ترین عبادت قرار دیا ہے اور اس کی بڑی ترغیب دی ہے نیز اپنے عمل اور ارشادات سے اس کی تعلیم دی ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت کی جائے تو اس کے لئے دعائے صحت بھی کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اس کو تسلی بھی ہوگی۔ اسی سلسلہ معارف الحدیث کی تیسری جلد میں "کتاب الجنائز" کے ذیل میں اس سلسلہ کی متعدد حدیثیں درج کی جا چکی ہیں۔ یہاں کتاب الدعوات میں بھی بعض حدیثوں کے اضافہ کے ساتھ ان کو درج کیا جا رہا ہے۔

۱۸۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا اشْتَكَى مِنَّا إِنْسَانٌ مَسَحَهُ بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ "أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا". (رواه البخاري ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے "اذهب الباس رب الناس الخ" (اے سب آدمیوں کے پروردگار اس بندے کی تکلیف دور فرما دے اور شفا عطا فرما دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیری ہی شفا شفا ہے ایسی کامل شفا عطا فرما جو بیماری کا کوئی اثر نہ چھوڑے) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۱۸۹) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّ جِبْرَئِيْلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ "بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ". (رواه مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو) جبرئیل امین نے یہ دعا پڑھ کے جھاڑا "بسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس او حاسد، الله يشفيك بسم الله ارقيك"۔ (میں اللہ کے نام سے تمہیں جھاڑتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمہیں ایذا پہنچائے اور ہر نفس اور حاسد کے شر سے اللہ تم کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے تمہیں جھاڑتا پھونکتا ہوں۔) (صحیح مسلم)

۱۹۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ. (رواه البخاري ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خود بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے

اور دم فرماتے اور خود اپنا دست مبارک اپنے جسم پر پھیرتے پھر جب آپ ﷺ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تو میں وہی معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ ﷺ دم کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا دست مبارک آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح اس حدیث میں "معوذات" سے مراد بظاہر دو سورہ "قل اعوذ برب الناس" اور "قل اعوذ برب الفلق" ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دعائیں مراد ہوں جن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ کی مانگی جاتی ہے اور جو آپ بیماروں پر پڑھ کر اکثر دم کیا کرتے تھے۔ اس طرح کی بعض دعائیں اوپر بھی بعض حدیثوں میں آچکی ہیں۔

چھینک آنے کے وقت کی دعا

آدمی کو چھینک آجانے کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کے لئے بھی دعا تلقین فرمائی اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا ذریعہ بنا دیا۔

(۱۹۶) **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْصَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.**

(رواه البخاری)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ کہے "الحمد للہ" (اللہ کی حمد اور اس کا شکر) اور جو بھائی اس کے پاس ہوں انھیں جواب میں کہنا چاہئے "یرحمک اللہ" (تم پر اللہ کی رحمت ہو) اور جب وہ یہ کہیں تو چھینکنے والے کو چاہئے کہ وہ جواب الجواب کے طور پر کہے "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" (اللہ تم کو سیدھی راہ پر چلائے اور تمہارا حال درست فرمائے) (صحیح بخاری)

تشریح چھینک اگر زکام وغیرہ کسی بیماری کی وجہ سے نہ ہو تو دماغ کی صفائی اور اس کے ہلکے ہونے کا ذریعہ ہے۔ جو مادہ چھینک کے ذریعہ خارج ہوتا ہے اگر وہ خارج نہ ہو تو طرح طرح کی دماغی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لئے بندے کو چاہئے کہ چھینک آنے پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے اور کم از کم "الحمد للہ" کہے۔ بعض روایات میں اس موقع کے لئے "الحمد للہ علیٰ کل حال" اور بعض دوسری روایات میں "الحمد للہ رب العٰلمین" بھی وارد ہوا ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر کلمہ کہا جا سکتا ہے۔

سننے والوں کو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا چاہئے۔ یہ چھینکنے والے کے حق میں دعائے خیر ہوگی اس کا جواب چھینکنے والے کو بھی دعائے خیر سے دینا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" تعلیم فرمایا۔ قربان اس تعلیم کے! ایک چھینک کو خود چھینکنے والے کے لئے اور اس کے پاس والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو تازہ کرنے کا اور بڑھانے کا کیسا ذریعہ بنایا۔

اگر کسی کو نزلہ اور زکام کی وجہ سے مسلسل چھینکیں آتی ہوں تو اس صورت میں نہ چھینکنے والا ہر دفعہ "الحمد للہ" کہنے کا مکلف ہے نہ سننے والے کو ہر دفعہ "یرحمک اللہ" کہنے کا حکم ہے۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی کڑک سنتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے "اللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" (اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کر، اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر، اور ہمیں اس سے پہلے عافیت دے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

آندھی اور تیز و تند ہوا کے وقت کی دعا

تیز و تند ہوائیں اور آندھیاں کبھی عذاب بن کر آتی ہیں اور کبھی رحمت لاتی ہیں (یعنی بارش کا مقدمہ بن کر) اس لئے خداشناس اور خداپرست بندوں کو چاہئے کہ جب اس طرح کی ہوائیں چلیں تو وہ جلال خداوندی کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے دعا کریں کہ یہ ہوائیں شر اور ہلاکت کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ رحمت کا وسیلہ بنیں۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔

۱۹۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا هَبَّتْ رِيحٌ قَطُّ إِلَّا جَثَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا (رواه الشافعي والبيهقي في الدعوات الكبير)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی تیز ہوا چلتی تھی تو رسول اللہ ﷺ اپنے زانوؤں کے بل اللہ تعالیٰ کے حضور میں بیٹھ جاتے اور دعا کرتے تھے کہ "اے اللہ! یہ ہوا ہمارے حق میں رحمت اور سامان حیات ہو، عذاب اور سامان ہلاکت نہ ہو، یہ ہوا وہ ہو جس کو قرآن نے ریاح کہا ہے وہ نہ ہو جس کو ریح کہا جاتا ہے۔" (مسند شافعی، دعوات کبیر للبیہقی)

تشریح: قرآن مجید کی بعض آیات میں ان ہواؤں کو جو کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی "ریح" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا اور بعض دوسری آیات میں ان ہواؤں کے لئے جو رحمت بن کر آتی ہیں "ریاح" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ تیز ہوا کے وقت یہ دعا بھی فرماتے تھے کہ "اے اللہ! یہ "ریح" یعنی عذاب والی ہوا نہ ہو بلکہ "ریاح" یعنی رحمت والی ہوا ہو۔"

۱۹۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ" وَإِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَاءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا۔ (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب تیز و تند ہوا چلتی اور آندھی کی کیفیت ہوتی تو اس طرح دعا کرتے "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ ... وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس ہوا کی خیر و برکت اور اس ہوا میں جو کچھ مضمر ہے اور جس کے ساتھ وہ بھیجی

چاہتا ہوں اس کی خیر و برکت اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس ہوا کے شر سے اور جو چیز اس میں مضمر ہے اور جس کے ساتھ وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر اور برے اثرات سے۔ اور جب آسمان پر ابر گھر کے آتا (جس میں خیر و شر اور رحمت و عذاب کے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں) تو اللہ کے قہر و جلال کے خوف سے رسول اللہ ﷺ کا یہ حال ہو جاتا کہ آپ ﷺ کا رنگ بدل جاتا، کبھی باہر جاتے کبھی اندر آتے، کبھی آگے بڑھتے کبھی پیچھے ہٹتے۔ پھر جب خیریت سے بارش ہو جاتی تو آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوتی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کیفیت کو محسوس کیا تو آپ ﷺ سے پوچھا کہ "آپ ﷺ کا یہ حال کیوں ہو جاتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "آسمان پر ابر دیکھ کے مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ اس قسم کا ابر نہ ہو جسے اپنی وادیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر قوم عاد نے کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے علاقے پر برس کے ہماری کھیتیوں کو شاداب کرے گا (حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا جو ان کی مکمل تباہی و بربادی کا سامان لے کر آیا تھا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بادل اور بارش کے وقت کی دعا

۱۹۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَبْصَرْنَا شَيْئًا مِنَ السَّمَاءِ تَعْنِي السَّحَابَ تَرَكَ عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ وَقَالَ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ" فَإِنْ كَشَفَهُ حَمِدَ اللهَ وَإِنْ مَطَرَتْ قَالَ "اللَّهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا" (رواه ابو داؤد والنسائي وابن ماجه والشافعي واللفظ له)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ آسمان پر بادل چڑھتا دیکھتے تو رسول اللہ ﷺ کا حال یہ ہو جاتا کہ جس کام میں آپ ﷺ مشغول ہوتے اس کو چھوڑ کے بادل کی طرف رخ کر لیتے اور اللہ سے دعا کرتے کہ: "اللهم انى اعوذبك من شر ما فيه" (اے اللہ! اس بادل میں جو شر ہو اس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں) پھر اگر وہ بادل چھٹ کر آسمان صاف ہو جاتا تو آپ ﷺ اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برسنے لگتا تو دعا فرماتے کہ: "اللهم سقيا نافعا" (اے اللہ! اس بارش سے پوری سیرابی کر دے اور اس کو نفع مند بنا۔) (سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند شافعی)

۱۹۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ "اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا" (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش ہوتی دیکھتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے: "اللهم صيبا نافعا" (اے اللہ! بھرپور اور نفع مند بارش ہو)۔ (صحیح بخاری)

تشریح: بارش کا حال بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ تباہیاں اور بربادیاں بھی آتی ہیں اور مخلوق کے لئے وہ سامان حیات بن کر بھی برستی ہے اس لئے جب بارش ہو تو خدا پر ایمان رکھنے والے بندوں کو دعا کرنی چاہئے کہ بارش نفع مند اور رحمت بن کر برسے۔ رسول اللہ ﷺ جب بارش کی ضرورت محسوس کر کے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے جب بھی آپ ﷺ کی دعا یہی ہوتی۔

بارش کے لئے دعا

۱۹۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُوَاكِي فَقَالَ "اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ" قَالَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دفعہ ہاتھ اٹھائے بارش کے لئے اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ بارگاہ خداوندی میں عرض کر رہے تھے: "اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ" (اے اللہ! ہم پر ایسی بھرپور بارش نازل فرما جو زمین کے لئے موافق اور سازگار ہو کھیتوں میں سرسبزی اور شادابی لائے۔ اس سے نفع ہی نفع ہو نقصان بالکل نہ ہو۔ اے اللہ! جلدی نازل فرما دیر نہ ہو) حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دعا کرتے کرتے آسمان پر گھٹا چھاگئی اور بھرپور بارش ہوئی۔ (سنن ابی داؤد)

۲۰۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ "اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ". (رواہ مالک و ابو داؤد)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرتے: "اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ" (اے اللہ! اپنے بندوں اور اپنے پیدا کئے ہوئے بے زبان چوپایوں اور جانوروں کو سیراب فرما اپنی رحمت بھیج اور تیری جو بستیاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے مردہ ہو گئی ہیں بارش نازل فرما کر ان میں جان ڈال دے) (موطا امام مالک، سنن ابی داؤد)

تشریح غور کیا جائے اس دعا میں کیسی اپیل ہے اور رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کی کتنی طاقت ہے۔

مہینہ کا نیا چاند دیکھنے کے وقت کی دعا

۲۰۱) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ". (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مہینہ کا چاند دیکھتے تو اس طرح دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ" (اے اللہ یہ چاند ہمارے لئے امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کا چاند ہو۔ اے چاند تیرا (آ) اور میرا رب اللہ ہے)۔ (جامع ترمذی)

تشریح ہر مہینہ زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ جب ایک مہینہ ختم ہو کے دوسرے مہینے کا چاند آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو گویا اعلان ہو جاتا ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کا ایک مرحلہ پورا ہو کے آگے کا مرحلہ شروع ہو رہا ہے ایسے موقع کے لئے مناسب ترین دعا یہی ہو سکتی ہے کہ "اے اللہ! یہ شروع ہونے والا مرحلہ یعنی مہینہ بھی امن و امان اور ایمان و اسلام کے ساتھ گزرے اور تیری فرمانبرداری نصیب رہے۔" چونکہ دنیا

میں ایسے لوگ بھی ہیں جو چاند کو ایک رب اور دیوتا مانتے ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ مندرجہ بالا دعا کے ساتھ یہ بھی اعلان فرماتے تھے کہ چاند اللہ کی صرف ایک مخلوق ہے اور جس طرح ہمارا رب اللہ ہے اسی طرح اس کا رب بھی اللہ ہے۔

۲۰۲) عَنْ قَتَادَةَ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ "هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ" هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ "آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مہینہ کا نیا چاند دیکھتے تو تین دفعہ کہتے "هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ" (یہ خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا چاند ہے) پھر تین ہی دفعہ کہتے "آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ" (میں ایمان لایا اس اللہ پر جس نے تجھے پیدا کیا) اس کے بعد فرماتے حمد و شکر اس اللہ کے لئے جس کے حکم سے فلاں مہینہ ختم ہوا اور فلاں مہینہ شروع ہوا۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح — رویت ہلال کے وقت کی یہ دوسری دعا ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ آپ ﷺ نیا چاند دیکھ کے کبھی مندرجہ بالا حدیث والی دعا کرتے تھے اور کبھی یہ دوسری دعا۔

تین دفعہ "هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ" کہنے کا منشاء غالباً یہ تھا کہ بہت سے جاہل بعض مہینوں کو منحوس اور نامبارک سمجھتے ہیں اس قسم کے اس توہم کی تردید کے لئے یہ کہنا مقصود ہوتا تھا کہ یہ مہینہ خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا مہینہ ہے۔

"آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ" تین دفعہ کہنے سے آپ ﷺ ان جاہلوں کے مشرکانہ عقیدہ پر ضرب لگاتے تھے جو چاند کو رب اور دیوتا مانتے ہیں۔

قتادہ جو اس حدیث کے راوی ہیں یہ تابعی ہیں قتادہ بن دعامہ سدوسی تابعی ہیں انہوں نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی ہوگی۔ بعض تابعین اور اسی طرح بعض تبع تابعین بھی کبھی درمیانی راوی کا ذکر کئے بغیر اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو "بلاغات" کہا جاتا ہے۔ امام مالک کی موطا میں ایسی حدیثوں کی خاصی تعداد ہے۔

لیلۃ القدر کی دعا

قبولیت دعا کے لحاظ سے شب قدر کو جو امتیاز حاصل ہے اس کے بارے میں حدیثیں "معارف الحدیث جلد چہارم" کتاب الصوم میں درج ہو چکی ہیں۔ اس رات کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی ایک مختصر ترین دعا یہاں بھی درج کی جا رہی ہے۔

۲۰۳) عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ وَافَقْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَدْعُوْ بِهِ؟ قَالَ قُوْلِي "اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي". (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض

کیا حضرت ﷺ! اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے حضور میں یوں عرض کرو: "اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" (اے اللہ! تو قصور والوں کو بہت معاف فرمانے والا ہے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے پس تو مجھے معاف فرما دے)۔ (احمد، ترمذی)

عرفات کی دعا

۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جب اللہ کے خصوصی مہمان "حجاج" بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں تو جیسا کہ کتاب الحج میں درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہو چکا ہے اس دن وہاں رحمت خداوندی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے "وہ قبولیت دعا کا خاص الخاص موقع ہے۔ اس موقع کی جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں وہ ذیل میں پڑھیے:

۲۰۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ قَبْلِي "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عرفہ کے دن کی بہترین دعا اور بہترین کلمہ جو میں نے کہا ہے اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زبان سے ادا ہوا یہ کلمہ ہے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ایک معبود ہے کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں اسی کی فرمانروائی ہے صرف اسی کیلئے حمد و ستائش سزاوار ہے اور ہر چیز اسکے زیر قدرت ہے)۔ (جامع ترمذی)

تشریح — اس کلمہ میں اگرچہ بظاہر دعا اور سوال نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ "بس وہی رب اور معبود ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت ہے اور اسی کی اور صرف اسی کی فرمانروائی ہے۔" یہ بھی دعا ہی کی ایک صورت ہے اور بڑی بلیغ صورت ہے اور یا شبہ بعض حیثیتوں سے اور بعض پہلوؤں سے یہی افضل ترین کلمہ ہے۔ کلمات ذکر کے سلسلہ میں جہاں اس کلمہ سے متعلق حدیث درج کی گئی ہے وہاں اس کی بقدر ضرورت تشریح کی جا چکی ہے۔

۲۰۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَكْثَرُ مَا دَعَا بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي الْمَوْقِفِ "اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي تَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ اللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَإِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ. (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن وقوف کے وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ یہ دعا کی: "اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ ۔۔۔ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ" (اے اللہ! تیرے ہی لئے ساری حمد و ستائش سزاوار ہے اس طرح جس طرح تو فرماتا ہے اس سے بہتر جو ہم تیری حمد و ثنا میں کہتے ہیں اے اللہ! میری نماز اور میرا حج اور میری ساری عبادات اور میرا جینا مرنا سب تیرے ہی لئے

جامع اور ہمہ گیر دعائیں

عرض کیا جا چکا ہے کہ کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے جو دعائیں ماثور اور منقول ہیں اگر ان کو مضامین اور موقع محل کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جن کا تعلق نماز سے ہے دوسری وہ جن کا تعلق خاص اوقات یا مواقع اور حالات سے ہے تیسری وہ جن کا تعلق نہ نماز سے ہے نہ خاص اوقات یا مواقع سے بلکہ وہ عمومی قسم کی ہیں۔ پہلی دو قسم کی دعائیں درج کی جا چکیں، تیسری قسم کی اب پیش کی جا رہی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر مضامین کے لحاظ سے ہمہ گیر اور جامع قسم کی ہیں اسی لئے ائمہ حدیث نے اپنی مؤلفات میں ان دعاؤں کو "جامع الدعوات" کے زیر عنوان درج کیا ہے۔ یہ دعائیں امت کے لئے رسول اللہ ﷺ کا خاص الخاص عطیہ اور بیش بہا تحفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم بے حقیقتوں کو قدر شناسی اور شکر گزاری اور ان دعاؤں کو اپنے دل کی آواز اور حرز جان بنا لینے کی توفیق دے۔ جس بندے کو یہ دولت نصیب ہو گئی اسے سب کچھ مل گیا۔

اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی احادیث ذیل میں پڑھئے

(۲۰۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے "اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي ... وَرَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ" (اے اللہ! میری دینی حالت درست فرما دے جس پر میری خیریت اور سلامتی کا دار و مدار ہے اور میری دنیا بھی درست فرما دے جس میں مجھے یہ زندگی گزارنی ہے اور میری آخرت بھی درست فرما دے جہاں مجھے لوٹ کے جانا اور ہمیشہ رہنا ہے اور میری زندگی کو خیر اور بھلائی میں اضافہ اور زیادتی کا ذریعہ بنا دے اور میری موت کو ہر شر سے راحت اور حفاظت کا وسیلہ بنا دے۔) (صحیح مسلم)

تشریح: جیسا کہ ظاہر ہے یہ بہت ہی جامع دعا ہے اس کا پہلا جزو یہ ہے

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي

اے اللہ میری دینی حالت درست فرما دے جس پر میری خیریت اور میری ہر چیز کی سلامتی اور تحفظ کا دار و مدار ہے۔

دراصل دین ہی وہ چیز ہے کہ اگر وہ درست اور سلامت ہو تو آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضی و لعنت اور اس کے غضب و عذاب سے مامون و محفوظ ہو کر اس کے لطف و کرم کا مستحق ہو جاتا ہے اور اسلامی قانون کی رو سے اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کو ایک خاص درجہ کی حرمت و عصمت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے اسی پر آدمی کی سلامتی خیریت اور صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے۔ اسی چیز کو اس دعا نبوی ﷺ میں "عِصْمَةُ أَمْرِي" کہا گیا ہے۔ دین کی درستی کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا ایمان و یقین صحیح ہو اس کے افکار و جذبات اور اعمال و

اخلاق درست ہوں اور زندگی کے ہر شعبہ میں نفس کی خواہش کے بجائے اللہ کے احکام پر چلنے والا ہو اور ظاہر ہے کہ اس کا دارومدار اللہ کی توفیق پر ہے اس لئے ہر بندۂ مومن کے دل کی اولین تمنا اور چاہت یہی ہونا چاہئے۔ اس دعا کا دوسرا جزء ہے

وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ

اور میری دنیا درست فرما دے جس میں مجھے یہ زندگی گزارنا ہے۔

دنیا کی درستی کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کی رزق وغیرہ کی ضرورتیں حلال اور جائز راستوں سے پوری ہوتی رہیں۔ بلاشبہ ہر مومن بندے کی دوسری تمنا اللہ تعالیٰ سے یہی ہونا چاہئے۔ تیسرا جزء دعا کا یہ ہے

وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ

اور میری آخرت اچھی بنا دے جہاں مجھے لوٹ کے جانا اور ہمیشہ رہنا ہے۔

اگرچہ دین کی درستی کا لازمی نتیجہ آخرت کی صلاح و فلاح ہے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے مستقل طور سے آخرت کی درستی کی یہ دعا کی۔ ایک تو غالباً اس لئے کہ آخرت کی غیر معمولی اہمیت کا یہی حق ہے، دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اپنی طرف سے اچھی حالت ہونے کے باوجود بندے کو آخرت کے بارے میں مطمئن اور بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن مجید میں اچھے بندوں کی شان یہی بتائی گئی ہے "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ" (المؤمنون: ٦٠) [1]

چوتھا اور پانچواں جزء دعا کا یہ ہے

وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ

اور زندگی کو میرے لئے نیکی اور بھلائی میں اضافہ اور زیادتی کا ذریعہ بنا دے اور موت کو ہر شر اور برائی سے راحت اور حفاظت کا وسیلہ بنا دے۔

ہر آدمی کو اس دنیا میں اپنی زندگی کا وقت پورا کر کے مرنا ہی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی عمر سے آدمی نیکی بھی کما سکتا ہے اور بدی بھی، وہ اس کے لئے سعادت میں ترقی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور شقاوت میں اضافہ کا ذریعہ بھی، اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ دین و دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اے اللہ! میری حیات و زندگی اور سعادت میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ بنا دے یعنی مجھے توفیق دے کہ میں عمر کے اوقات اور زندگی کی قوت و توانائی تیری رضا والے کاموں میں صرف کر کے سعادت کے راستہ میں آگے بڑھتا چلوں اور میری موت کو شر و فتن کی زحمتوں سے راحت کا ذریعہ بنا دے یعنی مستقبل کے جو شر اور فتنے میرے لئے زحمت کا باعث ہو سکتے ہیں تیرے حکم سے آنے والی میری موت ان سے میری حفاظت کا ذریعہ بن کر ان سے مجھے راحت دے دے۔

[1] اس آیت میں اللہ کے اچھے بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ قبول ہوتا ہے یا نہیں۔

یہ دعا بھی "جوامع الکلم" اور دریا بکوزہ کی بہترین مثال ہے' الفاظ کتنے مختصر اور مضامین کتنے وسیع!

(۲۰۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَكْثَرَ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ "اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ." (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر یہ دعا کیا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ." (اے میرے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا)
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح — سبحان اللہ! کتنی مختصر اور کتنی جامع دعا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے اس دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں بھی بھلائی مانگی گئی ہے۔ ظاہر ہے اس میں دنیا اور آخرت کی ساری ہی اچھی مرغوبات اور مطلوبات آگئیں۔ اور آخر میں عذاب دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھنے کی استدعا کی گئی ہے۔ الغرض دنیا اور آخرت میں ایک بندے کو جو کچھ چاہئے وہ سب ہی اس مختصر ترین دعا میں طلب کیا گیا ہے۔ پھر اس کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے۔ یہ دراصل قرآن مجید کی دعا ہے اس فرق کے ساتھ کہ قرآن پاک میں اس کا پہلا لفظ "رَبَّنَا" ہے اور حدیث میں اس کا پہلا لفظ "اللّٰهُمَّ" ہے۔ حاصل ایک ہی ہے۔

حضرت انس کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بہ کثرت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم امتیوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کے اس کثرتی معمول کی پیروی کی توفیق دے۔

(۲۰۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى." (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ ... وَالْغِنٰى." (اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت اور تقویٰ اور پاک دامنی اور مخلوق کی بے احتیاجی۔) (صحیح مسلم)

تشریح — اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے چار باتوں کا سوال ہے: ایک ہدایت یعنی راہ حق پر چلنا اور استقامت کے ساتھ چلتے رہنا۔ دوسرے تقویٰ اور پرہیزگاری یعنی اللہ سے ڈرتے ہوئے معاصی و منکرات سے بچنا۔ تیسرے عفت و پاک دامنی۔ چوتھے غنیٰ یعنی دل کی یہ حالت کہ بندہ اپنے اندر کسی مخلوق کی محتاجی اور دست نگری محسوس نہ کرے اپنے مالک کی عطا پر مطمئن ہو۔ یہ دعا بھی "جوامع الکلم" کی اعلیٰ مثال ہے۔

(۲۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰى بِالْقَدَرِ." (رواه البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ ... وَالرِّضٰى بِالْقَدَرِ." (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں صحت و تندرستی

نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں فرمائیں جو ہمیں یاد نہیں رہیں، تو ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں فرمائی تھیں ان کو ہم یاد نہیں رکھ سکے (اور ہم چاہتے ہیں کہ اللہ سے وہ سب دعائیں مانگیں) تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسی دعا بتائے دیتا ہوں جس میں وہ ساری دعائیں آجائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرو کہ ”اے اللہ! ہم تجھ سے وہ سب مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگا اور ہم ان سب چیزوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے تیری پناہ چاہی، بس تو ہی ہے جس سے مدد چاہی جائے اور تیرے ہی کرم پر موقوف ہے مقاصد اور مرادوں تک پہنچانا، اور کسی مقصد کیلئے سعی و حرکت اور اس کو حاصل کرنے کی قوت و طاقت بس اللہ ہی سے مل سکتی ہے۔“ (جامع ترمذی)

تشریح: دنیا میں ایسے ہی بندوں کی تعداد زیادہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول شدہ زیادہ دعائیں یاد نہیں رکھ سکتے۔ ان کے لئے اس حدیث میں نہایت آسان طریقہ بتا دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگا کریں کہ اے اللہ! تجھ سے جو کچھ تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگا، میں وہ سب تجھ سے مانگتا ہوں اور جن چیزوں سے انہوں نے تیری پناہ چاہی میں ان سب چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ناچیز راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اس میں بھی کوئی خسارہ اور مضائقہ نہیں ہے کہ یہ بات اپنی ہی زبان میں کہی جائے، مگر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل سے عرض کیا جائے، دراصل دعا وہی ہے جو دل سے ہو۔

(۲۱۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ. (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے ”اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ ... مِنَ النَّارِ۔“ (اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیری رحمت کو واجب کر دینے والے اور تیری مغفرت کو پکا کر دینے والے اعمال کا اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کی توفیق کا، اور تجھ سے مانگتے ہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے نجات۔) (مستدرک حاکم)

(۲۱۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ بِالْاِسْلَامِ قَائِمًا وَاحْفَظْنِيْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا وَاحْفَظْنِيْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِدًا وَلَا تُشْمِتْ بِيْ عَدُوًّا وَلَا حَاسِدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ." (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے ”اللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ ... خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ“ (اے اللہ! میری حفاظت فرما اسلام کے ساتھ کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھے

ایمان کی، حسن اخلاق کے ساتھ اور سوال کرتا ہوں تجھ سے مقاصد میں کامیابی کا، آخرت کی فلاح کے ساتھ اور سائل ہوں تجھ سے رحمت اور عافیت کا اور تیری مغفرت اور رضامندی کا۔) (معجم اوسط للطبرانی، مستدرک حاکم)

۲۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِیْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهُ لَايُصِيْبُنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا مِنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ. (رواه البزار)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا روایت کی گئی ہے "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ایسا ایمان جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور ایسا یقین صادق جس کے بعد یہ حقیقت میرا علم بن جائے کہ مجھ پر صرف وہی تکلیف آسکتی ہو جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے اور میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں کہ میرا یہ حال کر دے کہ زندگی کا جو سامان تو مجھے دے میں اس پر دل سے راضی رہوں)۔ (مسند بزار)

۲۲۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا "اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِیْ فِیْ تَيْسِيْرِ كُلِّ عَسِيْرٍ فَاِنَّ تَيْسِيْرَ كُلِّ عَسِيْرٍ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ وَاَسْئَلُكَ الْيُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ." (رواه الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا روایت کی گئی ہے "اللّٰهُمَّ الْطُفْ بِیْ تا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" (اے اللہ! میری ہر دشواری کو آسان فرمانے کے لئے مجھ پر مہربانی فرما، ساری دشواریوں اور مشکلوں کو آسان کرنا تیرے لئے بالکل آسان ہے۔ اور میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں دنیا اور آخرت میں سہولت اور آسانی کیلئے اور کامل عافیت کیلئے)۔ (معجم اوسط للطبرانی)

۲۲۴) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ."

(مالك فی الموطا)

ترجمہ: امام مالکؒ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تا غَيْرَ مَفْتُوْنٍ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اچھے عمل کرنے کی توفیق اور برے اعمال کو چھوڑ دینے کی توفیق اور تیرے مسکین بندوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق۔ اور اے اللہ! جب تیرا فیصلہ کسی قوم کو فتنہ اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ہو تو مجھے اس فتنہ میں مبتلا کئے بغیر اپنی طرف اٹھالے۔ (موطا امام مالک)

تشریح: پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے ہیں کبھی کبھی بعض حدیثیں سند کا ذکر کئے بغیر "بلغنی" کے عنوان سے بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کو اصطلاح میں "بلاغات مالک" کہا جاتا ہے اور محدثین کے نزدیک یہ سب قابل قبول ہیں۔ یہ روایت بھی انہیں "بلاغات" میں سے ہے۔

۲۲۵) عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ (مَرْفُوعًا) "اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ" (رواه احمد وابن حبان والحاکم)

ترجمہ: حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا نقل فرمائی: "اللّٰهم أحسن ... وعذاب الآخرة" (اے اللہ! ہمارے سارے کاموں کا انجام بہتر کر اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں بچا اور ہماری حفاظت فرما)۔ (مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)

تشریح: یہ دعا بھی بہت ہی مختصر اور بہت جامع ہے۔

۲۲۶) عَنْ أُمِّ مَعْبَدٍ الْخُزَاعِيَّةِ مَرْفُوعًا "اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ"

(رواه الحکیم الترمذی والخطیب)

ترجمہ: ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے "اللّٰهم طهر قلبي ... وما تخفي الصدور" (اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے اعمال کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو نظر کی خیانت سے بالکل پاک صاف کر دے، تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے، تجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں)۔ (نوادر الاصول للحکیم الترمذی، تاریخ خطیب)

تشریح: ان سب دعاؤں کی جامعیت اور معنویت بالکل ظاہر ہے۔ ان کے مضامین بھی کسی خاص تشریح اور وضاحت کے محتاج نہیں۔ غور کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ان کا ہر جز معرفت کا خزانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عطا فرمائے ہوئے بیش قیمت ورثہ کی قدر کریں۔ اور ان دعاؤں کے ذریعہ دنیا و آخرت کی برکتیں اور نعمتیں براہ راست اللہ تعالیٰ کے خزانے سے حاصل کیا کریں۔

۲۲۷) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا أَنْ نَقُولَ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَأَسْأَلُكَ عَزِيمَةَ الرُّشْدِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِيمًا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. (رواه الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم فرماتے تھے کہ ہم دعا میں اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کریں: "اللّٰهم إني أسألك الثبات ... إنك أنت علام الغيوب" (اے اللہ! میں مانگتا ہوں تجھ سے استقامت اور ثابت قدمی دین کے معاملہ میں اور طلب کرتا ہوں اعلیٰ صلاحیت اور سوجھ بوجھ میں پختگی اور تیری نعمتوں کے شکر کی اور حسن عبادت کی توفیق اور طالب ہوں تجھ سے لسان صادق اور قلب سلیم کا اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس شر سے جس کو تجھے علم ہے۔ اور سائل ہوں ہر اس خیر اور بھلائی کا جو تیرے علم میں ہے اور معافی اور مغفرت چاہتا ہوں اپنے ان سب گناہوں کی جو تجھے معلوم ہیں، تو ساری پوشیدہ باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔) (جامع ترمذی، سنن نسائی)

تشریح اس دعا کے ایک ایک جزء پر غور کیجئے، یہ ان تمام مقاصد پر حاوی ہے جو ایک مومن کو عزیز ہونے چاہئیں۔ اسی حدیث کو ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کو یہ دعا تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ

"اے شداد بن اوس! جب تم دیکھو کہ لوگ سونے اور چاندی کو بطور خزانہ کے جمع کرتے ہیں تو تم اس دعا کو اپنا خزانہ سمجھو۔"

۲۲۸) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ دُعَاءَكَ اللَّيْلَةَ فَكَانَ الَّذِىْ وَصَلَ اِلَىَّ مِنْهُ اِنَّكَ تَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ وَوَسِّعْ لِىْ فِىْ دَارِىْ وَبَارِكْ لِىْ فِيْمَا رَزَقْتَنِىْ" قَالَ فَهَلْ تَرَاهُنَّ تَرَكْنَ شَيْئًا. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ "رات میں نے آپ ﷺ کو دعا کرتے سنا اس دعا میں سے یہ الفاظ مجھے پوری طرح پہنچے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے: "اللهم اغفرلي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي فيما رزقتني" (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لئے میرے گھر میں وسعت عطا فرما اور تو نے جو رزق مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لئے برکت دے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم نے دیکھا ان مختصر لفظوں نے کچھ بھی چھوڑا۔"

تشریح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس بندے کے رزق میں برکت دی جائے اس کو رہنے بسنے کے لئے ایسا مکان عطا ہو جس کو وہ اپنے لئے کافی سمجھے اور اس میں وسعت محسوس کرے اور آخرت کیلئے اس کی لغزشوں، گناہوں کی مغفرت اور معافی کا فیصلہ ہو جائے تو اس کو سب ہی کچھ مل گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے آخری جملہ "هل تراهن تركن شيئا" کا مطلب یہی ہے کہ بندے کو جو کچھ چاہئے وہ اس مختصری دعا میں سب آ گیا ہے چھوٹے چھوٹے ان تین کلموں نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔

۲۲۹) عَنْ طَارِقٍ الْاَشْجَعِىِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّىْ قَالَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَارْحَمْنِىْ وَعَافِنِىْ وَ ارْزُقْنِىْ" (وَجَمَعَ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ اِلَّا الْاِبْهَامَ) فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ يَجْمَعْنَ لَكَ دِيْنَكَ وَدُنْيَاكَ. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ حضرت طارق اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا کہ "مجھے بتلا دیجئے کہ جب میں اپنے پروردگار سے مانگوں تو کس طرح عرض کروں اور کیا عرض کروں؟" آپ ﷺ نے فرمایا یوں عرض کیا کرو: "اللهم اغفرلي وارحمني وعافني وارزقني۔" (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھے بخش دے مجھ پر رحمت فرما مجھے عافیت اور آرام و چین نصیب فرما اور مجھے روزی عطا فرما) اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں ملا کے اس کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ چار کلمے تیری دینی اور دنیوی ساری ضرورتوں پر حاوی

تشریح آدمی کے لئے تین ہی مرحلے ہیں ایک اس دنیا کی زندگی کا مرحلہ دوسرا موت کا مرحلہ اور تیسرا دار آخرت کا مرحلہ۔ اس مختصر دعا میں تینوں مرحلوں کے لئے بڑے سادہ انداز میں بہترین دعا موجود ہے۔

۲۳۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔" (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ ... مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ" (اے اللہ جو کچھ علم تو نے مجھے عطا فرمایا اس کو میرے لئے نفع مند بنا دے (یعنی مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق دے) اور مجھے وہ علم عطا فرما جو میرے لئے نافع ہو اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر حال میں اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخیوں کے حال سے)۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

۲۳۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّلَا تَنْزِعْ مِنِّیْ صَالِحَ مَا اَعْطَیْتَنِیْ۔" (رواہ البزار)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللّٰهُمَّ لَا تَکِلْنِیْ ... مَا اَعْطَیْتَنِیْ۔" (اے اللہ مجھے پل بھر کے لئے میرے نفس کے حوالے نہ کر اور جو کوئی اچھی چیز (اچھا عمل یا اچھا حال) تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کو مجھ سے واپس نہ لے)۔ (مسند بزار)

تشریح بندوں کے پاس جو کچھ خیر ہے وہ صرف اللہ کی توفیق اور اس کی عطا سے ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے لئے بھی نگاہ کرم پھیر لے اور بندے کو اس کے نفس کے حوالے کر دے تو وہ محروم ہو کے رہ جائے گا، اس لئے ہر عارف بندے کے دل کی یہ صدا ہوتی ہے کہ: "اے اللہ! ایک لمحہ کے لئے مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر، ہر دم میری نگرانی اور مجھ پر نظر کرم فرما۔"

۲۳۵) عَنْ عَائِشَةَ (مَرْفُوْعًا) "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ۔"

(رواہ الحاکم)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللّٰهُمَّ اجْعَلْ ... وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ۔" (اے اللہ! میرے بڑھاپے کے دنوں میں اور میری عمر کے آخری حصے میں میری روزی میں زیادہ سے زیادہ وسعت فرما)۔ (مستدرک حاکم)

تشریح بڑھاپے میں اور عمر کے آخری حصے میں رزق کی تنگی زیادہ تکلیف دہ ہو سکتی ہے کیونکہ آدمی اس وقت دوڑ بھاگ اور جدوجہد کے قابل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں موت کے قرب کا زمانہ ہوتا ہے اور ہر مومن کی آرزو یہ ہونی چاہئے کہ اس زمانہ میں آدمی اللہ کی یاد اور آخرت کی تیاری کے لئے دوسری تمام فکروں سے فارغ اور آزاد ہو، اس لئے یہ مسنون دعا ہر مومن کے دل کی دھڑکن ہونی چاہئے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ"

۲۳۶) عَنْ أَنَسٍ (مَرْفُوْعًا) "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ اٰخِرَهٗ وَخَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِيْمَهٗ وَخَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ فِيْهِ." (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے۔ "اللّٰهم اجعل خير عمری ... يوم القاك فيه." (اے اللہ! میری عمر کے آخری حصے کو میری زندگی کا بہترین حصہ کردے اور میرے آخری عمل میری زندگی کے بہترین عمل ہوں اور میرا سب سے اچھا دن وہ ہو جو تیرے حضور میں میری حاضری کا دن ہو۔) [illegible]

۲۳۷) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ (مَرْفُوْعًا) "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ." قِيْلَ زِدْنَا قَالَ اَوَلَيْسَ قَدْ جَمَعْنَا الْخَيْرَ كُلَّهٗ."

(رواہ احمد وابن ماجہ والطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللّٰهم اغفرلنا ... شاننا كله." (اے اللہ! ہم کو بخش دے، ہم پر رحمت فرما اور دوزخ سے ہمیں بچالے اور ہمارے حالات اور جملہ معاملات درست فرمادے) آپ سے عرض کیا گیا حضور (ﷺ)! ہمارے لئے اور زیادہ دعا فرمایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا (اس دعا میں جو میں نے ابھی کی) ساری خیر کو ہم نے جمع نہیں کرلیا۔ [illegible]

تشریح: اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگی گئی ہے، رحمت مانگی گئی ہے اللہ کی رضا اور قبولیت مانگی گئی ہے، جنت کا داخلہ اور دوزخ سے نجات مانگی گئی ہے اور سب سے آخر میں استدعا کی گئی ہے کہ ہمارے جملہ معاملات اور سارے حالات درست فرمادے (واصلح لنا شاننا كله) ظاہر ہے کہ اس کے بعد کوئی بھی انسانی حاجت اور ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس سے زیادہ جو کچھ مانگا جائے گا وہ اسی اجمال کی تفصیل ہوگی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اوليس قد جمعنا الخير كله" (یعنی اس دعا میں ہم نے وہ سب مانگ لیا ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت میں مطلوب ہوسکتا ہے۔)

۲۳۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ يَوْمًا ...... فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ "اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا." (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی (اور اس وقت آپ ﷺ کی وہ کیفیت ہوگئی جو نزول وحی کے وقت ہوجایا کرتی تھی) جب وہ کیفیت ختم ہوئی) تو آپ ﷺ قبلہ رو ہوگئے اور ہاتھ اٹھاکے یہ دعا فرمائی: "اللّٰهم زدنا ... وارض عنا." (اے اللہ! ہماری تعداد میں زیادتی اور اضافہ فرما، کمی نہ فرما اور ہمیں عزت و عظمت عطا فرما، ہماری اہانت و ذلت نہ فرما، ہمیں اپنی ہر طرح کی نعمتیں عطا فرما، ہمیں محروم نہ فرما، ہمیں اپنالے، ہمارے مقابلے میں دوسروں کو ترجیح

نہ دے، ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں خوش کر دے۔) (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے کہ اس وقت آپ ﷺ پر سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیتیں نازل ہوئی تھیں ان کا آپ ﷺ کے قلب مبارک پر غیر معمولی اثر تھا اسی تاثر کے ماتحت آپ ﷺ نے خاص اہتمام سے اپنی جماعت اور امت کے لئے یہ دعا فرمائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی دعا زیادہ اہتمام سے کرنی ہو تو بہتر ہے کہ قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر کی جائے۔

۲۳۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (مَرْفُوْعًا) "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا.

(رواه الطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا ... وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا." (اے اللہ! ہمارے آپس کے تعلقات درست فرما دے اور ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور ہمیں سلامتی کے راستوں پر چلا اور ہر طرح کی گمراہیوں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف لا اور ظاہری و باطنی قسم کی ساری بے حیائیوں سے ہمیں بچا۔ اے اللہ! ہماری سماعت و بصارت اور ہمارے قلوب میں اور اسی طرح ہمارے بیوی بچوں میں برکت عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما کر ہم پر عنایت فرما، تو بڑا عنایت فرمانے والا بڑا مہربان ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ثنا خواں اور قدر کے ساتھ قبول کرنے والا بنا، اور ہمیں اپنی وہ نعمتیں بھرپور عطا فرما۔) (معجم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم)

تشریح اس جامع ترین دعا میں سب سے پہلے آپس کے تعلقات کی درستی اور دلوں کے جوڑ کی استدعا کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر دلوں میں پھوٹ اور سینوں میں بغض و عداوت ہو تو دین بھی برباد ہوتا ہے اور دنیا بھی۔ اللہ تعالیٰ کی دینی و دنیوی اور مادی و روحانی ساری نعمتوں سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ معاشرہ بغض و عداوت کے عذاب سے محفوظ ہو۔ علاوہ ازیں اہل ایمان کے دلوں کا باہمی جوڑ اور ان کے تعلقات کی خوشگواری بجائے خود اہم مطلوبات میں سے ہے۔

آنکھوں، کانوں اور بیوی بچوں وغیرہ میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نعمتیں برابر نصیب رہیں اور ان سے وہ فوائد و برکات حاصل ہوتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہیں۔

نعمتوں کی قدر اور ان پر شکر و حمد کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے اور ان سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے اس لئے اس کو بھی اللہ سے مانگنا چاہئے اور ایک محتاج بندے کی حیثیت سے ہر نعمت کے اتمام کی بھی اس سے استدعا کرنی چاہئے۔

۲۴۰) عَنْ عَائِشَةَ (مَرْفُوْعًا) رَبِّ اَعْطِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا

وَمَوْلَاهَا. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے "رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ ... اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا" (اے میرے رب! میرے نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما اور (اس کی گندگیاں دور فرما کر) اس کو پاکیزہ بنادے تو ہی سب سے اچھا پاکیزہ بنانے والا ہے تو ہی اس کا ولی اور مالک و مولیٰ ہے۔) (مسند احمد)

(۲۴۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ (مَرْفُوْعًا) قُلْ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ." (رواہ الضیاء فی المختارة والطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ ... تَقْنَعُ بِعَطَائِكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں "نفس مطمئنہ" یعنی ایسا نفس جس کو تیری طرف سے اطمینان اور جمعیت کی دولت نصیب ہو اور مرنے کے بعد تیرے حضور میں حاضری کا اس کو کامل یقین ہو اور تیرے فیصلوں پر وہ راضی و مطمئن ہو اور تیری طرف سے جو کچھ ملے وہ اس پر قانع ہو)۔

(الاصول الجامع للمحدث البغوی ملخص)

تشریح: "نفس مطمئنہ" وہی ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں اور یہ وہ نعمت ہے جو خاص ہی خاص بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔

(۲۴۲) عَنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اُعَلِّمُكَ دُعَاءً عَلَّمَنِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ بَلٰی قَالَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِكْرِكَ وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ وَطَاعَةَ رَسُوْلِكَ وَعَمَلًا بِكِتَابِكَ."

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حارث اعور سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ "میں تم کو ایک دعا بتاؤں جو مجھے رسول ﷺ نے بتائی تھی؟ میں نے عرض کیا ضرور بتایئے! آپ نے فرمایا یوں عرض کیا کرو "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ ... وَعَمَلًا بِكِتَابِكَ" (اے اللہ! تو اپنے ذکر کے لئے (یعنی اپنی ہدایت و نصیحت قرآن پاک کے لئے) میرے دل کے کان کھول دے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کی اور اپنی کتاب پاک قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔) (معجم اوسط طبرانی)

(۲۴۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اَخْشَاكَ كَاَنِّیْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰی اَلْقَاكَ وَاَسْعِدْنِیْ بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ ... وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ" (اے اللہ! میرا حال ایسا کر دے کہ تیرے حضور میں حاضر ہونے تک (یعنی مرتے دم تک) تیرے قہر و جلال سے میں ہر وقت اس طرح ترساں و لرزاں رہوں کہ گویا ہر دم تجھے دیکھ رہا ہوں اور اپنے خوف و تقویٰ کی دولت نصیب فرما کر مجھے خوش بخت کر دے اور ایسا نہ ہو کہ تیری

نافرمانی کر کے میں بدبختی میں مبتلا ہو جاؤں۔)

تشریح — غور کیا جائے مندرجہ بالا دعاؤں میں خاص کر اس دعا میں کیسے مختصر الفاظ میں کتنی عظیم نعمتوں کی استدعا کی گئی ہے۔ یہ دعائیں آنحضرت ﷺ کی خاص میراث میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ان کی قدر و قیمت کو سمجھیں۔

(۲۴۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِىْ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدَّمُ دَمْعًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا.» (رواہ ابن عساکر)

ترجمہ — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِىْ ... وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا." (اے اللہ مجھے وہ آنکھیں نصیب فرما جو تیرے عذاب اور غضب کے خوف سے آنسوؤں کی بارش برسا کر دل کو سیراب کر دیں اس گھڑی کے آنے سے پہلے جب بہت سی آنکھیں خون کے آنسو روئیں گی اور بہت سے مجرمین کی ڈاڑھیں انگارہ ہو جائیں گی۔)

تشریح — جن کو اللہ نے حقائق کی معرفت دی ہے ان کے نزدیک وہی آنکھ زندہ اور بینا ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور آنسوؤں کی بارش برسائے ان کے دل اسی بارش سے سیراب ہوتے ہیں اس لئے وہ اللہ سے رونے والی آنکھیں مانگتے ہیں۔

(۲۴۵) عَنِ الْهَيْثَمِ الطَّائِىِّ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَىَّ كُلِّهَا وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ عِنْدِىْ وَاقْطَعْ عَنِّىْ حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِىْ مِنْ عِبَادَتِكَ. (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ — ہیثم بن مالک طائی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ ... مِنْ عِبَادَتِكَ." (اے اللہ! ایسا کر دے کہ کائنات کی ساری چیزوں سے زیادہ مجھے تیری محبت ہو اور ساری چیزوں سے زیادہ مجھے تیرا خوف ہو اور اپنی ملاقات کے شوق کو مجھ پر اتنا طاری کر دے کہ دنیا کی ساری حاجتوں کا احساس اس کی وجہ سے فنا ہو جائے اور جہاں تو بہت سے اہل دنیا کو ان کی مرغوبات دے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے تو میری آنکھیں طاعت و عبادت سے ٹھنڈی کر (یعنی مجھے عبادت کا وہ ذوق و شوق بخش دے کہ اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور پھر مجھے عبادت کی بھرپور توفیق دے۔) (حلیۃ ابی نعیم)

(۲۴۶) عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِىْ يُبَلِّغُنِىْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَىَّ مِنْ نَفْسِىْ وَاَهْلِىْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ" قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ذَكَرَ دَاوٗدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ — حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ

السلام جو دعائیں کرتے تھے ان میں ایک خاص دعا یہ بھی تھی: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ ... وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ" (اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری محبت (یعنی مجھے اپنی محبت عطا فرما) اور اپنے ان بندوں کی محبت بھی مجھے عطا فرما جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور ان اعمال کی بھی محبت مجھے عطا فرما جو تیری محبت کے مقام تک پہنچاتے ہوں۔ اے اللہ ایسا کر دے کہ اپنی جان اور اہل و عیال کی محبت اور ٹھنڈے پانی کی چاہت سے بھی زیادہ مجھے تیری محبت اور چاہت ہو) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو ان کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "وہ بہت ہی زیادہ عبادت گزار بندے تھے۔" (جامع ترمذی)

[illegible] حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا جو ان کے جذبۂ محبت اور عشق الٰہی کی آئینہ دار تھی رسول اللہ ﷺ کو بہت ہی پسند تھی اسی لئے آپ ﷺ نے خاص طور سے صحابہ کرامؓ کو بتائی۔ وصف نبوت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک شرف ہے لیکن اس کے علاوہ بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ خصائص بھی ہوتے ہیں جن میں وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت عبادت حضرت داؤد علیہ السلام کی امتیازی خصوصیت تھی۔

(۲۴۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهِ "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِيْ حُبُّهُ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ". (رواه الترمذی)

[illegible] حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دعا یہ بھی کیا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ ... فِيْمَا تُحِبُّ" (اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اپنے ان بندوں کی محبت عطا فرما جن کی محبت میرے لئے تیرے نزدیک نفع مند ہو۔ اے اللہ! میری چاہت اور رغبت کی جو چیزیں تو نے مجھے عطا فرمائی ہیں ان سے مجھے ان کاموں میں تقویت پہنچا جو تجھے محبوب ہیں اور میری رغبت و چاہت کی جو چیزیں تو نے مجھے عطا نہیں فرمائیں (اور میرے اوقات کو ان سے فارغ رکھا) تو مجھے توفیق دے کہ میں اس فراغ کو ان کاموں میں استعمال کروں جو تجھے محبوب ہیں)۔ (جامع ترمذی)

[illegible] آدمی کو اس کی مرغوبات دے دی جائیں تو اس کا بھی امکان ہے کہ وہ ان میں مست اور منہمک ہو کر خدا سے غافل ہو جائے یا وہ ان کو اس طرح استعمال کرے کہ معاذ اللہ خدا سے اور دور ہو جائے۔ اسی طرح مرغوبات نہ ملنے کی صورت میں بھی امکان ہے کہ وہ دوسری قسم کی خرافات میں اپنا وقت برباد کرے۔ اس لئے بندے کو برابر یہ دعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اگر اس کی مرغوبات عطا فرمائے تو اس کو اس کی بھی توفیق دے کہ وہ مرغوبات کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنائے اور اگر مرغوبات نہ ملیں اور اس کی وجہ سے فرصت و فراغ حاصل ہو تو اس کو توفیق ملے کہ فارغ اور خالی وقت کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات ہی میں لگائے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا اور اس کا ہر جزو بلاشبہ معرفت کا خزانہ ہے۔

(۲۴۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِىْ رُشْدِىْ وَأَعِذْنِىْ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ." (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ دعا تلقین فرمائی "اللّٰهم ألهمني رشدي وأعذني من شر نفسي" (اے اللہ! میرے دل میں وہ ڈال جس میں میرے لئے بھلائی اور بہتری ہو اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچا اور اپنی پناہ میں رکھ۔)
(جامع ترمذی)

(۲۴۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أَكْثَرَ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا كَانَ عِنْدَهَا يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کے پاس ہوتے تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک" (اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت و قائم رکھ)۔ (جامع ترمذی)

تشریح: اس روایت میں آگے حضرت ام سلمہ کا یہ بیان بھی ہے کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ آپ ﷺ اکثر و بیشتر یہ دعا کرتے ہیں؟! (حضرت ام سلمہ کا مطلب غالباً اس سوال سے یہی ہوگا کہ آپ ﷺ تو لغزشوں سے محفوظ ہیں پھر آپ ﷺ یہ دعا کیوں کرتے ہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی کے اختیار میں ہے جس کا دل چاہے سیدھا رکھے اور جس کا چاہے ٹیڑھا کر دے۔ آپ ﷺ کے اس جواب کا مطلب یہ ہوا کہ میرا معاملہ بھی اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اسی لئے مجھے بھی اس سے دعا مانگنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ جس بندے کو اپنے نفس کی اور ساتھ ہی اپنے رب کی معرفت نصیب ہوگی اس کا یہی حال ہوگا اور وہ بھی اپنے کو مامون و محفوظ نہیں سمجھے گا۔ بندوں کے حق میں یہی بلندی اور کمال ہے۔

"قربیاں را بیش بود حیرانی"

(۲۵۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّ فِىْ رِضَاكَ ضُعْفِىْ وَخُذْ إِلَى الْخَيْرِ بِنَاصِيَتِىْ وَاجْعَلِ الْإِسْلَامَ مُنْتَهٰى رِضَائِىْ اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّنِىْ وَإِنِّىْ ذَلِيْلٌ فَأَعِزَّنِىْ وَإِنِّىْ فَقِيْرٌ فَارْزُقْنِىْ." (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللّٰهم إني ضعيف ... وإني فقير فارزقني" (اے میرے اللہ! میں تیرا ایک کمزور بندہ ہوں تو اپنی رضا طلبی کی راہ میں میری کمزوری کو قوت سے بدل دے (تاکہ میں پوری تندہی اور تیز رفتاری سے تیری رضا کے لئے کام کر سکوں) اور میری پیشانی پکڑ کے میرا رخ خیر کی طرف کر دے اور اسلام کو میرا انتہائے رضا بنا دے (یعنی میری انتہائی خوشی یہ ہو کہ میں پورا پورا مسلم ہو جاؤں) اے میرے اللہ! میں ضعیف و ناتواں ہوں

تو میری ناتوانی کو توانائی سے بدل دے اور میں ذلت و پستی کے حال میں ہوں تو مجھے عزت بخش دے اور میں فقیر و نادار ہوں تو مجھے میری ضروریات عطا فرما دے۔)

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (مَرْفُوْعًا) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ ... لَكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِيْ وَفِيْ نَفْسِيْ لَكَ فَذَلِّلْنِيْ وَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِيْ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِيْ." (رواہ البزار فی مکارم الاخلاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا روایت کی ہے: ... (اے میرے پروردگار! مجھے اپنا پیارا بنا لے اور مجھے ایسا کر دے کہ میں اپنے کو تیرے حضور میں ذلیل سمجھوں اور دوسرے بندوں کی نگاہ میں مجھے باعظمت بنا دے اور برے اخلاق سے مجھے بالکل بچا لے اور دور رکھ۔)

کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کا محبت فرمانا عظیم ترین دولت ہے جس کی ہر مومن کو دلی آرزو ہونی چاہئے اس دعا میں سب سے پہلے یہی نعمت مانگی گئی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بندے پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ وہ خود کو تو ذلیل و حقیر سمجھے لیکن اللہ کے بندے اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کا احترام و اکرام کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا پہلے گزر چکی ہے: "..."[1]

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْخَلَّاقُ الْعَظِيْمُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ الْجَوَادُ الْكَرِيْمُ فَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاسْتُرْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَاَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ." تَعَلَّمْهُنَّ وَعَلِّمْهُنَّ عَقِبَكَ مِنْ بَعْدِكَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ دعا تلقین فرمائی: ... (اے میرے اللہ! تو خالق کل اور خلاق عظیم ہے تو سمیع و علیم (سب کچھ سننے والا اور جاننے والا) ہے۔ تو غفور و رحیم (بخشنے والا اور نہایت مہربان) ہے۔ تو مالک عرش عظیم ہے تو نہایت فیاض اور کریم ہے۔ اپنی ان عالی صفات کے صدقے میں تو مجھے بخش دے مجھ پر رحمت فرما مجھے عافیت عطا فرما مجھے رزق نصیب فرما میری پردہ داری فرما میری شکستگی کو جوڑ دے مجھے عزت و رفعت عطا فرما مجھے اپنی راہ پر چلا مجھے گمراہی سے بچا اور اے ارحم الراحمین (مرنے کے بعد آخرت میں) اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخلہ نصیب فرما۔)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا تلقین فرمائی اور مجھ سے ارشاد فرمایا اس کو سیکھ لو اور اپنے بعد والوں کو سکھاؤ۔

---

[1] اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور حقیر بنا دے اور دوسرے لوگوں کی نگاہ میں بڑا کر دے۔ ۱۲

تشریح کس قدر جامع دعا ہے! اس کو نہ سیکھنا اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا بلاشبہ بڑے خسارے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان انمول جواہرات کی قدر نصیب فرمائے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

دعوات استعاذہ

ذخیرہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے جو دعائیں ماثورہ منقول ہیں جو آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کیں یا امت کو ان کی تعلیم و تلقین فرمائی ان میں زیادہ تر وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے کسی دنیوی یا اخروی، روحانی یا جسمانی، انفرادی یا اجتماعی نعمت اور بھلائی کا سوال کیا گیا ہے اور مثبت طور پر کسی حاجت اور ضرورت کے لئے استدعا کی گئی ہے۔ ڈیڑھ سو سے کچھ اوپر جو دعائیں اس سلسلہ میں اب تک درج ہو چکی ہیں وہ سب اسی قبیل کی تھیں۔ ان کے علاوہ بہت سی ایسی دعائیں بھی آپ ﷺ سے مروی ہیں جن میں کسی خیر و نعمت اور کسی مثبت حاجت و ضرورت کے سوال کے بجائے دنیا یا آخرت کے کسی شر سے اور کسی بلا اور آفت سے پناہ مانگی گئی ہے اور حفاظت و بچاؤ کی استدعا کی گئی ہے۔ پھر جس طرح پہلی قسم کی دعاؤں کو مجموعی طور پر سامنے رکھ کر یہ کہنا برحق ہے کہ دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی اور کوئی حاجت و ضرورت ایسی نہیں ہے جس کی دعا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے نہ کی ہو اور امت کو تلقین نہ فرمائی ہو۔ اسی طرح دوسری قسم کی دعاؤں کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا بھی بالکل صحیح ہے کہ دنیا اور آخرت کا کوئی شر، کوئی فساد، کوئی فتنہ اور کوئی بلا اور آفت اس عالم وجود میں ایسی نہیں ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ مانگی ہو اور امت کو اس کی تلقین نہ فرمائی ہو۔ غور کرنے اور سمجھنے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کا نہایت روشن معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعائیں انسانوں کی دنیوی و اخروی، روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی ظاہری اور باطنی، مثبت اور منفی ساری ہی حاجتوں اور ضرورتوں پر حاوی ہیں اور کوئی نئی سے نئی اور وقتی سے وقتی حاجت نہیں بتائی جا سکتی جس کو آپ ﷺ نے بہتر سے بہتر پیرائے میں اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا ہو اور امت کو اس کے مانگنے کا طریقہ نہ سکھایا ہو۔ قرآن مجید میں بھی ان دونوں ہی قسموں کی یعنی مثبت اور منفی دعائیں موجود ہیں اور بالکل آخر کی دو مستقل سورتیں "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" اول سے آخر تک منفی قسم کی دعا یعنی استعاذہ ہی پر مشتمل ہیں اور اسی لئے ان کو "معوذتین" کہا جاتا ہے اور ان ہی پر قرآن مجید ختم ہوا ہے۔

قرآن پاک کے اس طریقے ہی کی پیروی میں یہ مناسب سمجھا گیا کہ جو احادیث ایسی دعاؤں پر مشتمل ہیں جن میں شرور اور فتن اور بلیات سے اور برے اعمال و اخلاق اور ہر قسم کی ناپسندیدہ باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے ان کو آخر میں درج کیا جائے اور ان ہی کو اس سلسلہ کا خاتمہ بنایا جائے۔ اب ذیل میں وہی حدیثیں پڑھیے:

(۲۵۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ

الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ. (رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی پناہ مانگو بلاؤں کی سختی سے اور بدبختی کے لاحق ہونے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کی شماتت سے" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث میں بظاہر تو چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، لیکن فی الحقیقت دنیا اور آخرت کی کوئی برائی اور کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اور کوئی پریشانی ایسی نہیں سوچی جاسکتی جو ان چار عنوانوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ ان میں سب سے پہلی چیز ہے: "جهد البلاء" (کسی بلا کی مشقت اور سختی) بلا ہر اس حالت کا نام ہے جو انسان کے لئے باعث تکلیف اور موجب پریشانی ہو اور جس میں اس کی آزمائش ہو، یہ دنیوی بھی ہو سکتی ہے اور دینی بھی، روحانی بھی ہو سکتی ہے اور جسمانی بھی، انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ الغرض یہ ایک ہی لفظ تمام مصائب و تکالیف اور آفات و بلیات کو حاوی ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز جس سے پناہ مانگنے کی اس حدیث میں تلقین فرمائی گئی ہے، وہ ہے "درك الشقاء" (بدبختی کا لاحق ہونا) اور تیسری چیز ہے: "سوء القضاء" (بری تقدیر) ان دونوں کی جامعیت بھی بالکل ظاہر ہے، جس بندے کو ہر نوع کی بدبختی سے اور بری تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہو گئی بلاشبہ اسے سب کچھ مل گیا۔ آخری چیز جس سے پناہ مانگنے کی اس حدیث میں تلقین فرمائی گئی ہے وہ ہے "شماتة الأعداء" (یعنی کسی مصیبت اور ناکامی پر دشمنوں کا ہنسنا) بلاشبہ دشمنوں کی شماتت اور طعنہ زنی بعض اوقات بڑی روحانی تکلیف و اذیت کا باعث ہوتی ہے اس لئے اس سے خصوصیت کے ساتھ پناہ مانگنے کے لئے فرمایا اگرچہ اس سے پہلے تین جامع عنوانات اس کو بھی حاوی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ان چاروں چیزوں سے پناہ مانگنے کے لئے صحیح اور مناسب الفاظ یہ ہوں گے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ."

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بلا کی سختی سے اور بدبختی لاحق ہونے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کے ہنسنے اور ان کی طعنہ زنی سے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ." (رواه البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے تھے "اللهم انی اعوذ بك من الهم ... وغلبة الرجال" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے اور کم ہمتی اور کاہلی و بزدلی سے اور بخیلی و کنجوسی اور قرضہ کے بار سے اور لوگوں کے دباؤ سے)۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس دعا میں جن آٹھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے ان میں سے چار (فکر و غم، قرضہ کا

بار اور حق القیمین کا غلبہ) ایسی چیزیں ہیں جو حساس و صاحب شعور آدمی کے لئے زندگی کے لطف سے محرومی اور سخت روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہیں اور اس کی قوت کار اور صلاحیتوں کو معطل کر کے رکھ دیتی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ دنیا اور آخرت کی بہت سی کامیابیوں اور سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور باقی چار (کم ہمتی، کاہلی، کنجوسی اور بزدلی) ایسی کمزوریاں ہیں جن کی وجہ سے آدمی وہ جرأت مندانہ اقدامات اور محنت و قربانی والے وہ اعمال نہیں کر سکتا جن کے بغیر نہ دنیا میں کامرانی حاصل کی جا سکتی ہے اور نہ آخرت میں فوز و فلاح اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ ان سب چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے اور اپنے عمل سے امت کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

(۲۵۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاىَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِىْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِىْ وَبَيْنَ خَطَايَاىَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ." (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے: "اللهم اني اعوذبك من الكسل ... باعدت بين المشرق والمغرب" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی، کاہلی سے اور انتہائی بڑھاپے سے (جو آدمی کو بالکل ہی ازکار رفتہ کر دے) اور قرضہ کے بوجھ سے اور ہر گناہ سے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور فتنہ قبر سے اور عذاب قبر سے اور دولت و ثروت کے فتنہ کے شر سے اور مفلسی و محتاجی کے فتنہ کے شر سے اور فتنہ دجال کے شر سے۔ اے میرے اللہ! میرے گناہوں کے اثرات دھو دے اولے اور برف کے پانی سے اور میرے دل کو (گندے اعمال و اخلاق کی گندگیوں سے) اس طرح پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور میری اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان کر دی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: اس دعا میں علاوہ اور چیزوں کے "ہرم" یعنی بڑھاپے سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ عمر کی اس حد تک درازی کہ ہوش و حواس صحیح سالم رہیں (اور آخرت کی کمائی کا سلسلہ جاری رہے) اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، لیکن ایسا بڑھاپا جو بالکل ہی ازکار رفتہ کر دے جس کو قرآن پاک میں "ارذل العمر" فرمایا گیا ہے۔ ایسی ہی چیز ہے جس سے اللہ کی پناہ مانگی جائے "ہرم" بڑھاپے کا وہی درجہ ہے۔

اس دعا میں "عذاب نار" کے ساتھ "فتنہ نار" سے اور "عذاب قبر" کے ساتھ "فتنہ قبر" سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ عذاب نار سے مراد بظاہر دوزخ کا وہ عذاب ہے جو ان دوزخیوں کو ہو گا جو کفر و شرک جیسے سنگین جرائم کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اسی طرح عذاب قبر سے مراد بظاہر قبر کا وہ عذاب ہے جو ای

طرح کے بڑے مجرموں کو قبر میں ہوگا۔ لیکن جو ان سے کمتر درجہ کے مجرم ہیں ان کو اگرچہ دوزخیوں کی طرح دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اور قبر میں بھی ان پر درجۂ اول کے ان مجرموں والا وہ سخت عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا لیکن دوزخ اور قبر کی کچھ تکلیفوں سے ان لوگوں کو بھی گزرنا پڑے گا اور بس یہی سزا ان کے لئے کافی ہوگی۔ اس عاجز کے نزدیک "فتنۂ نار" اور "عذاب قبر" کے ساتھ اس "فتنۂ نار" اور "فتنۂ قبر" سے بھی پناہ چاہی اور اپنے عمل سے ہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔

دجال کا فتنہ بھی ان عظیم ترین فتنوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ ﷺ بکثرت پناہ مانگتے تھے اور اہل ایمان کو اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دجال اکبر کے فتنہ سے (جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے) اور ہر دجالی فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھے اور مرتے دم تک ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

اس دعا میں دولت مندی کے فتنہ سے اور اس کے ساتھ فقر و محتاجی کے فتنہ سے بھی اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ دولت و ثروت بذات خود کوئی بری چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اگر اس کا حق ادا کرنے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی توفیق ملے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت ہی سے وہ مقام پیدا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا کہ: "عثمان اس کے بعد جیسا بھی عمل کریں ان پر کوئی عتاب نہ ہوگا اور ان سے کوئی بازپرس نہ ہوگی (ما على عثمان ما عمل بعد هذه[1])" اسی طرح فقر کے ساتھ اگر صبر و قناعت نصیب ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی کی زندگی پسند فرمائی اور فقر اور اہل فقر کے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ لیکن اگر بدقسمتی سے دولت مندی و خوش حالی تکبر و غرور پیدا کرے اور مال و دولت کے صحیح استعمال کی توفیق نہ ملے تو پھر وہ قارونیت ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسی طرح اگر فقر و محتاجی کے ساتھ صبر و قناعت نہ ہو اور اس کی وجہ سے آدمی ناشکری کرنے لگے تو وہ فقر اک ایک عذاب ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کاد الفقر ان یکون کفرا" (محتاجی اور مفلسی آدمی کو کفر تک بھی پہنچا سکتی ہے)۔ اس دعا میں غنا اور فقر (دولت مندی اور ناداری) کے جس شر و فتنہ سے پناہ مانگی گئی ہے وہ یہی ہے اور وہ اسی کی چیز ہے کہ اس سے بار بار پناہ مانگی جائے۔

اس دعا کے آخر میں گناہوں کے اثرات دھونے کی اور دل کی صفائی کی اور گناہوں سے بہت دور کئے جانے کی جو دعا کی گئی ہے وہ اگرچہ بظاہر مثبت دعاؤں میں سے ہے لیکن غور کیا جائے تو وہ بھی ایک طرح کی سلبی دعا ہے اور گویا استعاذہ ہی ہے۔

(۲۵۶) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِىْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا" (رواه مسلم)

[1] رواہ الترمذی۔ ۱۲

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ ... وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں عجز سے اور سستی و کاہلی اور بزدلی سے اور بخیلی و کنجوسی سے اور انتہائی درجہ کے بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے۔ اے میرے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما دے اور اس کا تزکیہ فرما کے اس کو مصفّٰی بنا دے تو ہی سب سے اچھا تزکیہ فرمانے والا ہے، تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع مند نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس (ہوسناک) نفس سے جس کی سیری نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔) (صحیح مسلم)

تشریح: علم غیر نافع، قلب غیر خاشع اور ہوسناک نفس جس کی ہوسناکی ختم ہی نہ ہو اور وہ دعا جس کی اللہ کے ہاں سماعت نہ ہو۔ ان چاروں چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ علم نافع عطا فرمائے، قلب کو خشوع کی صفت مرحمت فرمائے، نفس کو ہوسناکی سے پاک فرما کر اس کو قناعت سے آراستہ فرمائے اور دعاؤں کو قبولیت سے نوازے۔

۲۵۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ ... وَجَمِيعِ سَخَطِكَ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمتوں کے زائل ہو جانے سے اور تیری بخشی ہوئی عافیت کے چلے جانے سے اور تیرے عذاب کے ناگہانی آ جانے سے اور تیری ہر قسم کی ناراضی اور ناخوشی سے) (صحیح مسلم)

تشریح: رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے بلکہ اس سلسلہ کی ساری ہی دعاؤں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبوت و رسالت بلکہ مقام محبوبیت پر بھی فائز ہونے کے باوجود قضاء و قدر کے فیصلوں سے آپ ﷺ کتنے لرزاں و ترساں رہتے تھے اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم اور اس کی حفاظت و پناہ کا کتنا محتاج سمجھتے تھے۔ صحیح ہے۔

"قربان تجش بود حیرانی"

۲۵۸) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ." (رواہ ابو داؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ شقاق یعنی آپس کے سخت اختلاف اور نفاق سے اور برے اخلاق سے)۔ (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: "شقاق" اس شدید اختلاف کو کہتے ہیں جس کے نتیجہ میں فریقین ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو جائیں اور ان کی راہیں الگ الگ ہو جائیں۔ نفاق کے معنی ہیں ظاہر و باطن کا فرق، یہ اعتقادی نفاق کے

علاوہ عملی زندگی میں منافقانہ رویہ کو بھی شامل ہے' یہ تمام چیزیں جن سے اس دعا میں اللہ کی پناہ چاہی گئی ہے (یعنی خلاف، شقاق' نفاق اور برے اخلاق) آدمی کے دین کو بھی اس کی دنیا کو بھی برباد کر دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اگرچہ معصوم اور قطعاً محفوظ تھے لیکن اس کے باوجود ان مہلکات کی ہلاکت خیزی ہی کی وجہ سے ان سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ان چیزوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی اتنی فکر کریں جتنی ایک مومن کو ہونی چاہئے اور ہمیشہ ان سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔

(۲۵۹) **عَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ عَلِّمْنِي تَعَوُّذًا أَتَعَوَّذُ بِهِ فَأَخَذَ بِكَفِّي وَقَالَ قُلْ "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي."** (رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی)

شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی تعوذ تعلیم فرما دیجئے (یعنی کوئی ایسی دعا بتا دیجئے) جس کے ذریعہ میں اللہ سے پناہ و حفاظت طلب کیا کروں؟ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں تھام کر فرمایا کہو اللهم انی اعوذبک من شر سمعی ... الخ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے کانوں کے شر سے' اپنی نگاہ کے شر سے اور اپنی زبان کے شر سے اور اپنے قلب کے شر سے اور اپنے مادۂ شہوت کے شر سے)۔ [illegible]

سمع و بصر اور زبان و قلب اور اسی طرح جنسی خواہش کا شر یہ ہے کہ یہ چیزیں احکام خداوندی کے خلاف استعمال ہوں' جس کا انجام اللہ کا غضب اور اس کا عذاب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اس کی پناہ مانگی جائے' جو اگر بچائے گا تو بندہ بچ سکے گا ورنہ مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

(۲۶۰) **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ."** (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے اللهم انی اعوذبک من الجوع ... بئست البطانة (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک اور فاقہ سے' وہ برا تکلیف دہ رفیق خواب ہے اور خیانت کے جرم سے' وہ بہت بری ہمراز ہے)۔

جب آدمی کو بھوک اور فاقہ کی تکلیف ہو تو نیند نہیں آتی' بس اسی احساس کے ساتھ کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ اسی لحاظ سے بھوک کو ضجیع (یعنی بستر کا ساتھی) کہا گیا ہے۔ اور خیانت ہمیشہ چوری چھپے ہی کی جاتی ہے اور اس کا راز بس خیانت کرنے والے ہی کو معلوم ہوتا ہے' اس لئے خیانت کو بطانة (ہمراز) کہا گیا ہے۔

بھوک اور خیانت جیسی چیزوں سے رسول اللہ ﷺ کا پناہ مانگنا کمال عبدیت کا وہ آخری اور انتہائی مقام ہے

جو بلاشبہ آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز ہے اور اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔

(۲۶۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ." (رواہ ابو داؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ ... وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، برص، جذام اور پاگل پن سے اور سب خراب بیماریوں سے) (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: برص، جذام، جنون اور اس طرح کی وہ سب بیماریاں جن کی وجہ سے لوگ مریض سے نفرت اور گھن کریں اور جن کی وجہ سے آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگے۔ بلاشبہ ان سے ہر آدمی کو پناہ مانگنی چاہئے، مسکین بھی اور معمولی قسم کی بیماریاں بعض پہلوؤں سے یقیناً خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔

(۲۶۲) عَنْ أَبِى الْيَسَرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ "اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّىْ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ يَتَخَبَّطَنِىَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أَمُوْتَ فِىْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أَمُوْتَ لَدِيْغًا." (رواہ ابو داؤد والنسائی)

ترجمہ: ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ ... وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أَمُوْتَ لَدِيْغًا." (اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں {اپنے اوپر کسی عمارت وغیرہ کے} ڈھے جانے سے اور {کسی بلندی کے اوپر} گر پڑنے سے اور {دریا وغیرہ میں} ڈوب جانے سے اور آگ میں جل جانے سے اور انتہائی بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت شیطان مجھے وسوسوں میں مبتلا کر دے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں میدان جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مروں اور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مجھے موت آجائے)۔ (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر جانا اور اسی طرح کسی بلندی سے نیچے گر کر، یا دریا وغیرہ میں ڈوب کے، یا آگ میں جل کر یا کسی زہریلے جانور سانپ وغیرہ کے ڈسنے سے ختم ہو جانا، یہ سب صورتیں مفاجاتی اور ناگہانی موت کی ہیں۔ علاوہ اس کے کہ انسانی روح موت کی ان سب صورتوں سے فطری طور پر بہت زیادہ گھبراتی ہے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں مرنے والے کو موت کی تیاری، تجدید ایمان اور توبہ و استغفار وغیرہ کا موقع نہیں ملتا (جو موت کی دوسری عام شکلوں میں عموماً مل جاتا ہے) اس لئے ایک مؤمن کو موت کی ان سب ناگہانی صورتوں سے پناہ ہی مانگنا چاہئے۔ اسی طرح اس سے بھی پناہ مانگنا چاہئے کہ میدان جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے موت آئے، اللہ کی نگاہ میں یہ نہایت سنگین جرم ہے، علی ہذا اس سے بھی پناہ مانگتے رہنا چاہئے کہ موت کے وقت شیطان وسوسہ اندازی کے ذریعہ ہم کو گڑبڑا سکے اور گمراہ

کر سکے۔ خاتمہ ہی کے اچھے یا برے ہونے پر مدار اور دار و مدار ہے۔

موت کی جن ناگہانی صورتوں سے اس دعا میں پناہ مانگی گئی ہے دوسری حدیثوں میں اس قسم کے حوادث سے مرنے والوں کو شہادت کی بشارت سنائی گئی ہے اور ان کو شہید قرار دیا گیا۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے۔ اپنی بشری کمزوری کے لحاظ سے موت کی ان سب صورتوں سے ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے لیکن جب تقدیر الٰہی سے کسی بندے کو اس طرح سے موت آ جائے تو ہم اہل ایمان کو اس کی رحمت پر نگاہ رکھتے ہوئے توقع رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس ناگہانی موت ہی کی وجہ سے اسکو "اور اسی شہادت" کا مقام عطا فرمائیگا۔ اور اگر عقائد و اعمال کے حساب سے کچھ بھی گنجائش ہوگی تو یقیناً رب کریم کی طرف سے ایسا ہی ہوگا۔ "إنه غفور رحيم"

(۲۶۳) عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ۔" (رواه الترمذي)

(ترجمہ) قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے "اللهم إني أعوذبك من منكرات الأخلاق والأعمال والأهواء۔" (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے اخلاق برے اعمال اور بری خواہشات سے) (جامع ترمذی)

(۲۶۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔" (رواه مسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے "اللهم إني أعوذبك من شر ما عملت ومن شر ما لم أعمل۔" (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان اعمال کے شر سے جو میں نے کئے ہیں اور ان اعمال کے شر سے جو میں نے نہیں کئے۔) (صحیح مسلم)

(تشریح) — کسی برے عمل کا سرزد ہو جانا اور اسی طرح کسی اچھے عمل کا فوت ہو جانا دونوں ایسی چیزیں ہیں جن کے شر سے ہم جیسے عامی بھی پناہ مانگتے ہیں لیکن عارفین اچھے سے اچھے عمل کرنے اور برے اور گندے اعمال سے دامن بچانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمارے اندر اس کی وجہ سے عجب و غرور اور نیکی و پاکدامنی کا پندار نہ پیدا ہو جائے (جو اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے) اس لئے وہ اپنے اچھے اعمال کے شر اور برے اعمال کے ترک کے شر سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ سچ ہے "حسنات الأبرار سيئات المقربين"

بیماری اور برے اثرات سے تحفظ کے لئے استعاذہ

(۲۶۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ "اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔" وَيَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يُعَوِّذُ اِسْحٰقَ وَاِسْمٰعِيْلَ۔ (رواه الترمذي و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنے دونوں نواسوں) حضرت حسن و حسین پر دم کیا کرتے تھے (یہ کلمات پڑھ کے دم فرماتے تھے) "أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ" (میں تم کو اللہ کے پورے پورے کلموں کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان کے اثر سے اور ڈسنے والے ہر زہریلے کیڑے سے اور لگنے والی ہر نظر بد سے)۔

(رواہ البخاری)

تشریح: یہ کلمات پڑھ کر بچوں پر دم کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔ بلاشبہ بڑے بابرکت ہیں یہ کلمات۔

۳۶۶) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ اَنَّهُ شَكَى اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ مُنْذُ اَسْلَمَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ"۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی تکلیف عرض کی کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں جسم کے فلاں حصہ میں درد رہتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس جگہ درد ہے اس جگہ اپنا ہاتھ رکھو اور تین دفعہ بسم اللہ پڑھ کر سات دفعہ کہو: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" (میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کاملہ کی پناہ چاہتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو مجھے لاحق ہے اور تو اس سے بھی جس کا مجھے خطرہ ہے۔)

تشریح: ہر جسمانی تکلیف کے لئے یہ عمل اور تعوذ رسول اللہ ﷺ کا خاص عطیہ ہے اور بہت مجرب ہے۔

استغفار و توبہ

دعا ہی کی ایک خاص قسم استغفار ہے' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا۔ اور توبہ گویا اس کے لوازم میں سے ہے' بلکہ یہ دونوں ہی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہو جائے اس کے برے انجام کے خوف کے ساتھ اس پر اسے دلی رنج و ندامت ہو' اور آئندہ کیلئے اس سے بچے رہنے اور دور رہنے کا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اسکی رضا جوئی کا وہ عزم اور فیصلہ کرے۔

ظاہر ہے کہ جب یہ توبہ والی کیفیت نصیب ہو گی تو جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ سے ان کی معافی اور بخشش کی استدعا بھی ضرور کرے گا' تاکہ ان کی سزا اور برے انجام سے بچ سکے۔ اور اسی طرح جب سزا اور عذاب کے خوف سے معافی اور بخشش مانگے گا تو اس کو گناہ پر رنج و افسوس اور آئندہ کے لئے اس کے پاس نہ جانے کا عزم بھی ضرور ہو گا۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

توبہ و استغفار کی حقیقت اس مثال سے اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ کوئی آدمی مثلاً غصہ کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھالے' اور جب وہ زہر اندر پہنچ کر اپنا عمل شروع کرے اور آنتیں کٹنے لگیں اور وہ ناقابل برداشت تکلیف اور بے چینی ہونے لگے جو زہر کے نتیجہ میں ہوتی ہے' اور موت سامنے کھڑی نظر آئے تو اس کو اپنی اس احمقانہ حرکت پر رنج و افسوس ہو اور اس وقت وہ چاہے کہ کسی بھی قیمت پر اس کی جان بچ جائے' اور جو دوا حکیم یا ڈاکٹر اسے بتائیں دوا سے استعمال کرے اور اگر قے کرنے کے لئے کہیں تو قے لانے کے لئے بھی ہر تدبیر اختیار کرے۔ یقیناً اس وقت وہ پوری صدق دلی کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا۔

بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ کبھی کبھی صاحب ایمان بندہ غفلت کی حالت میں اغواء شیطانی یا خود اپنے نفس امارہ کے تقاضے سے گناہ کر بیٹھتا ہے' لیکن جب اللہ کی توفیق سے اس کا ایمانی حاسہ بیدار ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ میں نے اپنے مالک و مولیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ کی رحمت و عنایت اور اس کی رضا کے بجائے میں اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہو گیا اور اگر میں اسی حالت میں مر گیا تو قبر میں اور اس کے بعد حشر میں مجھ پر کیا گزرے گی اور وہاں اپنے مالک کو کیا منہ دکھاؤں گا اور آخرت کا عذاب کیسے برداشت کر سکوں گا۔ الغرض جب توفیق الٰہی سے اس کے اندر یہ فکر و احساس پیدا ہوتا ہے تو وہ یہ یقین و عقیدہ رکھتے ہوئے کہ میرا مالک و مولیٰ بڑا رحیم و کریم ہے' معافی مانگنے پر بڑے سے بڑے گناہوں' قصوروں کو وہ بڑی خوشی سے معاف فرما دیتا ہے' وہ اس سے معافی اور بخشش کی استدعا کرتا ہے اور اسی کو گناہ کے زہر کا علاج سمجھتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ وہ آئندہ کے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ اب کبھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کروں گا اور کبھی اس گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ بس بندے کے اسی عمل کا نام استغفار اور توبہ ہے۔

توبہ و استغفار، بلند ترین مقام

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مقبولین، مقربین کے مقامات میں سب سے بلند مقام عبدیت اور بندگی کا ہے اور دعا چونکہ عبدیت اور بندگی کا سب سے اعلیٰ مظہر ہے بلکہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق وہی «الدعاء مخ العبادۃ» (یعنی بندگی اور عبادت کا مغز اور جوہر ہے) اسلئے انسانی اعمال واحوال میں سب سے اکرم واشرف دعا ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اپنے موقع پر درج ہوچکا ہے «لیس شیء اکرم علی اللہ من الدعاء» (اللہ کے یہاں کوئی چیز دعا سے زیادہ عزیز اور قیمتی نہیں ہے۔)

اور استغفار و توبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری اور تقصیر کے احساس کی وجہ سے انتہائی ندامت اور احساس پستی کی حالت میں ہوتا ہے اور گناہوں گندگی کی وجہ سے مالک کو منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا اور اپنے کو مجرم اور خطاوار سمجھ کر معافی اور بخشش مانگتا اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہے اس لئے بندگی اور تذلل اور گنہگاری و قصورواری کے احساس کی جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت میں ہوتی ہے وہ کسی دوسری دعا کے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہوسکتی اس بناء پر استغفار و توبہ دراصل اعلیٰ درجہ کی عبادت اور قرب الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے اور توبہ و استغفار کرنے والے بندوں کے لئے صرف معافی اور بخشش ہی کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت و محبت اور اس کے پیار کی بشارت سنائی گئی ہے۔

وہ حدیثیں آگے آ رہی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ خود رسول اللہ ﷺ ہر وقت توبہ و استغفار کرتے تھے۔ اوپر کی سطروں میں توبہ و استغفار کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا اس کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کے اس کثرت استغفار کی وجہ آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے۔

دراصل یہ خیال بہت ہی عامیانہ اور غلط ہے کہ استغفار و توبہ عاصیوں اور گنہگاروں ہی کا کام ہے اور انہی کو اس کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بالکل ادا نہ ہوسکا اس لئے وہ برابر توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اپنے ہر عمل کو حتیٰ کہ اپنی نمازوں تک کو قابل استغفار سمجھتے ہیں۔

اس سلسلہ کی تیسری جلد "کتاب الصلوٰۃ" میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ کہتے تھے "استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ" (یعنی اے اللہ میں تجھ سے بخشش و معافی چاہتا ہوں) نماز کے بعد آپ ﷺ کا یہ استغفار اسی بنیاد پر ہوتا تھا کہ آپ ﷺ محسوس کرتے تھے کہ نماز کا حق ادا نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

بہرحال توبہ و استغفار عاصیوں اور گنہگاروں کے لئے مغفرت و رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لئے درجات قرب و محبوبیت میں بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم و یقین اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اس تمہید کے بعد استغفار و توبہ سے متعلق احادیث پڑھئے۔ اور سب سے پہلے وہ احادیث پڑھئے جن میں توبہ و استغفار کے باب میں خود رسول اللہ ﷺ کا معمول ذکر کیا گیا ہے۔

توبہ و استغفار کے باب میں رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ

۲۶۷) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "وَاللهِ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلال و جبروت کے بارے میں جس بندے کو جس درجہ کا شعور و احساس ہوگا وہ اسی درجہ میں اپنے آپ کو ادائے حقوقِ عبودیت میں قصوروار سمجھے گا اور رسول اللہ ﷺ کو چونکہ یہ چیز بدرجۂ کمال حاصل تھی اس لئے آپ ﷺ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ عبودیت کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ ﷺ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار فرماتے تھے۔ اور اس کا اظہار فرما کر دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔

۲۶۸) عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللهِ فَاِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو اللہ کے حضور میں توبہ کرو میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

تشریح: پہلی حدیث میں "اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" (ستر دفعہ) دراصل صرف کثرت کے بیان کے لئے ہیں اور قدیم عربی زبان کا یہ عام محاورہ ہے ورنہ حضور ﷺ کے استغفار و توبہ کی تعداد واقعتاً اس سے بہت زیادہ ہوتی تھی۔ جیسا کہ آگے درج ہونے والی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۶۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّا كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِى الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِىْ وَتُبْ عَلَىَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ. (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ ﷺ سو سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے "رَبِّ اغْفِرْلِىْ وَتُبْ عَلَىَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ" (اے میرے رب مجھے معاف کر دے، بخش دے اور میری توبہ قبول فرما کر مجھ پر عنایت فرما بے شک تو بہت ہی عنایت فرمانے اور بہت ہی بخشنے والا ہے۔)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطور

وردو وظیفہ کے استغفار و توبہ کا یہ کلمہ ایک نشست میں سو دفعہ پڑھتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے، ہم لوگ بھی حاضر رہتے، بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور آپ ﷺ اسی درمیان میں بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کلمات کے ساتھ استغفار و توبہ بھی کرتے رہتے اور ہم اپنے طور پر اس کو شمار کرتے رہتے تو معلوم ہوتا کہ ایک نشست میں آپ ﷺ نے سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کیا۔ واللہ اعلم

(۲۷۰) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَإِذَا أَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا". (رواه ابن ماجه والبيهقي في الدعوات الكبير)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے "اللّٰهم اجعلني من الذين اذا احسنوا استبشروا واذا اساءوا استغفروا" (اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے کر دے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور ان سے جب کوئی غلطی اور برائی سرزد ہو جائے تو تیرے حضور میں استغفار کریں)۔ (سنن ابن ماجہ، دعوات کبیر بیہقی)

تشریح: کسی بندے کو ان اچھے اعمال کی توفیق ملنا جن کے صلہ میں جنت اور رضائے الٰہی کا وعدہ ہے اس بات کی علامت اور نشانی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہے اسلئے اس کا حق ہے اور اس کو چاہئے کہ وہ اعمال حسنہ کی اس توفیق پر خوش ہو اور شکر ادا کرے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت و عنایت پر اس کے بندوں کو خوش ہونا چاہئے۔

اسی طرح جب کسی بندے سے کوئی چھوٹی بڑی معصیت یا لغزش ہو جائے تو اسے اس کا رنج اور فکر ہونا چاہئے اور فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہئے۔ جس بندے کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوں وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود اپنے لئے دعا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ دونوں باتیں نصیب فرمائے۔

گناہوں کی سیاہی اور توبہ واستغفار سے اس کا ازالہ

(۲۷۱) عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِىْ قَلْبِهٖ فَإِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ". (رواه احمد والترمذي وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی اور بخشش کی التجاء واستدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ واستغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی

وہ زنگ اور سیاہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تشریح — قرآن مجید میں ایک موقع پر بدانجام کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ اور سیاہی آگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے صرف کافروں ہی کے دل سیاہ نہیں ہوتے بلکہ مسلمان بھی جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں بھی گناہ کی نحوست سے ظلمت پیدا ہوتی ہے، لیکن اگر وہ سچے دل سے توبہ و استغفار کرلے تو یہ سیاہی اور ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور دل حسب سابق صاف اور نورانی ہو جاتا ہے، لیکن اگر گناہ کے بعد توبہ و استغفار کرے بلکہ معصیت و نافرمانی ہی کے راستہ پر آگے بڑھتا رہے تو پھر یہ ظلمت برابر بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتی ہے، اور کسی مسلمان کے لئے بلاشبہ یہ انتہائی بدبختی کی بات ہے کہ گناہوں کی ظلمت اس کے دل پر چھا جائے اور اس کے قلب میں اندھیرا ہی اندھیرا ہو جائے۔ اعاذنا اللہ منہ

۲۷۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.

(رواه الترمذي وابن ماجه والدارمي)

ترجمہ — حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی خطاکار ہے (کوئی نہیں ہے جس سے کبھی کوئی خطا اور لغزش نہ ہو) اور خطاکاروں میں وہ بہت اچھے ہیں جو (خطا و قصور کے بعد) مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

۲۷۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.

(رواه ابن ماجه والبيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرلینے والا گنہگار بندہ بالکل اس بندے کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ، شعب الایمان للبیہقی)

تشریح — مطلب یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد گناہ کا کوئی اثر اور داغ دھبہ باقی نہیں رہتا اور بعض روایات میں ہے کہ آدمی گناہوں سے توبہ کے بعد ایسا بے گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت بے گناہ تھا (كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ) اور وہ احادیث ان شاء اللہ آگے درج ہوں گی جن سے معلوم ہوگا کہ توبہ کا نتیجہ صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ گناہ معاف ہو جائیں اور معصیات کی ظلمت اور سیاہی کے داغ دھبے مٹا دیئے جائیں بلکہ تائب بندہ اللہ کا محبوب اور پیارا بن جاتا ہے اور اس کی توبہ سے اس کو بے حد خوشی ہوتی ہے۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّوَّابِينَ

مغفرت کے ظہور کے لئے گناہوں کی ضرورت

(۲۷) عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّهُ قَالَ حِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے ایک بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور تم سے اب تک چھپائی تھی (اب جبکہ میرا آخری وقت ہے وہ میں تم کو بتاتا ہوں اور وہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں) میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اگر بالفرض تم سب (ملائکہ کی طرح) بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو تو اللہ اور مخلوق پیدا کرے گا جن سے گناہ بھی سرزد ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے گا (اور اس طرح اس کی شان غفاریت کا ظہور ہوگا۔) (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ گناہ مطلوب ہیں اور وہ گناہگاروں کو پسند فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعہ گناہوں اور گناہگاروں کی ہمت افزائی فرمائی ہے بڑی جاہلانہ غلط فہمی ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہوں سے بچایا جائے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دی جائے۔ دراصل حدیث کا منشا اور مدعا اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کو ظاہر کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کی جائے اور صفت رزاقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس کو رزق کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرمائے۔ علیٰ ہذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس میں ہدایت لینے کی صلاحیت ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ہدایت ملے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق ہو جس سے گناہ بھی سرزد ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے اور گناہوں کی معافی اور بخشش چاہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرمائے۔ اس لئے ناگزیر ہے اور ازل سے طے ہے کہ اس دنیا میں گناہ کرنے والے بھی ہوں گے ان میں سے جن کو توفیق ملے گی وہ استغفار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ بھی فرمائے گا اور اس طرح اس کی صفت مغفرت اور شان غفاریت کا ظہور ہوگا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا اپنی زندگی میں اس خیال سے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ کم فہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے خاص لوگوں سے اظہار فرما کر امانت گویا ان کے سپرد کر دی۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

بار بار گناہ اور بار بار استغفار کرنے والے

(٢٧٥) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهٗ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَاشَاءَ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ کے کسی بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا' مجھے معاف فرمادے! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکا رہا اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرمادے' تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ و قصور معاف بھی کر سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے' میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے مالک و مولیٰ! مجھ سے گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرمادے اور میرا گناہ بخش دے! تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے' میں نے اپنے بندے کو بخش دیا' اب جو اس کا جی چاہے کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بار بار گناہ اور بار بار استغفار کرنے والے جس بندے کا واقعہ بیان فرمایا ہے' بعض شارحین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ ہی کا کوئی امتی ہو اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی کا امتی ہو' لیکن اس عاجز کے نزدیک زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ کسی خاص اور معین واقعہ کا بیان نہیں ہے' بلکہ ایک کردار کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہوں گے جن کا حال اور کردار یہی ہے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان کے باوجود ان سے گناہ ہو جاتا ہے' اور پھر وہ نادم و پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی ان سے بار بار گناہ سرزد ہوتے ہیں' اور وہ ہر بار سچے دل سے استغفار کرتے ہیں' ایسے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی کریمانہ معاملہ ہے جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

آخری دفعہ کے استغفار اور اس پر معافی کے اعلان کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

(یعنی میں نے اپنے بندے کو بخشش دیاب اس کا جو جی چاہے کرے) اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اب اس کو گناہوں کی بھی اجازت دیدی گئی ہے بلکہ ان الفاظ میں بندے کے مالک و مولیٰ کی طرف سے صرف اس لطف و کرم کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ اے بندے تو جتنی بار بھی گناہ کر کے اس طرح استغفار کرتا رہے گا میں تجھے معافی دیتا رہوں گا اور تو اپنے اس صادق و مؤمنانہ استغفار کی وجہ سے گناہوں کے زہر سے ہلاک نہ ہو گا بلکہ یہ استغفار ہمیشہ تریاق کا کام کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو بندگی کا کچھ ذوق نصیب فرمایا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مؤمن بندے کے ضمیر پر ایسے کریمانہ اعلان کا کیا اثر پڑے گا اور اس کے دل میں مالک کی کامل وفاداری اور فرمانبرداری کا کیسا جذبہ ابھرے گا۔

اس حدیث کی صحیح مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث کا یہ پورا مضمون اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ اس روایت کی بناء پر یہ "حدیث قدسی" ہے۔

(۲۷۶) عَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِى الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ (گناہ کر کے) استغفار کرے (یعنی سچے دل سے اللہ سے معافی مانگے) وہ اگر دن میں ستر دفعہ بھی پھر وہی گناہ کرے تو (اللہ کے نزدیک) وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح: گناہ پر اصرار (یعنی بے فکری اور بے خوفی کے ساتھ گناہ کرتے رہنا اور اس پر دائم و قائم رہنا) بڑی بدبختی اور بہت برے انجام کی نشانی ہے اور ایسا عادی مجرم گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہیں ہے۔ اس حدیث میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر بندہ گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یعنی معافی مانگے تو پھر بار بار گناہ کرنے کے باوجود وہ "اصرار کرنے والوں" میں سے نہیں ہے۔ مگر ملحوظ رہے کہ استغفار صرف زبان سے نکلنے والے الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ دل کی ایک طلب ہے زبان اس کی صرف ترجمانی کرتی ہے اگر استغفار اور معافی طلبی دل سے ہو تو بلاشبہ ستر دفعہ بلکہ ستر ہزار دفعہ گناہ کرنے کے بعد بھی آدمی رحمت الٰہی کا مستحق ہے اور گناہ پر اصرار کرنے والے مجرموں میں سے نہیں ہے۔

کس وقت تک کی توبہ قابل قبول ہے

(۲۷۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ.

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تشریح: موت کے وقت جب بندے کی روح جسم سے نکلنے لگتی ہے تو حلق کی نالی میں ایک قسم کی آواز

پیدا ہو جاتی ہے' جسے عربی میں "غرغرہ" اور اردو میں "[illegible]" کہتے ہیں۔ اس کے بعد زندگی کی کوئی آس اور اُمید نہیں رہتی' یہ موت کی قطعی اور آخری علامت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ غرغرہ کی اس کیفیت کے شروع ہونے سے پہلے پہلے بندہ اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ غرغرہ کی کیفیت شروع ہونے کے بعد آدمی کا رابطہ اور تعلق اس دنیا سے کٹ کر دوسرے عالم سے جڑ جاتا ہے' اس لئے اس وقت اگر کوئی کافر اور منکر ایمان لائے یا کوئی نافرمان بندہ گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ ایمان اور توبہ اسی وقت تک کی معتبر اور قابل قبول ہے جب تک زندگی کی آس اور اُمید ہو' اور موت آنکھوں کے سامنے نہ آگئی ہو۔ قرآن پاک میں بھی صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ. (النساء ۴: ۱۸)

ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برابر گناہ کرتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو تو کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے مضمون کا ماخذ بظاہر یہی آیت ہے اور اس کا پیغام یہی ہے کہ:

بندے کو چاہئے کہ توبہ کے معاملہ میں ٹال مٹول نہ کرے' معلوم نہیں کس وقت موت کی گھڑی آجائے اور خدانخواستہ توبہ کا وقت ہی نہ ملے۔

مرنے والوں کیلئے سب سے بڑا تحفہ استغفار

۲۷۸) عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيْقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ پکار رہا ہو۔ وہ بیچارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں یا باپ یا بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعائے رحمت و مغفرت کا تحفہ پہنچے' جب کسی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز و محبوب ہوتا ہے۔ اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اتنا عظیم ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جاسکتی ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص ہدیہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

۲۷۹) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي

الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ؟ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ. (رواه احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی مرد صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجہ اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

تشریح اس حدیث میں اولاد کی دعا سے درجہ میں ترقی کا ذکر صرف تمثیلاً کیا گیا ہے ورنہ دوسرے اہل ایمان کی دعائیں بھی اسی طرح نفع مند ہوتی ہیں۔ زندگی میں جس طرح سب سے بڑا حق اولاد پر والدین کا ہے اور ان کی خدمت و اطاعت فرائض میں سے ہے اسی طرح مرنے کے بعد اولاد پر والدین کا خاص حق ہے کہ ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ مرنے کے بعد ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا یہی خاص راستہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں حدیثوں کا مقصد صرف ایک حقیقت کی اطلاع دینا ہی نہیں ہے بلکہ ایک بلیغ انداز میں اولاد اور دوسرے اقارب و متعلقین کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ مرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے رہیں۔ ان کے یہ تحفے قبروں میں اور جنت تک مرحومین کو پہنچتے رہیں گے۔

راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کو اس کا مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے کہ کسی کی دعاؤں سے کسی بندے کو اس عالم میں کیا ملا اور اس کے حال اور درجہ میں کیسی ترقی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا یقین نصیب فرمائے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

عام مومنین کے لئے استغفار

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ "آپ اپنے لئے اور عام مومنین و مومنات کے لئے استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی استدعا کیا کریں (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ) یہی حکم ہم امتیوں کے لئے بھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی ترغیب دی اور بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اس سلسلہ کی دو حدیثیں ذیل میں پڑھئے:

۲۸۰) **عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةٌ.** (رواه الطبرانی فی الکبیر)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا اس کے لئے ہر مومن مرد و عورت کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔ (معجم کبیر طبرانی)

تشریح کسی صاحب ایمان بندے یا بندی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ بہت بڑا احسان اور اس کی بہت بڑی خدمت ہے اس لئے جب کسی بندے نے عام اہل ایمان

(مؤمنین و مؤمنات) کے لئے استغفار کیا اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا کی تو فی الحقیقت اس نے اولین و آخرین زندہ اور مردہ سب ہی اہل ایمان کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کی اس لئے ہر ایک کے حساب میں اس کی یہ نیکی لکھی جائے گی۔ سبحان اللہ! ہمارے لئے لاتعداد نیکیوں کے کمانے کا کیسا راستہ کھولا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ جمیع مؤمنین و مؤمنات کے لئے دعائے مغفرت کے بہترین الفاظ وہ ہیں جو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۝

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور تمام ہی ایمان والوں کی مغفرت فرمادے قیامت کے دن۔

(۳۸۱) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ (رواه الطبرانى فى الكبير)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو بندہ عام مؤمنین و مؤمنات کیلئے (ہر روز ۲۷ دفعہ) اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا وہ اللہ کے ان مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔ (معجم کبیر طبرانی)

تشریح: اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت و خیر خواہی اور ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ ایک حدیث میں ہے:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ. (کنز العمال)

سب مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اس لئے لوگوں میں اللہ کو زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائیں۔

پھر جس طرح مخلوق کے لئے کھانے کپڑے کے قسم کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنا اور ان کو راحت و آرام پہنچانا وغیرہ اس دنیا میں ان کی خدمت اور نفع رسانی کی صورتیں ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بھی اخروی زندگی کے لحاظ سے ان کی بہت بڑی خدمت اور ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہے اور اس کی قدر و قیمت آخرت میں اس وقت معلوم ہوگی جب یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ کسی کے استغفار نے کسی کو کیا دلوایا اور کتنا نفع پہنچایا۔ پس جو مخلص بندے اخلاص اور دل کی گہرائی سے ایمان والے بندوں اور بندیوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور دن رات میں بار بار کرتے ہیں (جس کا کورس اس حدیث میں ۲۷ بتایا گیا ہے) وہ تمام مؤمنین و مؤمنات کے خاص الخاص محسن اور گویا آخرت کے لحاظ سے "محسن خدمت" ہیں اور اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایسے مقرب اور مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی دعائیں سنی جاتی ہیں اور ان کی دعاؤں کی برکت سے دنیا والوں

کو اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔

لیکن یہ بات یہاں قابل لحاظ ہے کہ اس دنیا میں تو ہر انسان بلکہ ہر جاندار کی خدمت اور اس کو ضروری درجہ کا آرام پہنچانے کی کوشش نیکی اور کارِ ثواب ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے: "فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبٍ صَدَقَةٌ" لیکن اللہ سے مغفرت اور جنت کی دعا صرف اہل ایمان ہی کے لئے کی جا سکتی ہے۔ کفر و شرک والے جب تک اس سے توبہ نہ کریں مغفرت اور جنت کے قابل نہیں ہیں اس لئے ان کے واسطے مغفرت اور جنت کی دعا بھی نہیں کی جا سکتی۔ ہاں ان کے واسطے ہدایت اور توبہ کی توفیق کی دعا کرنی چاہئے، جس کے بعد ان کے لئے مغفرت اور جنت کا دروازہ کھل سکے۔ ان کے حق میں یہی دعا کرنا ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی اور خیر خواہی ہے۔

توبہ واستغفار سے بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت بے حد وسیع ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر بڑے سے بڑا گناہ معاف فرما دیتا ہے، اور بڑے سے بڑے پاپیوں اور گناہگاروں کو بخش دیتا ہے۔ اگرچہ اس میں قہر و جلال کی صفت بھی ہے اور یہ صفت بھی اس کی شانِ عالی کے مطابق بدرجہ کمال ہے، لیکن وہ انہی مجرموں کیلئے ہے جو جرائم اور گناہ کرنے کے بعد بھی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع نہ ہوں اور اس سے معافی اور مغفرت نہ مانگیں بلکہ اپنے مجرمانہ رویہ ہی پر قائم رہیں اور اسی حال میں دنیا سے چلے جائیں۔ مندرجہ ذیل حدیثوں کا یہی مدعا اور یہی پیغام ہے۔

سو آدمیوں کا قاتل جس کو توبہ سے بخش دیا گیا

۲۸۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ وَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللهَ تَعَالَى فَاعْبُدِ اللهَ تَعَالَى مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللهِ وَقَالَتْ مَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوا فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ. (رواه البخاري و مسلم واللفظ له)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلے کسی امت میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ کے ننانوے بندے قتل کئے تھے (ایک وقت اس کے دل میں

اس کو اپنے آغوش میں لے لے گی اگرچہ اس توبہ و انابت کے بعد وہ فوراً ہی اس دنیا سے اٹھا لیا جائے اور اسے کوئی نیک عمل کرنے کا موقع بھی نہ ملے اور اس کا اعمال نامہ اعمالِ صالحہ سے بالکل خالی ہو۔

اس حدیث کے مضمون پر ایک علمی اور اصولی اشکال بھی کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "ناحق قتل" ان گناہوں میں سے ہے جن کا تعلق صرف اللہ ہی سے نہیں بلکہ حقوق العباد سے بھی ہے جس مجرم اور قاتل نے کسی بندے کو ناحق قتل کیا اس نے اللہ کی نافرمانی کے علاوہ اس مقتول بندے پر اور اس کے بیوی بچوں پر بھی ظلم کیا اور مسلّمہ اصول یہ ہے کہ اس طرح کے مظالم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کے لئے مظلوم بندوں سے معاملہ صاف کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے اور صحیح جواب دیا ہے کہ بے شک اصول اور قانون یہی ہے لیکن مظلوموں کے حق کی ادائیگی اور ان سے معاملہ صاف کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان پر ظلم کرنے والے اور پھر اس ظلم سے سچی اور گہری توبہ کرنے والے بندوں کی طرف سے ان کے مظلوموں کو اپنے خزانۂ رحمت سے دے کر راضی کر دے۔ اس حدیث میں سو خون کرنے والے جس تائب بندے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ یہی کرے گا اور اس کی طرف سے اس کے مقتولوں اور سب مظلوموں کو اپنے خزانۂ رحمت سے اتنا دے دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ اور یہ سو خون کرنے والا تائب بندہ اللہ کی رحمت سے سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔

مشرکوں اور کافروں کیلئے بھی منشورِ رحمت

۲۸۳) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ "يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○" فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ أَشْرَكَ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَمَنْ أَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت کے مقابلہ میں ساری دنیا (اور اس کی نعمتوں) کا لینا بھی پسند نہیں: "یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ○" (اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کر کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے کو تباہ کر لیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے) ایک شخص نے عرض کیا حضرت! جن لوگوں نے شرک کیا ہے کیا ان کے لئے بھی یہی ارشاد ہے؟ آپ نے پہلے تو کچھ سکوت کیا پھر تین دفعہ فرمایا "الا ومن اشرک" سن لو مشرکوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے، سن لو مشرکوں کے لئے بھی یہی ارشاد ہے ہاں! مشرکوں کے لئے بھی میرے مالک کا یہی ارشاد ہے۔ (مسند احمد)

تشریح — اس حدیث میں جس آیت کا حوالہ ہے، یہ سورۂ زمر کی آیت ہے۔ بلاشبہ اس میں ہر قسم کے گنہگاروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ خود ان کا مالک و پروردگار ان ہی کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم بھی میری رحمت سے ناامید نہ ہو۔ آگے اس کا تکملہ یہ ہے:

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اور رجوع کرو اپنے پروردگار کی طرف قبل اس کے کہ تم عذاب میں گرفتار ہو جاؤ اور پھر کوئی تمہاری مدد اور حمایت نہ کر سکے اور جو بہترین ہدایت تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کی پیروی اختیار کرو اس وقت کے آنے سے پہلے جب اچانک خدا کا عذاب نازل ہو کر تم کو اپنی گرفت میں لے لے اور تمہیں پہلے سے پتہ بھی نہ ہو گا۔

اس تکملہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر قسم اور ہر درجہ کے مجرموں اور گنہگاروں کے لئے اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے کسی کے لئے بھی دروازہ بند نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ عذاب یا موت کے آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور نافرمانی کی راہ چھوڑ کر ہدایت ربانی کی فرمانبرداری اختیار کر لیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ "رحمت خداوندی" کا جو "مژدۂ مغفرت" سب کے لئے ہے کافر اور مشرک بھی اس کے مخاطب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ چونکہ خود رحمۃ للعالمین تھے اس لئے آپ ﷺ کو اس "مژدۂ رحمت" سے بے حد خوشی تھی اور فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت کے نزول کی اتنی خوشی ہے کہ اگر ساری دنیا مجھے دیدی جائے تو اتنی خوشی مجھے نہ ہو گی۔

توبہ واستغفار کے خاص کلمات

توبہ اور استغفار کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس سے ناظرین نے سمجھ لیا ہو گا کہ اس میں اصل اہمیت اور بنیادی حیثیت معنی اور مقصد اور دل کی کیفیت کی ہے۔ بندہ جس زبان میں اور جن مناسب الفاظ میں توبہ و استغفار کرے وہ اگر سچے دل سے ہے تو اللہ کے نزدیک حقیقی توبہ و استغفار ہے اور قابل قبول ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے توبہ و استغفار کے بعض کلمات بھی تلقین فرمائے ہیں اور ان کی خاص فضیلت اور برکت بیان فرمائی ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھئے:

(۲۸۶) عَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ؓ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ. (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

---

[1] یہ زید آنحضرت ﷺ کے مشہور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ نہیں ہیں، بلکہ یہ دوسرے صحابی ہیں، ان کا نام بھی زید ہے اور ان کے والد کا نام بولا بتایا گیا ہے، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، آپ ﷺ نے ان کو بھی آزاد فرما دیا تھا۔ ۱۲

رسول اللہ ﷺ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے) نقل کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کیا:

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

میں اس اللہ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں جو حی و قیوم ہے اور اسکے حضور میں توبہ کرتا ہوں

تو وہ بندہ ضرور بخشش دیا جائے گا اگرچہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح جان بچانے کے لئے میدان جہاد سے بھاگنا بدترین کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ لیکن اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اس بدترین اور سخت ترین گناہ کا مرتکب بھی ان الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار اور توبہ کرے گا تو وہ بھی بخشش دیا جائے گا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس طرح کی بات رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحی والہام کے بغیر نہیں فرما سکتے اس لئے سمجھنا چاہئے کہ گنہگاروں کے لئے معافی اور مغفرت کی درخواست کے یہ الفاظ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے ہیں اور ان الفاظ کے ساتھ درخواست کرنے والوں کیلئے بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی اور مغفرت کا حتمی وعدہ بلکہ فیصلہ فرمادیا گیا ہے۔ قربان اس رحمت کے۔ لیکن یہ بات پھر بھی ملحوظ رہے کہ استغفار صرف الفاظ کا نام نہیں ہے اللہ کے نزدیک حقیقی استغفار وہی ہے جو دل سے ہو۔

سید الاستغفار

مندرجہ ذیل حدیث سے استغفار کے ایک کلمہ کو رسول اللہ ﷺ نے "سید الاستغفار" بتایا ہے اور اس کی غیر معمولی فضیلت بیان فرمائی ہے اور بلاشبہ اپنے مضمون و مفہوم کے لحاظ سے بھی وہ ایسا ہی کلمہ ہے۔

(۲۸۵) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِىَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (رواه البخاری)

ترجمہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سید الاستغفار" (یعنی سب سے اعلیٰ استغفار) یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

اے اللہ! تو ہی میرا رب (یعنی مالک مولا) ہے تیرے سوا کوئی مالک معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا

اور وجود بخشا میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک بھی عاجز و ناتواں سے ہو سکے گا تیرے ساتھ کئے ہوئے (ایمانی) عہد و میثاق اور (اطاعت و فرمانبرداری کے) وعدے پر قائم رہوں گا۔ تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے، میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانیاں کیں اور گناہ کئے۔ اے میرے مالک و مولا! تو مجھے معاف فرما دے اور میرے گناہ بخش دے تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ جس بندے نے اخلاص اور دل کے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصے میں اللہ کے حضور میں یہ عرض کیا (یعنی ان کلمات کے ساتھ استغفار کیا) اور اسی دن رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آ گئی تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا اور اسی طرح اگر کسی نے رات کے کسی حصے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہی عرض کیا اور صبح ہونے سے پہلے اسی رات میں وہ چل بسا تو بلاشبہ وہ جنت میں جائے گا۔ (صحیح بخاری)

تشریح: اس استغفار کی اس غیر معمولی فضیلت کا راز بظاہر یہی ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں عبدیت کی روح بھری ہوئی ہے۔ سب سے پہلے عرض کیا گیا ہے:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے وجود بخشا ہے اور میں بس تیرا بندہ ہوں۔

اس کے بعد عرض کیا گیا ہے کہ:

وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ

یعنی میں نے ایمان اور تیری عبادت و اطاعت کا جو عہد و میثاق اور وعدہ کیا ہے جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا اس پر قائم رہنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بندے کی طرف سے اپنی کمزوری کے اعتراف کے ساتھ ایمانی عہد و میثاق کی تجدید ہے۔ اس کے آگے عرض کیا گیا ہے

أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

مجھ سے جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں اور آئندہ ہوں ان کے برے نتیجہ سے اے میرے مالک و رب میں تیری پناہ کا طالب ہوں۔

اس میں اعتراف قصور کے ساتھ اللہ کی پناہ بھی چاہی گئی ہے۔ اس کے بعد عرض کیا گیا ہے:

أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي

میں تیرے انعامات و احسانات کا اور اپنی گناہگاریوں اور خطاکاریوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

آخر میں عرض کیا گیا ہے:

فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ

میرے مالک و مولا! تو اپنے رحم و کرم سے میرے جرائم میرے گناہ بخش دے کیونکہ جرموں اور گناہوں کو بخشنے والا بس تو ہی ہے۔

حق یہ ہے کہ جس صاحب ایمان بندے کو وہ معرفت و بصیرت نصیب ہو جس کے ذریعے وہ اپنی اور اپنے اعمال کی حقیقت کو سمجھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کے حقوق کو بھی کچھ جانتا ہو تو وہ خود کو صرف قصوروار اور گناہگار اور خیر اور بھلائی کے معاملہ میں بالکل مفلس اور تہی مایہ محسوس کرے گا اور پھر اس کے دل کی آواز اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی التجا یہی ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کے تعلیم فرمائے ہوئے اس استغفار میں محسوس ہوتی ہے۔ اس کو "سید الاستغفار" اسی خصوصیت کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پہنچ جانے کے بعد آپ ﷺ پر ایمان رکھنے والے ہر امتی کو چاہئے کہ وہ اس کا اہتمام کرے کہ ہر دن اور رات میں کم از کم ایک دفعہ ضرور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ استغفار کر لیا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ہمارے استاذ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی پر اب سے ۵۴ سال پہلے دارالعلوم دیوبند میں ان ہی سے مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی۔ جب سبق میں یہ حدیث آئی تو حضرت مولانا نے پوری جماعت کو حکم دیا کہ یہ "سید الاستغفار" سب یاد کر لیں کل میں سب سے سنوں گا۔ چنانچہ اگلے دن قریب قریب سب طلباء سے سنا اور وصیت فرمائی کہ دن رات میں کم از کم ایک دفعہ اس کو ضرور پڑھ لیا کرو۔

(۲۸۶) عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَإِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ وَخَطَايَايَ وَعَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ." (رواه البخاري و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بارگاہ خداوندی میں اس طرح عرض کیا کرتے تھے "اللهم اغفرلي خطيئتي" تا "وكل ذلك عندي" (اے اللہ! میری خطا میرے قصور معاف کر دے اور (علم و معرفت کے تقاضے کے خلاف) جو نادانی کا کام میں نے کیا ہو اس کو معاف فرما دے اور اپنے جس معاملہ میں بھی میں نے تیرے حکم اور تیری رضا کی حد سے تجاوز کیا ہو اس کو بخش دے۔ اے میرے اللہ! میرے وہ گناہ بھی معاف فرما دے جو ہنسی مذاق میں مجھ سے سرزد ہو گئے ہوں اور وہ بھی معاف کر دے جو میں نے سوچ سمجھ کے اور سنجیدگی سے کئے ہوں۔ میرے مالک! میری وہ خطائیں بھی معاف کر دے جو بلا ارادہ مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں اور وہ بھی معاف فرما دے جو میں نے جان بوجھ کے ارادے سے کی ہوں۔ اور (اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ) یہ سب طرح کی خطائیں میں نے کی ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح ..... اللہ اکبر! سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ جو یقیناً معصوم تھے ان کے احساسات اپنے بارے میں یہ تھے اور وہ اپنے کو سر تا سر خطاکار اور قصوروار سمجھتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں اس طرح استغفار کرتے

تھے۔ حق یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت ہوگی وہ اتنا ہی زیادہ اپنے کو ادائے حق عبدیت کے بارے میں قصوروار سمجھے گا۔ [illegible]

رسول اللہ ﷺ کے اس استغفار کے ایک ایک لفظ میں عبدیت کی روح بھری ہوئی ہے اور ہم امتیوں کے لئے اس میں بڑا سبق ہے۔

حضرت خضرؑ کا استغفار

(۲۸۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَثِيْرًا مَا يَقُوْلُ لَنَا مَعْشَرَ اَصْحَابِىْ مَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُكَفِّرُوْا ذُنُوْبَكُمْ بِكَلِمَاتٍ يَسِيْرَةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هِىَ؟ قَالَ تَقُوْلُوْنَ مَقَالَةَ اَخِى الْخَضِرِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا كَانَ يَقُوْلُ؟ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تُبْتُ اِلَيْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِيْهِ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا اَعْطَيْتُكَ مِنْ نَفْسِىْ ثُمَّ لَمْ اُوْفِ لَكَ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِلنِّعَمِ الَّتِىْ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَىَّ فَتَقَوَّيْتُ بِهَا عَلٰى مَعَاصِيْكَ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ خَيْرٍ اَرَدْتُ بِهٖ وَجْهَكَ فَخَالَطَنِىْ فِيْهِ مَا لَيْسَ لَكَ اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِىْ فَاِنَّكَ بِىْ عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِىْ فَاِنَّكَ عَلَىَّ قَادِرٌ.

(رواہ الدیلمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں سے اکثر فرمایا کرتے تھے اے میرے ساتھیو! تمہارے لئے کیا چیز اس سے مانع ہو سکتی ہے کہ چند آسان کلموں کے ذریعے اپنے گناہوں کی صفائی کر لیا کرو؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون سے کلمے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہا کرو جو میرے بھائی خضر کہا کرتے تھے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا کہا کرتے تھے؟ فرمایا وہ کہا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تُبْتُ اِلَيْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِيْهِ ... اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِىْ فَاِنَّكَ بِىْ عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِىْ فَاِنَّكَ عَلَىَّ قَادِرٌ" (اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں ان گناہوں کی جن سے میں نے تیرے حضور میں توبہ کی ہو {اور شامتِ نفس سے} پھر پلٹ کر وہی گناہ دوبارہ کئے ہوں اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں اس عہد کے بارے میں جو میں نے اپنی ذات کی طرف سے تجھ سے کیا ہو اور پھر میں نے اس کو وفا نہ کیا ہو {بلکہ عہد شکنی کی ہو} اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں ان نعمتوں کے بارے میں جن سے طاقت و قوت حاصل کر کے میں نے تیری نافرمانیاں کی ہوں اور تجھ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں ہر اس نیکی کے بارے میں جو میں نے تیری رضا جوئی کی نیت سے کرنی چاہی ہو پھر اس میں تیرے ماسوا دوسرے اغراض کی آمیزش ہو گئی ہو۔ اے میرے اللہ! مجھے {دوسروں کے سامنے} رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو مجھے خوب جانتا ہے {تجھ سے میرا کوئی راز ڈھکا چھپا نہیں ہے} اور {میرے گناہوں پر} مجھے عذاب نہ دینا، تجھے مجھ پر ہر طرح قدرت حاصل ہے (اور میں بالکل عاجز اور تیرے قبضہ و اختیار میں ہوں)۔ (مسند فردوس دیلمی)

تشریح: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کا بندہ پورے صدق و خلوص کے ساتھ کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے

لیکن پھر اس سے وہی گناہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد و میثاق کرتا ہے اور پھر کسی وقت اس کے خلاف کر بیٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور راحت و آرام وغیرہ کی جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ان کے استعمال سے وہ جو قوت و طاقت یا دولت حاصل کرتا ہے اس کو وہ بجائے طاعت کے معصیت کی راہ میں استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی نیک عمل خالص اللہ کے لئے اور اس کی رضا جوئی کے جذبہ کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے لیکن بعد میں دوسرے غلط جذبات اور ناپسندیدہ اغراض کی اس میں آمیزش ہو جاتی ہے۔ یہ سب روز مرہ کے تجربے اور روز مرہ کی واردات ہیں اور اچھے اچھوں کو پیش آتی ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آخرت کی فکر رکھنے والے بندوں کے دل و زبان کی استدعا کیا ہونی چاہئے؟ مندرجہ بالا استغفار کے کلمات میں اسی کی پوری رہنمائی اور تلقین فرمائی گئی ہے اور یہ کلمات اپنے مضمون کی گہرائی اور جامعیت کے لحاظ سے یقیناً معجزانہ ہیں اسی لئے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا ہے اگرچہ (کنز العمال) میں اس کی تخریج صرف دیلمی سے کی گئی ہے جو محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ "کلمات استغفار" کے زیر عنوان یہاں صرف ان چار ہی حدیثوں پر اکتفا کیا گیا ہے "نماز سے متعلق دعاؤں میں" اور اسی طرح "مخصوص حالات و اوقات کی دعاؤں میں" اور "حضرت علی رضی اللہ عنہ جامع اور ہمہ گیر دعاؤں میں" ان کے علاوہ استغفار کے بیسیوں بلکہ پچاسوں کلمات گزر چکے ہیں۔ اس طرح استغفار کے ان کلمات کی مجموعی تعداد بہت زیادہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے کتب حدیث میں ماثور و منقول ہیں اور بلاشبہ وہ سب ہی بڑے بابرکت ہیں۔

استغفار کی برکات

استغفار کی اصل غرض و غایت اور اس کا موضوع تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو معاف کرانا ہے تاکہ بندہ ان کے عذاب و وبال سے بچ جائے لیکن قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے کہ استغفار بہت سی دنیوی برکات کا بھی باعث بنتا ہے اور بندے کو اس دنیا میں بھی اس کے طفیل بہت کچھ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقین و عمل نصیب فرمائے۔

(۲۸۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ استغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی اور مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنا دے گا۔ اور اس کی ہر فکر اور ہر پریشانی کو دور کر کے کشادگی اور اطمینان عطا فرمائے گا اور اس کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا اس کو خیال و گمان بھی نہ ہوگا۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

ملحوظ رہے کہ یہ وعدہ صرف زبان سے کلمات استغفار پڑھنے پر نہیں ہے بلکہ استغفار کی حقیقت پر ہے جس کی پہلے وضاحت کی جاچکی ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ نصیب فرمائے۔

(۲۸۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِىْ صَحِيْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا.

(رواہ ابن ماجہ والنسائی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خوشی ہو اور مبارک ہو اس بندے کو جو اپنے اعمال نامہ میں بہت زیادہ استغفار پائے (یعنی آخرت میں وہ دیکھے کہ اس کے اعمال نامہ میں استغفار بکثرت درج ہے۔)

واضح رہے کہ اعمال نامہ میں حقیقی استغفار کے طور پر وہی استغفار درج ہوگا جو حقیقت کے لحاظ سے عنداللہ بھی استغفار ہوگا۔ اور جو صرف زبان سے استغفار ہوگا وہ اگر درج ہوگا تو صرف زبانی اور لفظی استغفار کے طور پر درج ہوگا اور اگر اندراج پانے کے قابل نہ ہوگا تو درج ہی نہ ہوگا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ "طوبیٰ لمن استغفر کثیرا" (خوشی اور مبارک ہو اس بندے کو جو اپنے اعمال نامہ میں بہت زیادہ استغفار پائے۔) بلکہ یہ فرمایا کہ "طوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفارا کثیرا" (خوشی اور مبارک ہو اس بندے کو جو اپنے اعمال نامہ میں بہت زیادہ استغفار پائے) امت کی مشہور عارفہ حضرت رابعہ عدویہ قدس سرہا سے منقول ہے وہ فرماتی تھیں کہ ہمارا استغفار خود اس قابل ہوتا ہے کہ اللہ کی حضور میں اس سے بہت زیادہ استغفار کیا جائے۔

اس حدیث میں "طوبیٰ" کا لفظ بہت ہی جامع ہے دنیا اور آخرت اور جنت کی ساری ہی مسرتیں اور نعمتیں اس میں شامل ہیں۔ بلاشبہ جس بندے کو حقیقی استغفار نصیب ہو اور خوب کثرت سے نصیب ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے اور اس کو سب ہی کچھ نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔

استغفار پوری امت کیلئے امان

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں استغفار کی جن برکات کا ذکر کیا گیا وہ انفرادی تھیں۔ یعنی وہ استغفار کرنے والے انفرادی کو حاصل ہوں گی۔ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوگا کہ ان انفرادی برکات کے علاوہ استغفار کرنے والوں کے استغفار کی ایک بہت بڑی اور عمومی برکت یہ ہے کہ وہ پوری امت کے لئے عذاب عام سے امان ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سے قیامت تک امت گویا اسی کے سایہ میں ہے۔

(۲۹۰) عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَىَّ اَمَانَيْنِ لِاُمَّتِىْ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" فَاِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيْهِمُ الْاِسْتِغْفَارَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں مجھ پر نازل فرمائیں (سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا) "وما کان اللہ لیعذبھم الآیۃ" (یعنی

اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ تم ان کے درمیان موجود ہو اور ان پر عذاب نازل کر دے اور اللہ انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں گے اور معافی و مغفرت مانگتے ہوں گے) آپ نے فرمایا پھر جب میں گزر جاؤں گا تو قیامت تک کے لئے تمہارے درمیان استغفار کو (بطور امان) چھوڑ جاؤں گا۔ (رواہ الترمذی)

سورۂ انفال کی آیت ۳۳ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ جس کا اس حدیث میں رسول اللہ نے حوالہ دیا ہے اس کا مدعا اور منشاء یہ ہے کہ ایک تو خود آپ کی ذات اور آپ کا وجود امت کے لئے عذاب سے امان ہے، جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر عذاب عام نازل نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسری چیز جو ان کے لئے وسیلۂ امان ہے وہ خود ان کا استغفار ہے۔ جب تک یہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت مانگتے رہیں گے اور استغفار کرتے رہیں گے عذاب عام سے ہلاک نہیں کئے جائیں گے۔ گویا ایک امان خود آپ کا وجود تھا جس سے امت آپ کی وفات کے بعد محروم ہو گئی۔ دوسری امان خود امت کو آپ ہی کے ذریعہ ملا ہے اور وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور امت اپنی بد اعمالیوں کے باوجود عذاب عام سے آج تک محفوظ ہے، یہ استغفار کرنے والے بندوں کے استغفار ہی کی برکت ہے۔

توبہ و استغفار سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے

توبہ و استغفار سے متعلق احادیث و روایات کے سلسلہ کو مندرجہ ذیل حدیث پر ختم کیا جاتا ہے جو صحیحین میں بھی متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اور جس میں رسول اللہ نے توبہ کرنے والے گناہگاروں کو وہ بشارت سنائی ہے جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عمل پر بھی نہیں سنائی گئی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کو سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کافی تھی۔ حق یہ ہے کہ اس چند سطری حدیث میں معرفت کا ایک دفتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

۲۹۱) **عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِيْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْمَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِيَ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰى اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَ شَرَابُهُ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ۔** (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو (اثنائے سفر میں) کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اتر گیا ہو جو سامان

حیات سے مایوس اور اسباب ہلاکت سے مجبور ہو اور اس کے ساتھ میں اس کی سواری کی جو اونٹنی ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو پھر وہ (آرام لینے کے لئے) سر رکھ کے لیٹ جائے پھر اسے نیند آجائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی (پورے سامان سمیت) غائب ہے، پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو یہاں تک کہ گرمی اور پیاس وغیرہ کی شدت سے جب اس کی جان پر بن آئے تو وہ سوچنے لگے کہ (میرے لئے اب یہی بہتر ہے) کہ میں اسی جگہ جا کر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، پھر وہ (اسی ارادہ سے وہیں آکر) اپنے بازو پر سر رکھ کے مرنے کے لئے لیٹ جائے، پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا پورا سامان (جوں کا توں محفوظ) ہے تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہو خدا کی قسم مؤمن بندے کے توبہ کرنے سے خدا اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

ذرا تصور کیجئے اس بدو مسافر کا جو اکیلا اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور راستہ بھر کے لئے کھانے پینے کا سامان اسی پر لاد کر دور دراز کے سفر پر گیا ہے راستہ سے جہاں میلوں تک کہیں دانہ پانی ملنے کی امید نہیں، پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں کہیں سایہ دیکھ کر اترا اور آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اونٹنی اپنے سارے سازو سامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بے چارہ گھبرا کر ادھر ادھر اس کی تلاش میں دوڑا بھاگا، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا، اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیابان میں لکھی تھی اور اب مجھ کو یہاں تڑپ تڑپ کے یہیں مرنا ہی میرے لئے مقدر ہے اس لئے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے کے لئے آکے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا، اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر جھپک گئی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹنی اپنے پورے سازو سامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے، ذرا اندازہ کیجئے کہ بھاگی ہوئی اور گم شدہ اونٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کے اس بدو کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لئے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوئی، صادق مصدوق نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ خدا کی قسم بندہ جب جرم و گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آجاتا ہے تو اس رحیم و کریم رب کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس بدو کو اپنی بھاگی ہوئی اونٹنی کے ملنے سے ہوئی۔

قریب قریب یہی مضمون صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت انسؓ کی روایت سے بھی مروی ہے، اور صحیح مسلم میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مضمون مروی ہے بلکہ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ نے اس بدو مسافر کی فرحت و مسرت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اونٹنی کے اس طرح مل جانے سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس بے انتہا عنایت اور بندہ نوازی کے اعتراف کے طور پر وہ کہنا چاہتا تھا کہ ... (خداوندا! تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا

بندہ) لیکن خوشی کی سرمستی میں اس کی زبان بہک گئی اور اس نے کہا "اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ" (میرے اللہ! بس تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا اللہ) آنحضرت ﷺ نے اس کی اس غلطی کی معذرت کرتے ہوئے فرمایا "أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ" (فرطِ مسرت اور بے حد خوشی کی وجہ سے اس بے چارے بدو کی زبان بہک گئی[1])۔

بلاشبہ اس حدیث میں توبہ کرنے والے گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی جو خوشنودی کی بشارت سنائی گئی ہے وہ جنت اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی فائق ہے۔

شیخ ابن القیم نے "مدارج السالکین" میں توبہ و استغفار کے بیان میں اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس خوشنودی کی وضاحت میں ایک عجیب و غریب مضمون لکھا ہے جس کو پڑھ کر ایمانی روح وجد میں آجاتی ہے۔ ذیل میں اس کا صرف حاصل و خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی ساری کائنات میں انسان کو خاص شرف بخشا ہے، دنیا کی ساری چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور اس کو اپنی معرفت اور اطاعت و عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، ساری مخلوقات کو اس کے لئے مسخر کیا اور اپنے فرشتوں تک کو اس کا خادم اور محافظ بنایا، پھر اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر ان ہی میں سے کسی کو اپنا خلیل بنایا اور کسی کو شرف ہم کلامی بخشا اور بہت بڑی تعداد کو اپنی ولایت اور قربِ خصوصی کی دولت سے نوازا اور انسانوں ہی کے لئے دراصل جنت و دوزخ کو بنایا۔ الغرض دنیا و آخرت میں عالمِ خلق و امر میں جو کچھ ہے اور ہو گا اس سب کا اصل مرکز و محور یہی نوعِ انسان ہی ہے، اسی نے امانت کا بوجھ اٹھایا، اسی کے لئے شریعت کا نزول ہوا اور ثواب و عذاب دراصل اسی کے لئے ہے۔ پس اس پورے کارخانۂ عالم میں انسان ہی اصل مقصود ہے، اللہ نے اس کو اپنے خاص دستِ قدرت سے بنایا، اس میں اپنی روح ڈالی، اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا اور ابلیس اس کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں مردود بارگاہ ہوا اور اللہ نے اس کو اپنا دشمن قرار دیا۔ یہ سب اس لئے کہ اس خالق نے انسان ہی میں اس کی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایک زمینی اور مادی مخلوق ہونے کے باوجود اپنے خالق و پروردگار کی (جو وراء الورا اور غیب الغیب ہے) اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرے، ممکن حد تک اس کے اسرار اور اس کی حکمتوں سے آشنا ہو، اس سے محبت اور اس کی اطاعت کرے، اس کے لئے اپنے نفسانی مرغوبات اور اپنی ہر چیز کو قربان کرے، اور اس دنیا میں اس کی خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کرے اور پھر اس کی خاص الخاص عنایتوں اور بے حساب بخششوں کا مستحق ہو کر اس کی رحمت و رافت، اس کے پیار و محبت اور اس کے بے انتہا لطف و کرم کا مورد بنے۔ اور چونکہ وہ رب کریم اپنی ذات سے رحیم ہے اور لطف و کرم اس کی ذاتی صفت ہے (جس طرح بالتشبیہ ماؤں کی ذاتی صفت ہے) اس لئے اپنے وفادار اور نیک کردار بندوں کو انعامات و

---

[1] علماء و فقہاء نے حضور کے اس ارشاد سے سمجھ کر کہ اگر اسی طرح کسی کی زبان بہک جائے اور اس سے کفر کا کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہوگا، فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ ۱۲

کوشش کروں تیرے لئے ہر خیر اور بھلائی چاہوں میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی لئے ہے۔
ان عارف نے یہ سارا ماجرا دیکھا اور اس میں ان کے لئے جو سبق تھا وہ لیا۔"

اس قصہ پر غور کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سامنے رکھئے: "اللہ ارحم بعبادہ من هذه بولدها"[1] (خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے۔)

کیسے بد بخت اور محروم ہیں وہ بندے جنہوں نے نافرمانی کی روش اپنا کے ایسے رحیم و کریم پروردگار کی رحمت سے اپنے کو محروم کر لیا ہے اور اس کے قہر و غضب کو بھڑکا رہے ہیں حالانکہ توبہ کا دروازہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے اور وہ اس کی طرف قدم بڑھا کے اللہ تعالیٰ کا وہ پیار حاصل کر سکتے ہیں جس کے سامنے ماں کا پیار کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

يَا غَفَّارُ اغْفِرْ لِيْ يَا تَوَّابُ تُبْ عَلَيَّ يَا رَحْمٰنُ ارْحَمْنِيْ يَا رَؤُوْفُ ارْؤُفْ بِيْ يَا عَفُوُّ اعْفُ عَنِّيْ يَا رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَطَوِّقْنِيْ حُسْنَ عِبَادَتِكَ.

---

[1] یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ایک عورت تھی جو بڑے والہانہ انداز میں اپنے بچے کو بار بار اٹھا کے سینے سے لگاتی اور دودھ پلاتی تھی دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ ممتا کے جذبہ سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا "خدا کی قسم اللہ کی ذات میں اپنے بندوں کیلئے اس سے زیادہ پیار اور ترحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے۔"

صلوٰۃ و سلام

"صلوٰۃ وسلام" دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ اور اشرف درجہ کی ایک دعا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کے اظہار کے لئے آپ ﷺ کے حق میں کی جاتی ہے اور اس کا حکم ہم بندوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں دیا گیا ہے اور بڑے پیارے اور مؤثر انداز میں دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب ۵۶:۳۳)

اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں (اور یہی آیت کا اصل موضوع اور مدعا ہے) لیکن اس خطاب اور حکم میں خاص اہمیت اور وزن پیدا کرنے کے لئے پہلے بطور تمہید فرمایا گیا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ "یعنی نبی ﷺ پر صلوٰۃ (جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے) خداوند قدوس اور اس کے پاک فرشتوں کا معمول و دستور ہے تم بھی اس کو اپنا معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

حکم اور خطاب کا یہ انداز قرآن پاک میں صرف صلوٰۃ و سلام کے اس حکم ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لئے بھی نہیں کہا گیا کہ خدا اور اس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ بلاشبہ صلوٰۃ و سلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے' اور رسول اللہ ﷺ کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

صلوٰۃ علی النبی کا مطلب اور ایک اشکال کا حل

سورۂ احزاب کی اس آیت میں بہت سے لوگوں کو یہ اشکال محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اللہ اور فرشتوں کی نسبت سے بھی "صلوٰۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے' اور مؤمن بندوں کی نسبت سے بھی وہی لفظ استعمال فرمایا گیا ہے' حالانکہ حقیقت کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک کا عمل دوسرے سے یقیناً مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ کا جو عمل ہوتا ہے (جس کو اس آیت میں فرشتوں کے عمل کے ساتھ جوڑ کر "يُصَلُّونَ" کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے) وہ ہرگز فرشتوں اور مؤمنین کا عمل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ایمان والے بندوں سے جس عمل صلوٰۃ کا مطالبہ "صَلُّوا" کے لفظ سے کیا گیا ہے وہ ہرگز خدا کا فعل نہیں ہو سکتا۔

اس کو حل کرنے کے لئے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ نسبت بدلنے سے صلوٰۃ کے معنی بدل جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے رحمت نازل کرنا' اور جب ملائکہ یا مؤمنین کی طرف نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ سے رحمت کی دعا کرنا۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ تکریم و تشریف' مدح و ثنا' رفع مراتب' محبت و عطوفت' برکت و رحمت' پیار

وقار اور دعائے خیر، ان سب کو صلوٰۃ کا مفہوم حاوی ہے۔ اس لئے اس کی نسبت اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف ایمان والے بندوں کی طرف یکساں طور پر کی جا سکتی ہے۔ البتہ یہ فرق ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی شان عالی کے مطابق ہوگی اور فرشتوں کی طرف سے ان کے مرتبہ کے مطابق اور مومنین کی طرف سے ان کی حیثیت کے مطابق۔

اس بناء پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی ﷺ پر خاص الخاص عنایت و نوازش اور بڑا پیار ہے اور وہ ان کی مدح و ستائش کرتا اور عظمت و شرف کے بلند ترین مقام تک ان کو پہنچانا چاہتا ہے اور فرشتے بھی ان کی تکریم و تعظیم اور مدح و ثنا کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بیش از بیش الطاف و عنایات اور رفع درجات کی دعائیں کرتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ایسا ہی کرو اور آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے خاص الخاص لطف و عنایت رحمت و عطوفت، مراتب اور درجات کی رفعت، پورے عالم کی سیادت و امامت اور مقام محمود و قبولیت شفاعت کی دعا کیا کرو اور آپ ﷺ پر سلام بھیجا کرو۔

صلوٰۃ و سلام کی عظمت و اہمیت

اس آیت میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے ساتھ اہل ایمان کو صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت و عظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ اس میں اہل ایمان کے لئے کس قدر خیر، کتنی رحمت اور کیسی برکات ہیں۔

صلوٰۃ و سلام کے بارے میں فقہاء کے مسالک

امت کے فقہاء اس پر تقریباً متفق ہیں کہ سورۂ احزاب کی اس آیت کی رو سے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ہر فرد امت پر فرض ہے۔ پھر ائمہ امت میں سے امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ خاص کر ہر نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجبات نماز میں سے ہے اگر نہ پڑھی تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔ لیکن امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اکثر دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بے شک واجب ہے جس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ پر سلام بھی آ جاتا ہے لیکن اس کے بعد مستقلاً درود شریف پڑھنا فرض یا واجب نہیں بلکہ ایک اہم اور مبارک سنت ہے جس کے چھوٹ جانے سے نماز میں بڑا نقص رہ جاتا ہے۔ مگر اس اختلاف کے باوجود اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ اس آیت کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہر مسلمان پر اسی طرح فرض عین ہے جس طرح مثلاً آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا جس کے لئے کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے اور اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لے اور پھر اس پر قائم رہے۔

آگے بعض وہ حدیثیں آئیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ جب جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے آپ ﷺ پر لازماً درود بھیجا جائے اور اس میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی آئیں گی۔ ان احادیث

کی بناء پر بہت سے فقہاء اس کے بھی قائل ہیں کہ جب کوئی آپ ﷺ کا ذکر کرے یا کسی دوسرے سے سنے تو اس وقت آپ ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ پھر ایک رائے یہ ہے کہ اگر ایک ہی نشست اور ایک ہی سلسلہ کلام میں بار بار آپ ﷺ کا ذکر آئے تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب ہوگا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ایک دفعہ درود پڑھنا تو واجب ہوگا اور ہر دفعہ پڑھنا مستحب ہوگا اور محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

درود شریف کی امتیازی خاصیت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں پھلوں اور پھولوں کو الگ الگ مزے دیئے ہیں اور ان میں مختلف قسم کی خوشبوئیں رکھی ہیں (ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است) اسی طرح مختلف عبادات اور اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور برکات ہیں۔ درود شریف کی امتیازی خاصیت یہ ہے کہ خلوص دل سے اس کی کثرت اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت، رسول اللہ ﷺ کے روحانی قرب اور آپ ﷺ کی خصوصی شفقت و عنایت حاصل ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہر امتی کا درود و سلام اس کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کے لئے فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔

ذرا غور کریں اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ کے لئے اور آپ کے گھر والوں اور سب متعلقین کے لئے اچھی سے اچھی دعائیں برابر کرتا رہتا ہے اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں مانگتا جتنا آپ کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے تو آپ کے دل میں اس کی کیسی قدر و محبت اور خیر خواہی کا کیسا جذبہ پیدا ہوگا۔ پھر جب کبھی اللہ کا وہ بندہ آپ سے ملے گا اور آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کس طرح اس سے ملیں گے۔ اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ کا جو بندہ ایمان و اخلاص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھے اس پر آپ کی کیسی نظر عنایت ہوگی اور قیامت و آخرت میں اس کے ساتھ آپ کا معاملہ کیا ہوگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس بندے سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا اور اس پر اس کا کیسا کرم ہوگا۔

درود و سلام کا مقصد

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ درود و سلام اگرچہ بظاہر رسول اللہ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصل مقصد اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا مقصد آپ ﷺ کی ذات پاک کو نفع پہنچانا نہیں ہوتا ہماری دعاؤں کی آپ ﷺ کو قطعاً کوئی احتیاج نہیں۔ بادشاہوں کو فقیروں مسکینوں کے تحفوں اور ہدیوں کی کیا ضرورت۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کے ذریعہ اپنی عبدیت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور میں پیش کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا بلکہ وہ خود ہماری

ضرورت ہے اور اس کا نفع ہم ہی کو پہنچتا ہے، اسی طرح رسول اللہ کے محاسن و کمالات، آپ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ کے عظیم احسانات کا یہ حق ہے کہ امتی آپ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کریں، اسی کے لئے درود و سلام کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا مقصد آپ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں ہوتا، بلکہ اپنے ہی نفع کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب آخرت اور اس کے رسول پاک کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے کا اصل مقصد بس یہی ہوتا ہے۔

پھر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمارا درود و سلام کا یہ ہدیہ اپنے رسول پاک تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچواتا ہے اور بہت سوں کا آپ کو قبر مبارک میں براہ راست بھی سنوا دیتا ہے (جیسا کہ آگے درج ہونے والی احادیث سے معلوم ہوگا) نیز ہمارے اس درود و سلام کے حساب میں بھی رسول اللہ پر اپنے الطاف و عنایات اور تکریم و تشریف میں اضافہ فرماتا ہے۔

درود و سلام کی خاص حکمت

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء کی خدمت میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود و سلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں اور ان میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد ہیں۔ جب ان کے بارے میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا کرم ہے رب کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسولوں کا اور خاص کر سید الانبیاء کا دعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

احادیث میں درود و سلام کی ترغیبات اور فضائل و برکات

اس تمہید کے بعد وہ حدیثیں پڑھئے جن میں رسول اللہ پر درود و سلام کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی فضیلت اور برکات کا بیان فرمایا گیا ہے۔

۲۹۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ

صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح — اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ صلوٰۃ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی جو تکریم و تشریف اور آپ ﷺ پر جو خاص الخاص عنایت و نوازش ہوتی ہے اس کو بھی صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عام ایمان والے بندوں کے ساتھ رحمت و کرم کا جو معاملہ ہوتا ہے اس کے لئے بھی صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث میں اس رحمت و عنایت کے لئے بھی جو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا گیا ہے "صلی اللہ علیہ عشرا" (یعنی حضور ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتا ہے) مگر ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ میں اور دوسرے کسی ایمان والے بندے پر اس کی صلوٰۃ میں وہی فرق ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی اور اس بندے کے درجہ میں ہوگا۔

آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر ہم بندوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کی استدعا کریں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کا مقصد و مدعا صرف ایک حقیقت اور واقعہ کی اطلاع دینا نہیں ہے بلکہ اس مبارک عمل (الصلوٰۃ علی النبی) کی ترغیب دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یعنی خصوصی رحمتوں اور عنایتوں کے حاصل کرنے اور خود رسول اللہ ﷺ کے قرب روحانی کی برکات سے بہرہ ور ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ اسی طرح آگے درج ہونے والی حدیثوں کا مقصد و مدعا بھی یہی ہے۔

(۲۹۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ. (رواہ النسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی)

(۲۹۴) عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِيْ صَلٰوةً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَكَتَبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَى عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ. (سنن نسائی)

ترجمہ: ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا جو امتی خلوص دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجتا ہے اور اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ محو فرما دیتا ہے۔ (سنن نسائی)

تشریح — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے والے

کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف دس صلوٰتوں کے بھیجے جانے کا ذکر تھا۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ والی دوسری حدیث میں دس صلوٰتوں کے علاوہ دس درجوں کی بلندی اور دس گناہوں کی معافی کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ اور ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ والی اس تیسری حدیث میں ان سب کے علاوہ اس بندے کے نامۂ اعمال میں مزید دس نیکیوں کے لکھے جانے کی بشارت بھی سنائی گئی۔ اس عاجز کے نزدیک یہ صرف اجمال اور تفصیل کا فرق ہے یعنی دوسری اور تیسری حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ پہلی حدیث کے اجمال کی تفصیل ہے۔ واللہ اعلم۔ تیسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صلہ پانے کے لئے شرط ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ [illegible] سے بھیجی جائے۔

(۲۹۵) عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِیْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَاءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا يُصَلِّیَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (رواه النسائی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے (اس کا سبب بیان کرتے ہوئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج جبرئیل امین آئے اور انھوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا یہ بات تمہیں راضی اور خوش نہیں کر دے گی کہ تمہارا امتی تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر دس صلوٰتیں بھیجوں اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔ (سنن نسائی، سنن دارمی)

تشریح: قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" (اے نبی ﷺ تمہارا رب تم کو اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔) اس وعدہ کا پورا ظہور تو آخرت میں ہوگا لیکن یہ بھی اس کی ایک قسط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اتنا اکرام فرمایا اور محبوبیت کبریٰ کا وہ مقام عالی آپ ﷺ کو عطا فرمایا کہ جو بندہ آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے احترام میں خلوص دل سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اللہ تعالیٰ نے اس پر دس صلوٰتیں اور دس سلام بھیجنے کا دستور اپنے لئے مقرر فرمایا اور جبرئیل امین کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور اس پیارے انداز میں دی "اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ (ﷺ)" (تمہارا رب فرماتا ہے اے محمد (ﷺ) کیا تمہیں ہمارا یہ فیصلہ راضی اور خوش نہیں کر دے گا)۔

اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے تو ان احادیث سے رسول اللہ ﷺ کے مقام محبوبیت کو کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔

(۲۹۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَا لَكَ؟ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ. (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ آبادی سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے اور بہت دیر تک اسی طرح سجدے میں پڑے رہے' یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ آپ ﷺ وفات تو نہیں پاگئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور غور سے دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ نے سر مبارک سجدے سے اٹھایا اور مجھ سے فرمایا کیا بات ہے اور تمہیں کیا فکر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ (آپ کے دیر تک سجدے سے سر نہ اٹھانے کی وجہ سے) مجھے ایسا شبہ ہوا تھا اس لئے میں آپ کو دیکھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ جبرئیل نے آ کر مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بندہ تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ (مسند احمد)

تشریح اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والے کے لئے اللہ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام بھیجے جانے کا ذکر ہے' لیکن دس کا عدد اس روایت میں مذکور نہیں ہے' مگر اس سے پہلی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس دفعہ صلوٰۃ و سلام بھیجے جانے کی بشارت دی تھی۔ پھر یا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ کو بتاتے وقت دس کے عدد کا ذکر ضروری نہیں سمجھا یا بعد کے کسی راوی کے بیان کرنے سے رہ گیا۔

اسی حدیث کی مسند احمد کی ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ "فسجدت لله شكرا" (یعنی میں نے اس بشارت کے شکر میں یہ سجدہ کیا تھا) امام بیہقی نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سجدہ شکر کے ثبوت میں میری نظر میں یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔ واللہ اعلم

۲۹۷) قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے' اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ایک غیر معمولی قسم کے سجدے کا ذکر ہے' اس کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے سجدے سے اٹھ کر مجھے بتایا کہ:

إِنَّ جِبْرَئِيلَ أَتَانِي فَقَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ. (معجم اوسط للطبرانی وسنن سعید بن منصور)

جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو امتی تم پر ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

ان سب حدیثوں کا مقصد و مدعا امتیوں کو یہی بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام کا مستحق اور اس کی بے انتہا عنایتوں اور رحمتوں حاصل کرنے کا ایک کامیاب اور بہترین ذریعہ خلوص قلب سے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ کے صلوٰۃ و سلام کے صلہ میں دس دفعہ صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے' دس درجے بلند فرماتا ہے' نامۂ اعمال میں سے دس گناہ محو کر دیے اور مٹا دیے جاتے ہیں اور دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بندہ رسول اللہ ﷺ پر روزانہ صرف سو دفعہ درود پاک پڑھتا ہے تو ان احادیث کی

بشارت کے مطابق (جو ایک دو نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرامؓ[1] سے صحاح اور سنن و مسانید کی قریباً سب ہی کتابوں میں قابلِ اعتماد سندوں کے ساتھ مروی ہیں) اس پر اللہ تعالیٰ ایک ہزار صلوٰتیں بھیجتا ہے۔ یعنی رحمتیں اور نوازشیں فرماتا ہے اس کے مرتبے میں ایک ہزار درجے ترقی دی جاتی ہے اس کے اعمال نامہ سے ایک ہزار گناہ محو کئے جاتے ہیں اور ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اللہ اکبر۔ کتنا ارزاں اور نفع بخش سودا ہے۔ اور کتنے خاسر اور بے نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس سعادت اور کمائی سے خود کو محروم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

آپ ﷺ کے ذکر کے وقت بھی درود سے غفلت کرنے والوں کی محرومی اور ہلاکت

(۲۹۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے لئے رمضان کا (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و بد اعمالی میں گزار دے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرالے) اور ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ ان کی خدمت کر کے) جنت کا استحقاق حاصل نہ کر لے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں تین قسم کے جن آدمیوں کے لئے ذلت و خواری کی بد دعا ہے ان کا مشترک سنگین جرم یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت اور رحمت و مغفرت حاصل کرنے کے بہترین مواقع فراہم کئے لیکن انہوں نے خدا کی رحمت و مغفرت کو حاصل کرنا ہی نہیں چاہا اور اس سے محروم رہنا ہی اپنے لئے پسند کیا بے شک وہ بد بخت ایسی ہی بد دعا کے مستحق ہیں۔ اور آگے درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہوگا کہ ایسے محروموں کے لئے اللہ کے مقرب ترین فرشتے حضرت جبرئیل امینؑ نے بھی بڑی سخت بد دعا کی ہے اللہ کی پناہ!

(۲۹۹) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُحْضُرُوا فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ قَالَ

---

[1] حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت ابو بردہ بن نیار، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو طلحہ انصاری اور حضرت عمر کی احادیث تو یہاں درج کی جا چکی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت براء بن عازب، سعید بن عمر انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت سے بھی یہ مضمون مختلف کتب حدیث میں مروی ہے۔ گویا یہ مضمون قدر مشترک کے لحاظ سے متواتر ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت اس لحاظ سے یقینی اور قطعی ہے۔ ۱۲

اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَاكُنَّا نَسْمَعُهُ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بُعْدًا مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بُعْدًا مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بُعْدًا مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَا الْجَنَّةَ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ. (رواه الحاكم في المستدرك وقال صحيح الاسناد)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو فرمایا میرے پاس آجاؤ! ہم لوگ حاضر ہو گئے (آپ ﷺ کو جو کچھ ارشاد فرمانا تھا اس کے لئے آپ ﷺ منبر پر جانے لگے) جب منبر کے پہلے درجے پر آپ ﷺ نے قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ پھر جو کچھ آپ ﷺ کو فرمانا تھا جب اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی جو ہم پہلے نہیں سنتے تھے (یعنی منبر کے ہر درجے پر قدم رکھتے وقت آج آپ آمین۔ کہتے تھے یہ نئی بات تھی) آپ نے بتایا کہ "جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبرئیل امینؑ آگئے۔ انہوں نے کہا کہ "بعد من ادرك رمضان فلم يغفر له" (تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان مبارک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو) تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا "بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك" (تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق اور بے نصیب جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی تم پر درود نہ بھیجے) تو میں نے اس پر بھی کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا "بعد من ادرك ابويه الكبر او احدهما فلم يدخلا الجنة" (تباہ و برباد ہو وہ بدبخت آدمی جس کے ماں باپ یا ان دو میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے اور ان کو راضی و خوش کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے) اس پر بھی میں نے کہا آمین۔

تشریح: اس حدیث کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو اس سے پہلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا تھا فرق اتنا ہے کہ اس میں اصل بددعا کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی ہر بددعا پر آمین کہا ہے۔

حضرت جبرئیلؑ کی بددعا اور رسول اللہ ﷺ کے آمین کہنے کا یہی واقعہ الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ انصاری کے علاوہ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت جابر بن سمرہ، مالک بن الحویرث اور عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں روایت کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ بددعا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ آمین کہئے تو آپ آمین کہتے تھے۔ ان سب حدیثوں میں مذکورہ بالا تین قسم کے

محروموں کے لئے رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرئیل کی طرف سے سخت ترین بددعا کے انداز ﷺ میں جس طرح انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے' یہ دراصل ان تینوں کوتاہیوں کے بارے میں سخت ترین انتباہ ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی وجہ سے فرشتوں کی دنیا اور ملاء اعلیٰ میں عظمت و محبوبیت کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جو شخص آپ کے حق کی ادائیگی کے معاملہ میں صرف اتنی کوتاہی اور غفلت کرے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپؐ پر درود نہ بھیجے تو اس کے لئے سارے ملاء اعلیٰ کے امام اور نمائندے حضرت جبرئیل کے دل سے اتنی سخت بددعا نکلتی ہے اور وہ اس پر رسول اللہ ﷺ سے بھی آمین کہلواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ہر تقصیر اور کوتاہی سے محفوظ رکھے' اور آنحضرت ﷺ کی حق شناسی اور حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔

ان ہی احادیث کی بناء پر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی واجب ہے' جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۳۰۰) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اصل بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ (ذرا سی زبان ہلا کے) مجھ پر درود بھی نہ بھیجے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عام طور سے بخیل ایسے آدمی کو سمجھا جاتا ہے جو دولت کے خرچ کرنے میں بخل کرے' لیکن اس سے بھی بڑا بخیل اور بہت بڑا بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ زبان سے درود کے دو کلمے کہنے میں بھی بخل کرے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے امت کے لئے وہ کیا ہے اور امت کو آپ کے ہاتھوں سے وہ دولت ملی ہے کہ اگر ہر امتی اپنی جان بھی آپ ﷺ کے لئے قربان کر دے تو حق ادا نہ ہو سکے گا۔

مرحبا اے پیک مشتاقاں بدہ پیغام دوست
تا کنم جاں از سر رغبت فدائے نام دوست

مسلمانوں کی کوئی نشست ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ سے خالی نہ ہونی چاہئے

(۳۰۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجا (یعنی ان کی وہ مجلس اور نشست ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ سے بالکل خالی رہی) تو قیامت میں یہ ان کے لئے حسرت و خسران کا باعث ہو گی۔

پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمادے اور بخش دے۔

تشریح معلوم ہوا کہ مسلمان کی کوئی نشست اور مجلس ایسی نہ ہونی چاہئے جو اللہ کے ذکر سے اور رسول پاک ﷺ پر درود و سلام سے خالی رہے۔ اگر زندگی میں ایک نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت میں اس پر باز پرس ہوگی۔ اور اس وقت سخت حسرت اور پشیمانی ہوگی پھر چاہے اللہ کی طرف سے معافی مل جائے یا سزا دی جائے۔

یہی مضمون قریب قریب ان ہی الفاظ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو امامہ باہلی اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں مروی ہے۔

درود شریف کی کثرت قیامت میں حضور ﷺ کے خصوصی قرب کا وسیلہ

(۳۰۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْلَى النَّاسِ بِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَىَّ صَلٰوةً. (رواہ الترمذی)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے والا ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح مطلب یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والی زندگی کی بنیادی شرط کے ساتھ میرا جو امتی مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ و سلام بھیجے گا اس کو قیامت میں میرا خصوصی قرب اور خاص تعلق حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت و سعادت حاصل کرنے کی توفیق دے۔

(۳۰۳) عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِىْ. (رواہ احمد)

ترجمہ حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ بھیجے اور ساتھ ہی یہ دعا کرے کہ: "اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (اے اللہ ان کو یعنی اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو قیامت کے دن اپنے قرب کی نشست گاہ (کرسی) عطا فرما) اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

تشریح اس حدیث کو طبرانی نے بھی معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں: "من قال اللهم صل على محمد وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة وجبت له شفاعتى" اس میں صلوٰۃ اور دعا کے پورے الفاظ آگئے ہیں اور بہت مختصر ہیں۔ یوں تو رسول اللہ ﷺ اپنے سب ہی امتیوں کی ان شاء اللہ شفاعت فرمائیں گے لیکن جو اہل ایمان آپ ﷺ پر ان الفاظ میں درود بھیجیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے یہ دعا کریں۔ ان کی شفاعت کا آپ ﷺ اپنے پر خصوصی حق سمجھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی

سفارش اُمید ہے کہ اہتمام سے فرمائیں گے۔

اگر کوئی اپنے مقصد کیلئے دعاؤں کی جگہ بھی درود ہی پڑھے تو اس کے سارے مسائل غیب سے حل ہوں گے

(۳۰۸) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ فَقَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ. (رواہ الترمذی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ پر درود زیادہ بھیجا کروں (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ کی استدعا زیادہ کیا کروں) آپ ﷺ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں؟ (یعنی میں اپنے لئے دعا کرنے میں جو وقت صرف کیا کرتا ہوں اس میں سے کتنا آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں) آپ نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس وقت کا چوتھائی حصہ آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر اور زیادہ کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا تو پھر میں آدھا وقت اس کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو کرو اور اگر اور زیادہ کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا تو پھر میں اس میں سے دو تہائی وقت آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو کرو اور اگر زیادہ کروگے تو تمہارے لئے خیر ہی کا باعث ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر تو میں اپنی دعا کا سارا ہی وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا کروگے تو تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی جائے گی (یعنی تمہارے سارے دینی و دنیاوی مہمات غیب سے انجام پائینگے) اور تمہارے گناہ و قصور معاف کردیئے جائیں گے۔

حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے جتنی تخریج کی ضرورت تھی وہ ترجمہ میں کردی گئی ہے۔ عام طور سے شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں صلوٰۃ دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو اس کے اصل معنی ہیں۔

حضرت ابی بن کعب کثیر الدعوات تھے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ان کے دل میں آیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگتا ہوں اور جتنا وقت اس میں صرف کرتا ہوں اس میں سے کچھ وقت رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ کے واسطے مانگنے کے لئے) مخصوص کردوں۔ اس بارے

میں انہوں نے خود حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کتنا وقت اس کے لئے مخصوص کر دوں۔ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے وقت کی کوئی تحدید و تعیین مناسب نہیں سمجھی بلکہ ان ہی کی رائے پر چھوڑ دیا اور یہ اشارہ فرما دیا کہ اس کے لئے جتنا بھی زیادہ وقت دو گے تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ آخر میں انہوں نے طے کیا کہ میں سارا وقت جس میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے ہی میں یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لئے مانگنے میں صرف کروں گا۔ ان کے اس فیصلہ پر رسول اللہ ﷺ نے بشارت سنائی کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے وہ سارے مسائل و مہمات جن کے لئے تم دعائیں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ سے آپ حل ہوں گے اور تم سے جو گناہ و قصور ہوئے ہوں گے وہ بھی ختم کر دیئے جائیں گے اُن پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

"معارف الحدیث" کی اسی جلد میں تلاوت قرآن مجید کے فضائل کے بیان میں وہ حدیث قدسی گزر چکی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے: "من شغله القرآن عن ذكري ومسألتي أعطيته أفضل ما أعطي السائلين" جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ تلاوت قرآن میں اتنا مشغول رہے کہ اس کے علاوہ اللہ کے ذکر کے لئے اور اپنے مقاصد کے واسطے دعا کرنے کے لئے اسے وقت ہی نہ ملے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے اس سے بھی زیادہ اور بہتر دے گا جتنا دعا کرنے والوں اور مانگنے والوں کو دیتا ہے۔

جس طرح اس حدیث میں اُن بندوں کے لئے جو تلاوت قرآن میں اپنا سارا وقت صرف کر دیں اور بس اسی کو اپنا وظیفہ بنالیں اللہ تعالیٰ کی اس خاص عنایت و نوازش کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ان کو دعائیں کرنے والوں اور مانگنے والوں سے بھی زیادہ اور بہتر عطا فرمائے گا، اسی طرح حضرت ابی بن کعبؓ والی اس زیر تشریح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وقف کر دیں اور اپنے ذاتی مسائل و مقاصد کے لئے دعاؤں کی جگہ بھی بس آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجیں، بتایا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص الخاص کرم ہوگا کہ ان کے مسائل و مہمات غیب سے حل کئے جائیں گے اور اُن کے گناہ دھو ڈالے جائیں گے۔

اس کا راز یہ ہے کہ جس قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شغف اور بس اسی کو اپنا وظیفہ بنالینا اللہ کی مقدس کتاب پر ایمان اور اس سے محبت و تعلق کی خاص نشانی ہے، اور اس لئے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص فضل کے مستحق ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام سے ایسا شغف کہ اپنے ذاتی مقاصد و مسائل کے لئے دعا کی جگہ بھی بس آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی جائے اور اپنے لئے کچھ مانگنے کی جگہ بس آپ ہی کے لئے خدا سے مانگا جائے۔ اللہ کے محبوب رسول ﷺ پر صادق ایمان اور سچے ایمانی تعلق اور قلبی محبت کی علامت ہے اور ایسے مخلص بندے بھی اس کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے مسائل اپنی رحمت سے بلا اُن کے مانگے حل فرمائے۔

علاوہ ازیں وہ احادیث ابھی گزر چکی ہیں جن میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جو بندہ رسول اللہ ﷺ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر دس صلوٰتیں بھیجی جاتی ہیں، اس کے اعمال نامے میں دس نیکیاں

درج کی جاتی ہیں دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔ ذرا غور کیا جائے جس بندے کا حال یہ ہو کہ وہ اپنی ذاتی دعاؤں کی جگہ بھی بس رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے اللہ سے اپنے لئے کچھ بھی نہ مانگے صرف حضور ﷺ کے لئے صلوٰۃ کی استدعا کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و برکات اور رحمتوں عنایتوں کی کیسی موسلادھار بارش ہو گی' جس کا لازمی اثر اور انجام یہی ہو گا کہ اللہ کی رحمت بلا مانگے اس کی حاجتیں اور ضرور تیں پوری کرے گی اور گناہوں کے اثرات سے وہ بالکل پاک صاف کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا یقین اور عمل نصیب فرمائے۔

درود شریف دعا کی قبولیت کا وسیلہ

(۳۰۵) **عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ.** (رواه الترمذى)

ترجمہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا دعا آسمان اور زمین کے درمیان ہی رکی رہتی ہے اوپر نہیں جا سکتی جب تک کہ نبی پاک ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔ (جامع ترمذی)

تشریح وہ حدیث کتاب الدعا کے ذیل میں (صفحہ ۹۹ پر) گزر چکی ہے' جس میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی حاجت عرض کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دعا کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنی چاہئے' وہ دعا کی قبولیت کا خاص وسیلہ ہے۔ حصن حصین میں شیخ ابو سلیمان دارانی سے نقل کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ درود شریف (جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں ایک اعلیٰ و اشرف دعا ہے) وہ تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی قبول فرماتا ہے' پھر جب بندہ اپنی دعا سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ کے حق میں دعا کرے اور اس کے بعد بھی دعا کرے تو اس کے کرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اول و آخر کی دعائیں تو قبول کرے اور درمیان کی اس بیچارے کی دعا رد کر دے اس لئے پوری امید رکھنی چاہئے کہ جس دعا کے اول و آخر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی جائے گی وہ ان شاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔

مندرجہ بالا روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات (جو انہوں نے دعا کی قبولیت کے بارے میں فرمائی) رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی' لیکن چونکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی رائے اور فہم سے ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ اللہ کے پیغمبر ﷺ سے سن کے ہی ایسی بات کہی جا سکتی ہے' اس لئے محدثین کے مسلمہ اصول کے مطابق یہ روایت حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

دنیا میں کہیں بھی درود بھیجا جائے' رسول اللہ ﷺ کو پہنچتا ہے

(۳۰۶) **عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ.** (رواه النسائى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ نہ بنا لینا، ہاں مجھ پر صلوٰۃ بھیجا کرنا تم جہاں بھی ہو گے مجھے تمہاری صلوٰۃ پہنچے گی۔ (سنن نسائی)

تشریح: اس حدیث میں تین ہدایتیں فرمائی گئی ہیں: پہلی یہ کہ "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔" اس کا مطلب عام طور سے شارحین نے یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح قبروں میں مردے ذکر و عبادت نہیں کرتے اور قبریں ذکر و عبادت سے خالی رہتی ہیں تم اپنے گھروں کو ایسا نہ بناؤ کہ وہ ذکر و عبادت سے خالی رہیں، بلکہ ان کو ذکر و عبادت سے معمور رکھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر اور اسکی عبادت نہ ہو وہ زندوں کے گھر نہیں بلکہ مردوں کے قبرستان ہیں۔

دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ "میری قبر کو میلہ نہ بنا لینا" یعنی جس طرح سال کے کسی معین دن میں میلوں میں لوگ جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر کوئی میلہ نہ لگایا جائے۔

بزرگانِ دین کی قبروں پر عرسوں کے نام سے جو میلے ہوتے ہیں اُن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر کوئی میلہ اس طرح کا ہوتا تو اس سے روحِ پاک کو کتنی شدید اذیت پہنچتی۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ تم مشرق و مغرب میں خشکی و تری میں جہاں بھی ہو، مجھ پر صلوٰۃ بھیجو، وہ مجھے پہنچے گی۔ یہی مضمون قریب قریب ان ہی الفاظ میں طبرانی نے اپنی سند سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں: "حيثما كنتم فصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني" اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قلبی تعلق کا کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اُن کے لئے یہ کتنی بڑی بشارت اور تسلی کی بات ہے کہ خواہ وہ ہزاروں میل دور ہوں اُن کا صلوٰۃ و سلام آپ ﷺ کو پہنچتا ہے۔

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

۳۰۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِيَ السَّلَامَ. (رواه النسائي والدارمي)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میرے امتیوں کا سلام و صلوٰۃ مجھے پہنچاتے ہیں۔

([illegible])

تشریح: ایک دوسری حدیث میں جس کو طبرانی وغیرہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یہ بھی تفصیل ہے کہ صلوٰۃ و سلام پہنچانے والا فرشتہ بھیجنے والے امتی کے نام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پہنچاتا ہے، کہتا ہے: "يا محمد صلى عليك فلان كذا وكذا" (اے محمد ﷺ! تمہارے فلاں امتی نے تم پر

اس طرح صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے) اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ فرشتہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے والے امتی کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ذکر کرتا ہے یعنی حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہے: "یا محمد صلی علیک فلان بن فلان" کتنی خوش قسمتی ہے اور کتنا ارزاں سودا ہے کہ جو امتی اخلاص کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں اس کے نام اور ولدیت کے ساتھ فرشتے کے ذریعہ پہنچتا ہے اور اس طرح آپ ﷺ کی بارگاہ عالی میں اس بے چارے مسکین امتی اور اس کے باپ کا ذکر بھی آ جاتا ہے۔

جاں میدہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما مے رود

۳۰۸) **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.** (رواه ابو داؤد والبيهقى فى الدعوات الكبير)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں۔ (سنن ابی داؤد، دعوات کبیر للبیہقی)

تشریح حدیث کے ظاہری الفاظ "رد اللہ علی روحی" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجتے ہوں۔ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بنا پر اکثر شارحین نے "رد اللہ علی روحی" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ

کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں بس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

عاجز راقم السطور عرض کرتا ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات و احوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاص قلب سے آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے آپ ﷺ عادی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح اور قلب سے متوجہ ہو کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر کے صلوٰۃ و سلام کا کچھ بھی اجر و ثواب نہ ملے صرف آپ ﷺ کا جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۳۰۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا (یا سلام عرض کرے گا) وہ میں خود سنوں گا اور جو کہیں دور سے بھیجے گا تو وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود و سلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرے تو آپ ﷺ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور آپ ﷺ کا جواب پاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ و سلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جس کو محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہے اُن کے لئے وہ دو جہان کی دولت سے زیادہ ہے۔ کسی محب نے کہا ہے۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب
کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

درود شریف کے خاص کلمات

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا ہم بندوں کو حکم دیا اور بڑے مؤثر اور پیارے انداز میں حکم دیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کے وہ برکات اور فضائل بیان فرمائے جو ناظرین کو مندرجہ سابق احادیث سے معلوم ہو چکے ہیں۔ پھر صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے درود و سلام کے خاص کلمات بھی تعلیم فرمائے۔ اپنے امکان کی حد تک کتب حدیث کی پوری چھان بین کے بعد اس سلسلہ کی متعدد روایات جمع کر کے ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۳۱۰) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَكَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَهْدِهَا لِیْ، فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: مشہور جلیل القدر تابعی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی (جو اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) انہوں نے مجھ سے فرمایا میں تمہیں ایک خاص تحفہ پیش کروں (یعنی ایک قیمتی حدیث سناؤں) جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے وہ تحفہ ضرور دیجئے! انہوں نے بتایا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم آپ ﷺ پر سلام کس طرح بھیجا کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ ہم تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر آپ ﷺ پر سلام بھیجا کریں) اب آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ اپنی خاص نوازش اور عنایت اور رحمت فرما حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے نوازش اور عنایت اور رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کے گھر والوں پر بیشک تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما حضرت

محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں پر، جیسے تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کے گھرانے والوں پر، تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔

تشریح حضرت کعب بن عجرہ نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کو یہ حدیث جس طرح اور جس تمہید کے ساتھ سنائی اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس حدیث کو اور اس درود شریف کو کتنا عظیم اور کیسا بیش بہا تحفہ سمجھتے تھے۔ اور طبری کی اسی حدیث کی روایت میں یہ بھی ہے کہ کعب بن عجرہ نے یہ حدیث عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سنائی تھی۔① اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اس کی کتنی عظمت تھی۔

اسی حدیث کی بیہقی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ صلوٰۃ یعنی درود کے طریقے کے بارے میں یہ سوال رسول اللہ ﷺ سے اس وقت کیا گیا جب سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی② ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما۔

اس آیت میں صلوٰۃ و سلام کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں تفصیل سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا ہم کو جو حکم دیا ہے اس کا کیا طریقہ ہے اور کس طرح ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجا کریں؟ صلوٰۃ کے جو کلمات اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی دوسری حدیثوں میں تلقین فرمائے یعنی اللهم صل على محمد ... الخ ان سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر ہمارے صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے التجا اور استدعا کریں کہ وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے اور برکتیں نازل فرمائے۔ یہ اس لئے کہ ہم خود جو تنگ محتاج و مفلس اور تہی مایہ ہیں، ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ اپنے محسن اعظم اور اللہ کے نبی محترم ﷺ کی بارگاہ میں کچھ پیش کر سکیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں استدعا اور التجا کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ اور برکت بھیجے یعنی آپ ﷺ کی تشریف و تکریم، آپ پر نوازش و عنایت، رحمت و رأفت، پیار و لار میں اور مقبولیت کے درجات و مراتب میں اضافہ فرمائے اور آپ ﷺ کو اپنی خاص برکتوں سے نوازے، نیز آپ ﷺ کے گھر والوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمائے۔

استدعاء "صلوٰۃ" کے بعد "برکت" مانگنے کی حکمت

صلوٰۃ کے بارے میں پہلے بقدر ضرورت کلام کیا جا چکا ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ تشریف و تکریم، مدح و ثنا، رحمت و رأفت، محبت و عطوفت، رفع مراتب، ارادۂ خیر، اعطاء خیر، اور دعائے خیر سب ہی کو صلوٰۃ کا مفہوم حاوی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندہ پر ... ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے لئے بھرپور نوازش و عنایت اور خیر و نعمت کا اور اس کے دوام اور اس میں برابر

① ② فتح الباری کتاب الدعوات

اضافہ وترقی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہے۔ بہر حال برکت کسی ایسی چیز کا نام نہیں ہے جس کو صلوٰۃ کا وسیع مفہوم حاوی نہ ہو۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رسول اللہ ﷺ کے لئے صلوٰۃ کی استدعا کرنے کے بعد آپ ﷺ کے واسطے برکت یا رحمت کی دعا اور التجا کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا اور سوال کے موقع پر یہی مستحسن ہے کہ مختلف الفاظ و عبارات میں بار بار عرض و معروض کی جائے اس سے بندہ کی شدید محتاجی اور صدق طلب کا اظہار ہوتا ہے اور سائل اور منگتا کے لئے یہی مناسب ہے۔ اس لئے اس درود شریف میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کے لئے اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ کی استدعا کے بعد برکت کی التجا بھی کی گئی ہے اور بعض دوسری روایات میں (جو عنقریب درج ہوں گی) صلوٰۃ اور برکت کے بعد ترحم کا بھی سوال کیا گیا ہے۔

درود شریف میں لفظ "آل" کا مطلب

اس درود شریف میں "آل" کا لفظ چار دفعہ آیا ہے ہم نے اس کا ترجمہ "گھرانے والوں" کا کیا ہے۔ عربی زبان اور خاص کر قرآن حدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی آل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں' خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہو' جیسے اس کے بیوی بچے' یا رفاقت اور عقیدت و محبت' اور اتباع و اطاعت کا' جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین و متبعین [1] اس لئے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی نمبر پر اسی مضمون کی حضرت ابو حمید ساعدی کی جو حدیث درج کی جا رہی ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "آل" سے "گھر والے" ہی مراد ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی نسل و اولاد اور جس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خصوصی قرابت و جزئیت اور زندگی میں شرکت کا خاص شرف حاصل ہے (جو دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ درجہ میں ان سے افضل ہوں) اسی طرح یہ بھی ان کا ایک مخصوص شرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج مطہرات وغیرہ جو لفظ "آل" کے مصداق ہیں امت میں سب سے افضل ہوں' عند اللہ افضلیت کا مدار ایمان اور ایمان والے اعمال اور ایمانی کیفیات پر ہے جس کا جامع عنوان تقویٰ ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

اس کو بالکل یوں سمجھنا چاہئے کہ ہماری اس دنیا میں بھی جب کوئی مخلص محب اپنے کسی محبوب بزرگ کی خدمت میں کوئی خاص مرغوب تحفہ اور سوغات پیش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر خود وہ بزرگ اور ان کے ذاتی تعلق کی بناء پر ان کے گھر والے ہوتے ہیں اور اس مخلص کی یہ خوشی ہوتی ہے کہ یہ تحفہ ان بزرگ کے ساتھ ان کے گھر والے یعنی اہل و عیال بھی استعمال کریں' کسی کے ساتھ تعلق و محبت کا دراصل یہ فطری

---

[1] امام راغب اصفہانی نے "مفردات القرآن" میں "آل" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "ويستعمل فيمن يختص بالانسان اختصاصا ذاتيا اما بقرابة قريبة او بموالاة قال عز وجل (وآل ابراهيم وآل عمران) وقال (ادخلوا آل فرعون اشد العذاب)" ص ۳۰

تقاضا ہے۔ درود شریف بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک تحفہ اور سوغات ہے' اس میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کے خاص متعلقین یعنی اہل و عیال کو بھی شریک کرنا بلاشبہ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے' اور اس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کا بہت زیادہ خوش ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔ اس کی بنیاد پر افضلیت اور مفضولیت کی کلامی بحث کرنا کوئی خوش ذوقی کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں آل محمد ﷺ سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات اور ذریت مراد ہے اور اسی طرح سے آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیمؑ کے گھر والے! قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ مطہرہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے (رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝) بلاشبہ آل ابراہیمؑ وہی ہیں جن کو اس آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے۔

درود شریف میں تشبیہ کی حقیقت اور نوعیت

رسول اللہ ﷺ کے تلقین فرمائے ہوئے اس درود شریف میں اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل کرنے کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا گیا ہے کہ ایسی صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر نازل فرمائی۔ اس تشبیہ کے بارے میں ایک مشہور علمی اشکال ہے کہ تشبیہ میں مشبہ مشبہ بہ کے مقابلہ میں کمتر ہوتا ہے اور مشبہ بہ اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے۔ مثلاً ٹھنڈے پانی کو برف سے تشبیہ دی جاتی ہے تو پانی خواہ کتنا ہی ٹھنڈا ہو ٹھنڈک میں بہر حال برف سے کمتر ہوتا ہے اور برف میں اس سے زیادہ ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اس اصول پر درود شریف کی مذکورہ بالا تشبیہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیم پر نازل ہونے والی صلوٰۃ و برکات ان صلوٰۃ و برکات سے اعلیٰ اور افضل ہوں جن کی اس درود پاک میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے استدعا اور التجا کی گئی ہے۔

شارحین حدیث نے اس اشکال کے بہت سے جوابات دیئے ہیں جو فتح الباری وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک سب سے زیادہ تسلی بخش جواب یہ ہے کہ تشبیہ کبھی صرف نوعیت کی تعیین کے لئے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کسی خاص قسم کے کپڑے کا ایک پرانا ٹکڑا لے کر کپڑے کی بڑی دکان پر جاتا ہے کہ مجھے ایسا کپڑا چاہئے' حالانکہ جس ٹکڑے کو وہ نمونے کے طور پر دکھا رہا ہے اور جو مشبہ بہ ہے وہ ایک پرانا اور بے قیمت ٹکڑا ہے اور اسی قسم کا جو کپڑا وہ دکاندار سے چاہتا ہے وہ ظاہر ہے کہ نیا اور قیمتی ہوگا اور اس لحاظ سے نمونہ والے ٹکڑے سے بہتر ہوگا۔ پس درود شریف میں تشبیہ اسی قسم کی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس خاص نوعیت کی صلوٰۃ و برکات سے سیدنا ابراہیمؑ و آل ابراہیم کو نوازا گیا اسی نوعیت کی صلوٰۃ و برکات سیدنا محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر نازل فرمائی جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام نبیوں بلکہ ساری مخلوق میں یہ امتیازات حاصل ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا خلیل بنایا (وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا) ان کو امامت کبریٰ کے عظیم شرف سے مشرف اور سرفراز فرمایا (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۝) ان کو بیت اللہ کا بانی بنایا۔ ان کے بعد سے قیامت تک کے لئے

نبوت ورسالت کا سلسلہ اُن ہی کی نسل اور ان ہی کے اخلاف میں منحصر کردیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا کسی پر بھی اللہ تعالیٰ کی یہ نوازشیں اور عنایتیں نہیں ہوئیں اور کسی کو بھی محبوبیت ومقبولیت کا یہ مقام عالی عطا نہیں ہوا۔ پس درود شریف میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا اور التجا کی جاتی ہے کہ اسی قسم کی اور اسی نوع کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے حبیب **حضرت محمد** ﷺ اور ان کی آل پر بھی فرما اور محبوبیت ومقبولیت کا ویسا ہی مقام ان کو بھی عطا فرما۔ الغرض یہ تشبیہ صرف نوعیت کی تعیین اور وضاحت کے لئے جس میں بسا اوقات مشبّہ مشبّہٌ بہ کے مقابلہ میں اعلیٰ و برتر ہوتا ہے اور اس کی مثال وہی ہے جو اوپر کچھ سے کی دی گئی ہے۔

درود شریف کا اول و آخر اَللّٰهُمَّ —— اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

درود شریف کو اَللّٰهُمَّ سے شروع کرکے اللہ تعالیٰ کے دو مبارک اور پاک ناموں حمید و مجید پر ختم کیا گیا ہے۔ بعض جلیل القدر آئمہ سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کے قائم مقام ہے۔ اور اس کے ذریعہ دعا کرنا ایسا ہے جیسا کہ تمام اسماء حسنیٰ کے ذریعہ دعا کی جائے۔ شیخ ابن القیم نے "جلاء الافہام" میں اس پر بڑی نفیس فاضلانہ بحث کی ہے جو اہل علم کے لئے قابل دید ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ معنی اَللّٰهُمَّ کی میم مشدد سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کو فلسفۂ لغت سے ثابت کیا ہے۔ پھر اس دعوے کی تائید میں چند آئمہ سلف کے اقوال بھی نقل کئے ہیں ❶ اور حمید و مجید اللہ تعالیٰ کے یہ دو مبارک نام اس کی تمام صفات جلال و جمال کے آئینہ دار ہیں حمید وہ ہے جس کی ذات میں سارے وہ محاسن و کمالات ہوں جن کی بناء پر وہ ہر ایک کی حمد و ستائش کا مستحق و سزاوار ہو۔ اور مجید وہ ہے جس کو ذاتی جلال و جبروت اور عظمت کبریائی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ اس بناء پر اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ تو تمام صفات جمال و کمال اور شان جلال کا جامع ہے اس لئے **سیدنا محمد** ﷺ اور **آل محمد** پر صلوٰۃ اور برکت بھیجنے کی تجھ ہی سے استدعا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و برکت کا جہاں ذکر کیا گیا ہو وہاں بھی اللہ کے ان دونوں ناموں کی اسی خصوصیت اور امتیاز کی وجہ سے انہی کو بالکل اسی طرح خاتمہ کلام بنایا گیا ہے۔ سورہ ھود میں فرشتوں کی زبانی فرمایا گیا ہے۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

الغرض اَللّٰهُمَّ سے درود شریف کا آغاز اور اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ پر اس کا اختتام اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے اور ان دونوں کلموں کی اس معنویت کا لحاظ کرنے سے درود شریف کا کیف بے حد بڑھ جاتا ہے۔

---

❶ قریباً تین صفحے پر یہ بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وهذا القول الذي اخترناه قد جاء عن غير واحد من السلف قال الحسن البصري اللهم مجمع الدعاء وقال ابو رجاء العطاردي ان الميم في قوله اللهم فيها تسعة وتسعون اسماء الله تعالى وقال النضر بن شميل من قال اللهم فقد دعا الله لجميع اسماءه — [illegible]
[illegible]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اس درود شریف کے الفاظ کی روایتی حیثیت

حضرت کعب بن عجرہ کی روایت سے درود شریف کے جو الفاظ اوپر نقل کئے گئے ہیں وہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں روایت کئے ہیں (جلد اول ص ۴۷۷) اس کے علاوہ کم سے کم دو جگہ اور یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی ہے۔ ایک سورۂ احزاب کی تفسیر میں (ص ۷۰۸ ج: ۲) اور دوسرے کتاب الدعوات میں ص ۹۴۱ ج: ۲) ان دونوں جگہوں پر درود شریف میں "کما صلیت" اور "کما بارکت" کے بعد "علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم" کی جگہ صرف "علی آل ابراہیم" روایت کیا ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی صحیحین اور غیر صحیحین کی تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے فتح الباری میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کعب بن عجرہ کی روایت میں درود شریف کے پورے الفاظ یہی ہیں جو یہاں نقل کئے گئے ہیں اور جن روایات میں صرف "علی ابراہیم" یا "علی آل ابراہیم" وارد ہوا ہے وہاں بعض راویوں کے حافظہ کے فرق سے ایسا ہو گیا ہے۔ [1]

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۵۰)

حضرت کعب بن عجرہ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کرام سے قریب قریب یہی مضمون اور درود شریف کے قریباً یہی الفاظ کتب حدیث میں روایت کئے گئے ہیں۔ وہ تمام روایات آگے پیش کی جا رہی ہیں۔

(۳۱۱) عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حضرت! ہم

---

[1] شیخ ابن القیم کی کتاب "جلاء الافہام" کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ یہ درود و سلام کے موضوع پر انکی بہترین تالیف ہے جو ان کے کمال علمی کی آئینہ دار ہے۔ لیکن درود شریف کے الفاظ کے بارے میں اس میں ان سے یہ بھول ہو گئی ہے کہ "کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم" کے بارے میں انہوں نے لکھ دیا ہے کہ یہ الفاظ کسی صحیح روایت میں وارد نہیں ہوئے۔ صحیح روایت میں یا صرف "علی ابراہیم" روایت کیا گیا ہے یا صرف "علی آل ابراہیم" (جلاء الافہام ص ۲۰۰) حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ الفاظ صحیح بخاری میں کعب بن عجرہ کی اس روایت میں موجود ہیں جس کو امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کیا ہے (ص ۴۷۷ ج ۱) اور اسی طرح صحیح بخاری ہی کی ابو سعید خدری کی روایت میں بھی موجود ہیں (ص ۹۴۰ ج ۲) درود شریف کے ان الفاظ کے بارے میں قریب قریب یہی سہو شیخ ابن القیم کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بھی ہوا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم" کی کوئی سند میرے علم میں نہیں (فتاوی ابن تیمیہ ۱۹۱ ج ۱) اس طرح کے سہو بڑے بڑے اکابر سے ہو جاتے ہیں اور اس سے اُن کی جلالت شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سہو و نسیان سے پاک صرف ایک ہی ذات "لا یضل ربی ولا ینسی" ہے۔ ۱۲

آپ پر صلوٰۃ (درود) کس طرح پڑھا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ ... الخ" اے اللہ اپنی خاص نوازش اور عنایت و رحمت فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی (پاک) بیبیوں اور آپ ﷺ کی نسل پر جیسے کہ آپ نے نوازش اور عنایت و رحمت فرمائی آل ابراہیم پر، اور خاص برکت نازل فرما حضرت محمد پر اور آپ ﷺ کی (پاک) بیبیوں اور آپ کی نسل پر جیسے کہ آپ نے برکتیں نازل فرمائیں آل ابراہیم پر اے اللہ تو ساری حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور تیرے ہی لئے ساری عظمت و بڑائی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح — اس حدیث میں درود شریف کے جو الفاظ تلقین فرمائے گئے ہیں وہ کعب بن عجرہ والی پہلی حدیث سے کچھ مختلف ہیں۔ پہلی حدیث میں "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ" اور "اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ" فرمایا گیا تھا، اور اس حدیث میں دونوں جگہ "وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ" کے بجائے "وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ" فرمایا گیا ہے، اسی بنا پر اس عاجز نے پہلی حدیث کی تشریح میں ان حضرات کے قول کو راجح قرار دیا تھا جنہوں نے کہا ہے کہ درود شریف میں آل محمد سے مراد ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت طیبہ ہے۔ ایک دوسرا خفیف لفظی فرق یہ بھی ہے کہ پہلی حدیث میں "كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" فرمایا گیا تھا اور اس حدیث میں دونوں جگہ صرف "عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" ہے۔ اور حضرت ابو حمید ساعدی کی اس روایت کے علاوہ دوسرے اکثر صحابہ کی حدیثوں میں بھی جو آگے درج ہوں گی، اسی طرح صرف "عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" وارد ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا یہ صرف لفظی فرق ہے۔ اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ عربی محاورات میں جب کسی کا نام لے کر اس کی آل کا ذکر کیا جائے اور خود اس کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ عَلَى الْعَالَمِينَ" (اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری قوموں میں برگزیدہ کیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور آل ابراہیم) کو ظاہر ہے کہ یہاں آل ابراہیم میں خود حضرت ابراہیم بھی شامل ہیں۔ اسی طرح "وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ" اور "أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ" میں خود فرعون بھی شامل ہے۔

بہرحال ان دونوں حدیثوں میں درود شریف کے جو کلمات وارد ہوئے ہیں ان میں خفیف سا فرق صرف الفاظ میں ہے۔ اسی لئے علماء و فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک درود نماز میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرام کی روایتوں سے آئندہ درج ہونے والی حدیثوں میں درود شریف کے جو کلمات آرہے ہیں، جن میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے، وہ سب بھی نماز میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

۳۱۲) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ کی نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے (وہیں) رسول اللہ ۔۔ تشریف لے آئے تو (حاضرین مجلس میں سے) بشیر بن سعد نے آپ ۔۔ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے (ہمیں بتائیے کہ) ہم کس طرح آپ ۔۔ پر صلوٰۃ بھیجا کریں؟ حدیث کے راوی ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ۔۔ کچھ دیر تک خاموش رہے اور آپ ۔۔ نے بشیر بن سعد کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا (جس سے ہمیں یہ شبہ ہوا کہ شاید یہ سوال آپ کو اچھا نہیں لگا) یہاں تک کہ ہمارے دل میں آیا کہ کاش یہ سوال نہ کیا گیا ہوتا۔
پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد (اس سوال کا جواب دیتے ہوئے) رسول اللہ ۔۔ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ

اے اللہ! اپنی خاص نوازش و عنایت اور رحمت فرما حضرت محمد پر اور ان کے گھرانے والوں پر جس طرح تو نے نوازش و عنایت اور رحمت فرمائی حضرت ابراہیم کے گھرانے پر اور اپنی خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد اور ان کے گھرانے پر، جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم کے گھرانے پر سارے دنیا میں، تو حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور تیرے ہی لئے ساری عظمت و بزرگی ہے اور سلام اس طرح جس طرح کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح ۔۔ حضرت ابو مسعود انصاری کی اس حدیث کی طبری کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب بشیر بن سعد نے آپ ۔۔ سے سوال کیا کہ ہم آپ ۔۔ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو آپ ۔۔ خاموش رہے یہاں تک کہ آپ ۔۔ پر وحی آئی (فسکت حتی جاءہ الوحی) اس کے بعد آپ ۔۔ نے مندرجہ بالا درود تلقین فرمایا۔ اس اضافہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی خاموشی وحی کے انتظار میں تھی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ درود شریف کے کلمات آپ ۔۔ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے تھے اور مزید یہ بھی معلوم ہو گیا کہ درود کے بارے میں یہ سوال آپ ۔۔ سے پہلی دفعہ سعد بن عبادہ کی مجلس ہی میں کیا گیا تھا جس کے جواب میں آپ ۔۔ کو وحی کا انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے بعض صحابہ (کعب بن عجرہ اور ابو حمید ساعدی وغیرہ) کی روایات میں جو اسی طرح کے سوال کا ذکر ہے وہ یا تو اسی مجلس کے واقعہ کا بیان ہے یا مختلف حضرات نے مختلف موقعوں پر رسول اللہ ۔۔ سے اس بارے میں سوال کیا تھا اور آپ ۔۔ نے جواب میں ان کو درود شریف کے وہ کلمات تلقین فرمائے جو ان کی روایات میں وارد ہیں۔ اکثر احادیث کے سیاق اور الفاظ و کلمات کے فرق سے اسی دوسرے احتمال کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابو سعید انصاری کی اس حدیث کی امام احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ کی روایات میں ایک اضافہ یہ بھی ہے کہ بشیر بن سعد نے درود بھیجنے کے بارے میں سوال کرتے ہوئے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا تھا

كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلٰوتِنَا

جب ہم نماز میں آپ پر درود بھیجیں تو کس طرح بھیجا کریں؟

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سوال خاص طور سے نماز میں درود پڑھنے کے بارے میں کیا گیا تھا اور یہ درود ابراہیمی رسول اللہ نے خصوصیت سے نماز میں پڑھنے کے لئے تلقین فرمایا۔

حضرت ابو مسعود انصاری کی اس روایت میں بھی ابو حمید ساعدی کی حدیث کی طرح "كما صليت" اور "كما باركت" کے بعد صرف "على آل ابراهيم" روایت کیا گیا ہے اور آخر میں "انك حميد مجيد" سے پہلے "في العالمين" کا اضافہ بھی ہے۔

(۳۱۳) **عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَلِمْنَا فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ.** (رواه البخاري)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ہم نے عرض کیا حضرت! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہو گیا (یعنی تشہد کے ضمن میں بتا دیا گیا "السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته") اب ہمیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ. (رواه البخاري)

اے اللہ! اپنی خاص عنایت و نوازش اور محبت و رحمت فرما اپنے خاص بندے اور رسول (حضرت) محمد پر جیسی تو نے نوازش و عنایت اور محبت و رحمت فرمائی (اپنے خلیل حضرت) ابراہیم پر اور خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد و آل محمد پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پر۔

(تشریح)

(۳۱۴) **عَنْ طَلْحَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.** (رواه النسائي)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا یوں کہا کرو اے اللہ نوازش و عنایت اور محبت و رحمت فرما محمد پر جیسی نوازش و عنایت اور محبت و رحمت فرمائی تو نے ابراہیم پر تو حمد

وستائش کا سزاوار ہے اور ہر طرح کی عظمت وبزرگی تیرے لئے ہے۔　　(اسنن نسائی)

۳۱۵) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.　(رواه احمد)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ (ﷺ) پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ اب بتا دیجئے کہ آپ (ﷺ) پر صلوۃ کس طرح بھیجی جائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے حضور میں یوں عرض کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اے اللہ! اپنی خاص نوازشیں عنایتیں اور اپنی مخصوص رحمت نازل فرما حضرت محمد اور ان کے گھر والوں پر جیسے تو نے نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر تو ہر حمد وستائش کا سزاوار ہے اور عظمت وکبریائی تیری ذاتی صفت ہے۔　　(مسند احمد)

۳۱۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝　(رواه احمد وابن حبان والدارقطني والبيهقي في السنن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر صلوۃ بھیجو تو اس طرح کہا کرو "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝"　(مسند احمد، صحیح ابن حبان، سنن دار قطنی، سنن بیہقی)

(چونکہ درود پاک کے ان کلمات کا ترجمہ بار بار کیا جا چکا ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی)۔

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ اس درود میں رسول اللہ ﷺ کا نام پاک آپ کی امتیازی صفت اور خاص لقب "النبی الامی" کے اضافہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں آپ ﷺ کی یہ صفت ایک خاص نشانی اور پہچان کے طور پر ذکر کی گئی ہے (اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ — الاعراف) اس آیت میں اشارہ ہے کہ تورات وانجیل میں آپ ﷺ کا ذکر اس صفت کے ساتھ کیا گیا تھا "امی" کے معنی ہیں "بے لکھے پڑھے" مطلب یہ ہے کہ جو علم وہدایت آپ ﷺ لے کر آئے وہ آپ ﷺ نے کسی استاد یا کتاب سے حاصل نہیں کیا ہے، بلکہ براہ راست

اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے حاصل ہوا ہے۔ لکھنے پڑھنے کے لحاظ سے آپ ﷺ بالکل ویسے ہی ہیں جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ ظاہر ہے آپ ﷺ کی اس صفت اور اس لقب میں ایک خاص محبوبیت ہے اور اس چھوٹے سے لفظ میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی ایک بڑی روشن دلیل پیش کر دی گئی ہے۔

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(۳۶۷) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ صَلُّوْا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ، وَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(رواہ احمد والنسائی)

حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجی جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود بھیجا کرو اور خوب اہتمام اور دل لگا کے دعا کیا کرو اور یوں عرض کیا کرو: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" (اے اللہ حضرت محمد اور آل محمد پر اپنی خاص عنایت و رحمت اور برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں، تو ہر حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور عظمت و بزرگی تیری صفت ہے) (مسند احمد، نسائی)

تشریح ... رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن خارجہ کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجی جائے؟ درود کے کلمات بھی تلقین فرمائے اور اس سے پہلے ارشاد فرمایا "صَلُّوْا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ" اس عاجز نے "وَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ" کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ درود شریف جو دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک دعا ہے، صرف زبان سے سرسری طور پر نہیں بلکہ اہتمام اور دل کی پوری توجہ سے مانگی جائے۔ واللہ اعلم

(۳۶۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهٗ مَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، شَهِدْتُّ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَشَفَعْتُ لَهٗ.

(رواہ الطبری فی تہذیب الآثار فتح الباری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر اس طرح درود بھیجا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى

ابراهيم و بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم، وترحم على محمد و على آل محمد كما ترحمت على ابراهيم و على آل ابراهيم. تو میں قیامت کے دن اس کے لئے شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔ [illegible]

تشریح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کی ہوئی اس درود میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کے لئے صلوٰۃ اور برکت کے علاوہ ترحم کی بھی دعا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے علماء اور فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کے لئے رحمت کی دعا سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دعا تو عام مؤمنین کے لئے کی جاتی ہے لیکن اگر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رحمت و ترحم کی استدعا آپ ﷺ کے لئے کی جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ تشہد میں "السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته" ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس میں آپ ﷺ کے لئے سلام کے ساتھ رحمت کی دعا بھی ہے اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کے روایت کئے ہوئے اس درود میں صلوٰۃ اور برکت کی استدعا کے بعد ترحم کی استدعا بھی کی گئی ہے۔ اس طرح ترحم کی استدعا صلوٰۃ و سلام کا تکملہ بن جاتی ہے۔

(۳۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَّكْتَالَ بِالْمِكْیَالِ الْاَوْفٰى اِذَا صَلّٰى عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. [illegible]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اس سے خوشی ہو اور وہ چاہے کہ مجھ پر اور میرے گھر والوں پر درود بھیج کر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں زیادہ سے زیادہ اور بھرپور حاصل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ." [illegible]

اے اللہ اپنی خاص نوازش اور عنایت و رحمت فرما نبی امی حضرت محمد ﷺ پر اور انکی ازواج مطہرات امہات المؤمنین اور ان کی نسل پر اور ان کے سب گھر والوں پر، تو ہر حمد و ستائش کا مستحق و سزاوار ہے اور عظمت و کبریائی تیری ہی صفت ہے۔

تشریح اس حدیث کی بناء پر بعض حضرات کا خیال ہے کہ درودوں میں یہ درود سب سے افضل ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ اور بھرپور رحمت و برکت اور اجر و ثواب حاصل کرنا چاہے وہ یہ درود پڑھے۔ اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ نماز میں تو وہ درود پڑھنا افضل ہے جو ابتدائی حدیثوں میں گزر چکا اور نماز سے باہر یہ درود افضل ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم

(۳۲۰) عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَدَّهُنَّ فِیْ یَدِیْ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ جِبْرَئِیْلُ

هٰكَذَا أُنْزِلَتْ مِنْ عِنْدِ رَبِّ الْعِزَّةِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (رواه البيهقي في شعب الايمان والديلمي)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے میرے ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر درود شریف کے یہ کلمات تعلیم فرمائے اور بتایا کہ رب العزت جل جلالہ کی طرف سے یہ اسی طرح اترے ہیں وہ کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ـــــ الخ [illegible]

تشریح: اس درود میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ اور برکت اور ترحم کی استدعا کے علاوہ سلام اور تحنن کی استدعا کی گئی ہے۔ تحنن کے مفہوم کو اردو زبان میں شفقت اور پیار کے الفاظ سے ادا کیا جا سکتا ہے اور سلام کے معنی ہیں ہر برائی اور ناپسندیدہ چیز سے سلامتی اور حفاظت۔

اس حدیث کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کنز العمال جلد اول میں جہاں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے وہیں سند کے لحاظ سے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔ پھر اسی کی دوسری جلد میں اسی مضمون کی ایک اور حدیث اور درود شریف کے یہی کلمات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی صاحب مستدرک ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری کی "معرفۃ علوم الحدیث" کے حوالے سے ان کی مسلسل سند کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں اور اس سند کے بھی بعض راویوں پر سخت جرح کی گئی ہے ساتھ ہی سیوطی سے نقل کیا گیا ہے کہ انہیں اس حدیث کے بعض اور "طریقے" بھی ملے نیز حضرت انس سے بھی قریباً اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی گئی ہے جو ابن عساکر کے حوالے سے کنز العمال میں بھی درج ہے اور اصحاب فن کا یہ مسلم اصول ہے کہ ضعیف حدیث تعدد طرق کی وجہ سے قابل قبول ہو جاتی ہے۔ خاص کر فضائل اعمال میں ایسی حدیث سب کے نزدیک قابل عمل ہے۔ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں حاکم کی روایت کردہ حضرت علی والی حدیث کے راویوں پر سخت جرح کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ "غایۃ الامر یہ ہے کہ یہ حدیث

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ ...... اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(رواہ ابن ماجہ)

(اے اللہ! اپنی خاص عنایات اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرما سید المرسلین امام المتقین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں نیکی اور بھلائی کے راستے کے امام اور راہنما ہیں رحمت والے پیغمبر ہیں (یعنی جن کا وجود ساری دنیا کے لئے باعث رحمت ہے) اے اللہ ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جو اولین و آخرین کے لئے قابل رشک ہو۔ اے اللہ! حضرت محمد اور آل محمد پر اپنی خاص نوازشیں اور عنایتیں فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم آل ابراہیم پر نوازشیں اور عنایتیں فرمائیں اور حضرت محمد و آل محمد ﷺ پر اپنی خاص برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں تیری ذات ہر حمد و ستائش کی سزاوار ہے اور عظمت و کبریائی تیری ذاتی صفت ہے۔

تشریح درود شریف کے یہ کلمات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے لوگوں کو تعلیم فرمائے تھے۔ بلاشبہ بڑے مبارک اور مقبول کلمات ہیں اور اس میں درود ابراہیمی بھی تقریباً بلفظہ شامل ہے جو کعب بن عجرہؓ کی اس روایت میں گزر چکا ہے جو صحیحین کے حوالے سے سب سے پہلے درج کی جا چکی ہے۔

۳۲۲) عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ...... اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝
لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ (اورده القاضي عياض في كتاب الشفاء)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر اس طرح درود بھیجتے تھے۔ (پہلے سورۂ احزاب کی یہ آیت تلاوت فرماتے جس میں رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے) اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ اس کے بعد کہتے "لبیک اللھم ربی وسعدیک" اے میرے اللہ میں تیرے اس فرمان کی بسر و چشم تعمیل کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔

"صَلَوَاتُ اللهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ...... الخ"

اس خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو بڑا احسان فرمانے والا اور نہایت مہربان ہے۔ خاص نوازشیں اور عنایتیں ہوں اور اس کے ملائکہ مقربین اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی اور اس ساری

مخلوقات کی جو اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ بہترین درود اور پاکیزہ ترین سلام ہوں حضرت محمد بن
عبداللہ کے لئے جو خاتم النبیین، سید المرسلین، امام المتقین اور رسول رب العالمین ہیں، جو اللہ کی
طرف سے شہادت ادا کرنے والے ہیں، اللہ کے فرمانبرداروں کو رحمت و جنت کی بشارت سنانے
والے اور مجرموں نافرمانوں کو برے انجام سے اور اللہ کے عذاب سے آگاہی دینے والے ہیں، جو
تیرے بندوں کو تیرے حکم سے تیری طرف دعوت دیتے ہیں اور تیرے حق روشن کئے ہوئے چراغ
ہیں اور ان پر سلام ہو۔

یہ درود پاک جیسا کہ ظاہر ہے الفاظ و مطالب کے لحاظ سے نہایت بلند اور ان شاء اللہ ہے۔ لیکن
حدیث کی کسی کتاب میں اس کی روایت نظر سے نہیں گزری البتہ پانچویں اور چھٹی صدی کے عالم اور محدث
قاضی عیاض نے اپنی کتاب میں اس کو حضرت علی مرتضیٰ سے نقل کیا ہے اور
علامہ قسطلانی نے میں شیخ زین الدین بن الحسین مراغی کی کتاب
کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں حضرت علی مرتضیٰ نے آپ ﷺ پر
یہی درود پاک پڑھا تھا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر ان کو بھی تعلیم فرمایا تھا۔** بہرحال الفاظ و مطالب
کے لحاظ سے بڑا پر عظمت اور دل نواز درود ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے درود و سلام کے جو کلمات یہاں
نقل کئے گئے ان سے معلوم ہو گیا کہ امت کے لئے یہ پابندی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر صرف
آپ ﷺ کے تلقین فرمائے ہوئے کلمات ہی کے ذریعہ درود و سلام بھیجیں بلکہ صاحب ذوق و محبت کے لئے دروازہ کھلا
ہوا ہے۔ وہ حدود شریعت کے پابند رہتے ہوئے اپنے ذوق و شوق کے تقاضے کے مطابق دوسرے کلمات کے
ذریعہ بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیج سکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے اکابر امت، تابعین اور بعد کے علماء عارفین
سے اور بھی کلمات منقول ہیں لیکن وہ سلسلہ معارف الحدیث کے دائرہ سے باہر ہیں اس لئے ان کو یہاں درج
کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا اگر اللہ نے توفیق دی تو ان میں سے بھی چند منتخب کلمات کو ایک مستقل مضمون
میں جمع کرنے اور ان پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے معارف الحدیث کی یہ پانچویں جلد یہاں ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس
کو قبول فرمائے اور اس کے مؤلف اور ناظرین کے لئے وسیلہ رحمت و مغفرت بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

** شرح شفاء ص ۱۸۱ ج ۳ — زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۳۶۹ ج ۵

معارفُ الحدیث

یعنی

احادیثِ نبوی کا ایک جدید اور جامع انتخاب

اُردو ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ

جلد ششم

کتاب المعاشرۃ والمعاملات

حصہ اول

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی

دار الاشاعت

پیشکش

ان سب اخوان دینی کی خدمت میں ــــــ جو "نبی امی" سیدنا حضرت محمد

عربی (فداہ امی وابی وروحی وقلبی) ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں

اور آپ ﷺ کی ہدایت اور اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی میں اپنی اور تمام اولادِ آدم

علیہ السلام کی نجات کا یقین رکھتے ہیں

اور اس لئے آپ ﷺ کی تعلیم اور طرزِ زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں

آیئے

علم و تصوری کے راستے سے مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر

آپ ﷺ کے ارشادات سنیں

اور

اس چشمۂ انوار سے

اپنے تاریک دلوں کیلئے روشنی حاصل کریں

عاجز و عاصی

دیباچہ

از مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت اور دین حق لے کر آئے اس میں سب سے پہلی چیز ایمان اور توحید کی دعوت تھی۔ پھر جو لوگ آپ ﷺ کی اس دعوت کو قبول کر لیتے ان کو آپ ﷺ عملی زندگی کے بارے میں ہدایات دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی ان ہدایات اور تعلیم کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے جس میں آپ ﷺ نے بتلایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے اور اس باب میں ان کے فرائض کیا ہیں اور اس حق اور ان فرائض کی ادائیگی کے لئے انہیں کیا کرنا چاہئے۔

دوسرا حصہ آپ ﷺ کی تعلیم کا وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں کے اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں اور اس دنیا میں جب ایک انسان کا دوسرے انسان یا کسی بھی مخلوق سے واسطہ اور معاملہ پڑتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے اور اس باب میں اللہ کے احکام کیا ہیں۔

حقوق العباد کا مسئلہ اس لحاظ سے زیادہ اہم اور قابل فکر ہے کہ اس میں اگر تقصیر اور کوتاہی ہو جائے یعنی کسی بندہ کی ہم سے حق تلفی ہو جائے تو اس کی معافی اور اس سے نجات و سبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے (جو رحیم و کریم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا ہے بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس دنیا میں اس بندہ کا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معافی حاصل کر لی جائے اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا اور وہ بے حد مہنگا پڑے گا یا اس کے حساب میں آخرت کا سخت عذاب بھگتنا ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه اوشيئ فليتحلل له منه اليوم قبل ان لايكون دينارولا درهم ان كان له عمل صالح اخذمنه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذمن سيأت صاحبه فحمل عليه. (صحيح بخاري ابواب المظالم و القصاص)

جس کسی نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم زیادتی کی ہو اس کی آبرو ریزی کی ہو یا کسی اور معاملہ میں

حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہئے کہ آج ہی اور اسی زندگی میں اس سے معاملہ صاف کرالے "آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لئے دینار و درہم کچھ بھی نہ ہوگا اگر اس کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم کے بقدر مظلوم کو دلا دیئے جائیں گے اور اگر وہ نیکیوں سے بھی خالی ہاتھ ہوگا تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے (اور اس طرح انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے گا۔)

اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے "آپ نے فرمایا

الدواوين ثلثة ديوان لا يغفرالله الاشراك بالله يقول الله عزوجل "ان الله لا يغفر ان يشرك به" وديوان لا يتركه الله ظلم العباد فيما بينهم حتى يقص بعضهم من بعض وديوان لا يعبأ الله به ظلم العباد فيما بينهم وبين الله فذلك الى الله ان شاء عذبه وان شاء تجاوز عنه. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۵)

اعمال نامے (جن میں بندوں کے گناہ لکھے گئے ہیں) تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جس کی ہرگز معافی اور بخشش نہ ہوگی وہ "شرک" ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کا گناہ ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور گناہوں کی ایک وہ فہرست ہے جس کو اللہ تعالیٰ انصاف کے بغیر نہ چھوڑے گا وہ بندوں کے باہمی مظالم و زیادتیاں اور حق تلفیاں ہیں ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا اور ایک فہرست گناہوں کی وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اہمیت اور پرواہ نہیں یہ بندوں کے وہ مظالم اور تقصیرات ہیں جن کا تعلق بس ان سے ہے اور ان کے اللہ سے ہے ان کے بارے میں فیصلہ بس اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو بالکل معاف کردے۔

بہر حال حقوق العباد کا معاملہ اس لحاظ سے بہت زیادہ سنگین اور قابل فکر ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے (جو کریم و رحیم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا بلکہ وہ بندوں سے ہی متعلق ہے اور ان کا حال معلوم ہے۔

پھر حقوق العباد سے متعلق آپ کی تعلیم و ہدایت کے بھی دو حصے ہیں ایک وہ جس کا تعلق معاشرتی آداب و احکام سے ہے مثلاً یہ کہ ماں باپ کا اولاد کے ساتھ اولاد کا ماں باپ کے ساتھ بیوی کا شوہر اور شوہر کا بیوی کے ساتھ قریب و بعید کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ نوکروں ماتحتوں کے ساتھ خاص کر کمزور اور ضرورت مند طبقوں کے ساتھ اسی طرح اللہ کی عام مخلوق کے ساتھ کیا رویہ اور کیسا برتاؤ ہونا چاہئے۔ علیٰ ہذا آپس میں ملنے جلنے بیٹھنے بولنے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے شادی بیاہ اور خوشی و غم کے موقعوں پر کن احکام اور آداب کی پابندی کرنی چاہئے۔ دین کے اس حصہ کا جامع عنوان معاشرت ہے۔

دوسرا حصہ حقوق العباد سے متعلق رسول اللہ کی تعلیم کا وہ ہے جس میں معاشی و مالی معاملات مثلاً خرید و فروخت، تجارت و زراعت، قرض و امانت، ہبہ و وصیت، محنت و مزدوری یا باہمی نزاعات میں عدل و انصاف، منصب قضا اور شہادت و وکالت وغیرہ سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں اس کا جامع عنوان معاملات ہے۔

معارف الحدیث کی پہلی جلد میں ایمان اور ایمان کے لوازم و متعلقات سے متعلق رسول اللہ کی وہ احادیث ایک خاص نہج اور ترتیب سے مرتب کر کے ان کی تشریح کی گئی تھی جن کو حضرات محدثین نے اپنی مؤلفات کے ابواب ایمان میں درج کیا ہے اور قیامت و آخرت، جنت و دوزخ وغیرہ سے متعلق احادیث کو بھی اسی جلد میں شامل کر دیا گیا تھا کیونکہ ان کا تعلق بھی ایمان اور عقیدہ ہی سے ہے۔

پھر دوسری جلد میں ان حدیثوں کی تشریح کی گئی جن کا تعلق ابواب زہد و رقاق اور اخلاق سے ہے کیونکہ ایمان اور احسان سے ان کا بہت قریبی رابطہ ہے اور ان کا تعلق بھی عملی زندگی سے نہیں بلکہ قلب و باطن سے ہے۔

پھر تیسری جلد میں طہارت و نماز اور چوتھی جلد میں زکوٰۃ، روزہ، حج اور پانچویں جلد میں تلاوت قرآن، اذکار و دعوات، توبہ و استغفار وغیرہ سے متعلق احادیث جمع کر کے ان کی تشریح کی گئی۔ اس طرح ان تینوں جلدوں میں رسول اللہ کی ہدایت و تعلیم کا وہ حصہ ضروری تشریح اور وضاحت کے ساتھ کم از کم اصولی طور پر پورا آگیا جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور دوسرے لفظوں میں عبادات سے ہے۔

اب یہ چھٹی جلد جس کو ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا پڑا۔ اس میں حسب سابق وہ حدیثیں منتخب کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ شامل کی گئی ہیں جن کا تعلق حقوق العباد یعنی معاشرت اور معاملات کے ابواب سے ہے۔

جلد ششم حصہ اول میں صرف ابواب معاشرت سے متعلق سوا تین سو حدیثوں کی تشریح کی گئی ہے اس کی جامعیت کا کچھ اندازہ آپ اس فہرست عنوانات سے بھی کر سکتے ہیں جو کتاب کے شروع میں شامل ہے۔ اس کے حصہ دوم میں معاشرت و معاملات کے بقیہ ابواب، مثلاً نکاح و طلاق اور ان کے متعلقات اور تجارت و زراعت، وصیت و امانت، قرض و ہبہ اور اجارہ و مزدوری وغیرہ معاشی و مالی معاملات اور قضاء و عدالت وغیرہ سے متعلق رسول اللہ کے ارشادات و معمولات کی تشریح انشاء اللہ آئندہ آپ کے سامنے آئے گی۔ واللہ الموفق۔

اس جلد کی بھی زیادہ تر بلکہ قریباً تمام تر حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح، جمع الفوائد اور کنز العمال سے منتخب کی گئی ہیں اور سابقہ جلدوں کی طرح اس کی احادیث کی تخریج میں بھی انہی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی لی گئی ہیں وہ اگرچہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہوں گی لیکن صاحب مشکوٰۃ کے طریقہ پر ان حدیثوں کی تخریج میں صرف انہی دو کتابوں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کا ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی ہونا جمہور محدثین کے نزدیک اس کی صحت کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔

حدیثوں کی ترتیب، تخریج اور عنوانات وغیرہ میں جن باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اور ان کی جن اصولوں کی پابندی کی گئی ہے جن کا ذکر سابقہ جلدوں کے دیباچہ میں کیا جا چکا ہے اس لئے اب یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلہ معارف الحدیث کی ترتیب سے مقصود چونکہ عام تفہیم ہے اس لئے اس جلد کی حدیثوں کے